پندِ تاریخ ۴

تالیف
موسیٰ خسروی

ترجمہ
محمد حسن جعفری

حسن علی بک ڈپو بالمقابل بڑا امام باڑہ۔ کھارادر۔ کراچی فون ۲۴۳۳۰۵۵

વકફ

આ કિતાબ હાજી મહંમદઅલી ભાઇ અલીભાઇ સુંદરજી "સોમાસોક" તનનારીવ માડાગાસ્કરવાળા તરફથી તેમના મરહુમ સગાવહાલાઓની રૂહોના સવાબ અર્થે વકફ કરવામાં આવેલ છે.

લાભ લેનાર ભાઇ - બહેનો મરહુમોની અરવાહોના સવાબ અર્થે એક સુરએ ફાતેહા પઢી બક્ષી આપે એવી નમ્ર અરજ છે.

اخلاقی ▣ تاریخی ▣ اجتماعی

تالیف : موسیٰ خسروی

ترجمہ : محمد حسن جعفری

حسن علی بک ڈپو

بالمقابل بڑا امام باڑہ۔ کھارادر۔ کراچی فون ۲۴۳۳۰۵۵

کتاب ________ پند تاریخ جلد چہارم

تالیف ________ موسیٰ خسروی

ترجمہ ________ محمد حسن جعفری

کمپوزنگ ________ عبیداللہ اکرام

تصحیح ________ حسین فاطمہ جعفری

طبع اول ________ سنہ ۲۰۰۰ء

باب اوّل ۔ شراب نوشی کے نقصانات

باب پنجم۔ صدقہ و انفاق

باب ششم۔ دعا و توسل

باب ہفتم۔ غازیانِ دین کی ایک جھلک

باب ہشتم۔ امید و خوف

باب نہم۔ توبہ و استغفار

باب اوّل

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

شراب نوشی کے نقصانات

یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون. (القرآن)

"اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت پانسے کے تیر ناپاک اور شیطانی عمل ہیں ان سے پرہیز کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

شراب نے شکست دے دی

جب چنگیز خان کے لشکر کے تعاقب سے تنگ آکر سلطان محمد خوارزم شاہ نے جزیرہ "آب سکون" میں پناہ حاصل کی تو اس وقت اس کے بیٹے جلال الدین نے باپ کی ذلت و رسوائی کو دھونے کا ارادہ کیا اور شہزادہ جلال الدین مشہور جنگ آزما نوجوان تھا۔

چنانچہ خوارزم شاہی سلطنت کو بچانے کے لئے وہ جزیرہ سے باہر آیا اور

خوارزم گیا وہاں سے غزنی چلا گیا۔

اس علاقے کے لوگوں نے جیسے ہی اس کے آنے کی خبر سنی تو وہ دھڑا دھڑ اس کے پرچم کے نیچے جمع ہونے لگے۔ چند دنوں میں اس کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ سے تجاوز کر گئی۔ جلال الدین فوج لے کر منگول لشکر پر حملہ آور ہوا اور اس کی صفوں کی صفیں تباہ کر دیں۔

چند دن بعد شہزادہ کے لشکر میں اختلاف پیدا ہو گیا اور اس کا لشکر منتشر ہونے لگا۔ لشکر کے اختلاف کی خبر جیسے ہی چنگیز خان نے سنی تو وہ فوراً اپنا وحشی لشکر لے کر غزنی پہنچا اور غزنی پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ شہزادہ جلال الدین ہندوستان کی طرف رخ کر کے چلا گیا ہے۔

چنگیز خان یہ خبر سن کر سخت غصہ کی وجہ سے پیچ و تاب کھانے لگا اور اس کے تعاقب کے لئے اس کے پیچھے چلنا لگا۔ یہاں تک کہ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ وحشی منگول لشکر نے شہزادے کی فوج کو تہس نہس کر دیا۔ چند گھنٹوں کی جنگ کے بعد جلال الدین کے پاس صرف سات سو فوجی بچ گئے۔ اس قلیل فوج کے باوجود شہزادہ منگول فوج پر تابڑ توڑ حملے کرتا رہا اور منگول فوج اس کا گھیرا تنگ کرتی رہی۔ جلال الدین بھی اس صورت حال سے بے خبر نہیں تھا اس نے تازہ دم گھوڑا منگوایا اور منگول فوج پر زبردست حملہ کر دیا آخر کار اس کے سامنے سے منگول فوج چھٹ گئی اور اس نے اپنے گھوڑے کو دریائے سندھ میں ڈال دیا اور متلاطم موجوں کو چیر کر دریا کے دوسرے کنارے پہنچ گیا۔

یہ منظر دیکھ کر چنگیز خان نے بے ساختہ کہا: "بے شک ایسی اولاد پر

باپ کو فخر کرنا چاہئے۔"

پھر چند سال تک جلال الدین اسی طرح سے اچانک حملے کر کے منگول لشکر کو تباہ کرتا رہا۔ پھر ۶۲۸ھ میں سلطان کو خبر ملی کہ تاتاریوں کا ایک بڑا لشکر تاتاری سردار جرماغون کی زیر قیادت دریائے آمو سے گزر کر عراق آرہا ہے۔ چنانچہ ان کے مقابلے کے لئے سلطان تبریز آیا اور وہاں سے اس نے عباسی خلیفہ اور سلطان علاؤالدین سلجوقی اور حاکم شام کے پاس خطوط لکھے جس میں اس نے تحریر کیا کہ آپ لوگ تاتاری فتنہ کو معمولی فتنہ نہ سمجھیں، آج میں اس فتنہ کے سامنے حد سکندری بنا ہوا ہوں، آپ لوگوں کا فرض ہے کہ آپ میری پشت پناہی کریں اور یاد رکھیں اگر اس سیلاب نے اس بند کو کمزور کر کے گرا دیا تو یہ سیلاب تم سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور تمہاری حکومتیں اس میں خس و خاشاک کی طرح سے بہہ جائیں گی۔ لیکن سلطان کے قاصد وہاں سے مایوس ہو کر واپس آگئے اور مذکورہ سلاطین نے اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر سلطان تبریز سے نکل کر دیار بکر چلا گیا اور اس نے وہاں سے جاسوس روانہ کئے تا کہ معلوم کیا جا سکے کہ تاتاری لشکر کی تعداد کیا ہے اور وہ کہاں تک پہنچ پایا ہے؟

جاسوسوں نے چند دن بعد سلطان کو یہ خبر سنائی کہ منگول لشکر آذربائی جان اور عراق کی سرحد کے قریب آکر واپس چلا گیا۔ یہ سن کر سلطان بے حد خوش ہوا کہ خدا نے قضائے مبرم کو ٹال دیا ہے۔ بس اس کے بعد سلطان شراب و شباب کی طرف متوجہ ہوا اور دربار میں مغنیوں کے ساز بجنے لگے اور سلطان ہر وقت بربط و رباب کی جھنکار میں کھویا ہوا رہنے لگا۔

جب سلطان کو شراب میں لوگوں نے محو پایا تو انہوں نے بھی سلطان کی عادت اپنائی اور لشکر کے افسر بھی ہر وقت شراب میں دھت رہنے لگے۔

نورالدین زیدی سلطان کا اتالیق تھا، اس نے یہ حالات دیکھی تو سلطان کے دربار میں اس نے یہ رباعی پڑھی:

شاھا زمی گراں چه برخواهد خاست
وزمستی بیکراں چه برخواهد خاست
شه مست و جهاں خراب دشمن پس و پیش
پیداست کزیں میاں چه برخواهد خواست

شاہ! شراب کا کیا نتیجہ نکلے گا اور اس بے تحاشا مستی کا انجام کیا ہوگا حالت یہ ہے کہ شاہ مست ہے اور جہاں تباہ ہے اور دشمن گردو پیش سے تاک میں ہے۔ ان حالات کا آخر نتیجہ کیا برآمد ہوگا۔

لیکن نقار خانے میں طوطی کی آواز بھلا کون سنتا؟ دربار میں تو ہر طرف شراب کی مستی چھائی ہوئی تھی اور خمار نے ان کی عقلوں پر پردے ڈال دیئے تھے، یہاں کے یہی شب و روز تھے، لیکن دشمن تاک میں بیٹھا تھا۔

ایک مرتبہ آدھی رات کے وقت معلوم ہوا کہ چنگیز خان کے لشکر نے سلطان کے شہر پر شب خون مارا اور اس وقت سلطان شراب ناب کے نشے میں مدہوش تھا، ایک معتمد نے بھاگتے ہوئے سلطان کو چنگیز خان کی آمد کی اطلاع کی، سلطان بستر سے اٹھا تو اس کے ذہن سے خمار نہیں جاتا تھا آخر کار اس کے سر پر ٹھنڈا پانی ڈالا گیا، بڑی مشکل سے سلطان کا خمار دور ہوا لیکن اس عرصے میں چنگیز خان کی فوج نے بلائے آسمانی بن کر پورے شہر کو اپنی گرفت

میں لے لیا۔ سلطان جنگ میں مارا گیا اور خوارزم شاہی سلطنت کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بجھ گیا۔

نمید انند اهل غفلت انجام شراب آخر
بآتش میر وند این غافلاں ازراه آب آخر

اہل غفلت کو شراب کے نقصان کا اندازہ ہی نہیں ہے، اس نجس پانی کی وجہ سے دوزخ میں جا رہے ہیں۔ (قطعات منتخبہ اسماعیل امیر خیزی)

نعمان بن منذر اور شراب

نعمان بن منذر عرب کا بادشاہ تھا اور جس دور میں ایران پر ساسانی خاندان کی حکومت تھی، اسی دور میں یہ عرب کا حکمران تھا۔ اس کے دو ندیم تھے جن سے وہ بے حد پیار کرتا تھا اور شب و روز انہیں اپنے ساتھ رکھا کرتا تھا۔ ایک رات بادشاہ نے بے تحاشا شراب پی اور جب ہوش و حواس سے بیگانہ ہوگیا تو اس نے حکم دیا کہ ان دونوں ندیموں کو زندہ درگور کردیا جائے۔ شاہی حکم کی فوری تعمیل ہوئی اور انہیں اسی وقت زندہ دفن کردیا گیا۔

صبح کے وقت جب بادشاہ ہوش میں آیا تو اپنے ندیموں کو بلانے کا حکم دیا۔ اسے بتایا گیا کہ: "انہیں رات کے وقت خود اسی کے حکم سے زندہ درگور کیا جاچکا ہے۔"

یہ سن کر بادشاہ سخت مغموم ہوا لیکن کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں آسکتا تھا، پھر بادشاہ نے ان ندیموں کا مزار بنایا اور سال میں دو دن کے لئے ان کی قبروں پر آیا کرتا تھا۔

زمانہ جاہلیت میں قیس بن عاصم شراب پی کر اتنا مست ہوا کہ اپنی باکرہ بہن کی عزت تاتار کرڈالی۔ لٹی ہوئی بہن اپنے ماموں کے گھر چلی گئی۔

صبح ہوئی تو قیس نے اپنی بہن کے متعلق پوچھا تو اسے بتایا گیا کہ :

"رات تم نے اپنی بہن کو بے توقیر کیا تھا۔"

یہ سن کر وہ سخت شرمندہ ہوا اور ہمیشہ کے لئے شراب سے توبہ کرلی۔"(مضرات نوشابہ ہائی الکلی ص ۶۸)

دعبل کی صورت سیاہ کیوں ہوئی ؟

دعبل خزاعی ایک قادرالکلام شاعر تھے۔ انہوں نے اپنے اشعار میں آل محمدؐ کی بے حد خوبصورت انداز میں مدح کی ہے۔آپ ہی نے امام علی رضا علیہ السلام کے دربار میں اپنا مشہور مرثیہ پڑھا تھا۔ امام علیہ السلام نے اس مرثیے کو بے حد پسند فرمایا اور مرثیے کے آخر میں ایک شعر کا اپنی طرف سے اضافہ فرمایا تھا اور وہ شعر یہ تھا :

وقبر بنو قان یالها من مصیبة

تضنمها الرحمن بالصلواة

ایک قبر نوقان میں ہے اور ہائے یہ کتنی بڑی مصیبت ہے اور اللہ اس قبر والے پر صلواۃ اور رحمت فرمائے۔

دعبل خزاعی نے یہ شعر سن کر کہا تھا : مولا! علاقہ نوقان (مشہد) میں تو آل محمدؐ کی کوئی قبر نہیں ہے، آپ کا اشارہ کس قبر کی طرف ہے ؟"

امام علی رضاؑ نے فرمایا: "میرا اشارہ میری اپنی قبر کی طرف ہے۔"

امام ہشتم علیہ السلام نے دعبل خزاعی کو اپنا جبہ عطا کیا اور اس کے علاوہ آپؑ نے کچھ دینار رضوی بھی عطا فرمائے، ان دیناروں پر امام علی رضا علیہ السلام کا نام کندہ تھا، جبہ امامؑ کے ایک ٹکڑے کی کرامت سے دعبل کی والدہ کی کھوئی ہوئی بصارت لوٹ آئی تھی۔

امام علی رضا علیہ السلام نے دعبل کو ان الفاظ سے خوش آمدید کہا تھا :

"مرحبا بك يا دعبل مرحبا بما دحنا و محبنا و بناصرنا بيده ولسانه."

دعبل! تمہیں خوش آمدید، ہمارے مداح اور محبّ اور ہاتھ اور زبان سے ہماری مدد کرنے والے کو خوش آمدید ہو۔

اسی دعبل کا بیٹا علی بن دعبل روایت کرتا ہے کہ وفات کے وقت میرے والد کا چہرہ سیاہ ہوگیا اور ان کی زبان بند ہوگئی تھی۔ میں یہ ماجرا دیکھ کر بے حد پریشان ہوا اور میں مذہب اہلبیتؑ کے متعلق نظر ثانی پر مجبور ہونے ہی والا تھا کہ تین دن بعد اپنے والد کو عالم خواب میں دیکھا، انہوں نے سفید براق قسم کا لباس پہنا ہوا تھا اور ان کے سر پر سفید رومال تھا، میں نے عرض کی :

"اباجان! اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا؟"

انہوں نے کہا: "بیٹا! تم نے جو آخر وقت میں میرے چہرے کی سیاہی اور زبان کی بندش کو دیکھا تو اس کا سبب میری وہ شراب نوشی تھی جو میں اپنی زندگی میں کیا کرتا تھا، اسی شراب نوشی کی وجہ سے میں آج تک تکلیف میں مبتلا رہا اور آج پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپؐ نے سفید لباس زیب تن کیا ہوا تھا اور مجھ سے فرمایا: "تو دعبل ہے ؟"

میں نے عرض کی : "جی ہاں! میں دعبل ہوں۔"

آپؐ نے فرمایا: "مجھے کوئی ایسا شعر سناؤ جو تم نے میرے مظلوم فرزند

حسینؑ کے لئے کہا ہو۔"

میں نے حضور اکرمؐ کو اپنے یہ شعر سنائے:

لا اضحك الله سن الدهر ان ضحكت
وال احمد مظلومون قد قهروا
مشردون نفوا عن عقر دار هم
كانهم قد جنوا ماليس يغفر

اگر زمانہ ہنسنا چاہے تو خدا اس کے چہرے کو کبھی ہنسنا نصیب نہ کرے جبکہ آل محمد مظلوم ہیں اور ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ وہ آج دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں انہیں ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے گویا انہوں نے کوئی ایسا جرم کیا ہے جو قابل معافی نہیں ہے۔

حضور اکرمؐ نے یہ سن کر فرمایا: "بہت اچھا۔" پھر آپؐ نے میری شفاعت فرمائی اور یہ لباس عطا کیا جو تم اس وقت دیکھ رہے ہو۔(روضات الجنات ص ۲۸۱، بحارالانوار ج ۱۲ ص ۷۲)

حکیم سنائی نے شراب کی مذمت میں نظم تحریر کی تھی جس کا ایک مصرعہ یہ ہے:

گر کنی بخشش ، گویند فی کرد نه وی
ور کنی عربده گویند که وی کرد نه فی

اگر شراب پی کر سخاوت کروگے تو لوگ کہیں گے کہ سخاوت شراب نے کی ہے اس نے نہیں کی اور اگر برائی کروگے تو لوگ کہیں گے کہ برائی اس نے کی ہے شراب نے نہیں کی۔

صفوی حکومت کا آفتاب کیوں غروب ہوا؟

شاہ طہماسپ نے نادر کی اطلاع اور اجازت کے بغیر عثمانی ترکوں سے جنگ کی اور شکست کھائی۔ جس کے نتیجے میں اسے عثمانی حکومت سے ذلت آمیز شرائط پر صلح کرنی پڑی۔

نادر نے مذکورہ صلح کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور اصفہان چلا گیا اور شاہ طہماسپ کو کافی سرزنش کی اور پھر دوسری رات اسے فوجی چھاؤنی بلایا۔

اسی رات شاہ طہاسپ نے بے تحاشا شراب پی رکھی تھی اور نشہ میں دھت ہو کر نادر کے پاس گیا اور احمقانہ حرکات کرنے لگا۔

نادر نے فوجی افسران سے کہا: "کیا یہ شخص ایران جیسے حساس ملک کی حکومت کے لائق ہو سکتا ہے؟"

سب نے نفی میں جواب دیا۔ نادر نے اسے حکومت سے معزول کردیا اور اسے تخت و تاج سے علیحدہ کردیا اور یوں شاہ اسماعیل اور شاہ عباس کبیر کے ہاتھوں پروان چڑھنے والی سلطنت ایک شرابی کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔(مضرات نوشابہ الکلی ص ۶۲)

شراب خور کا یہ انجام بھی ممکن ہے

ظہور اسلام کے بعد مکہ کے قریشی مسلمانوں کو تنگ کرتے تھے اور انہیں طرح طرح کی اذیتیں دیا کرتے تھے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ جانے

کی اجازت دی۔ چنانچہ کچھ مسلمان حضرت جعفر طیار علیہ السلام کی زیر قیادت نجاشی کے ملک حبشہ چلے گئے۔ کفار کو ان کے جانے کا افسوس ہوا اور انہیں یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اب مہاجرین کے ذریعے سے اسلام حبشہ کی سرزمین میں بھی متعارف ہو جائے گا۔

انہوں نے ایک سفارت تشکیل دی جس میں عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید سر فہرست تھے اور انہیں بہت سے تحفے دے کر حبشہ بھیجا گیا کہ نجاشی اور اس کے مشیروں کو یہ ہدیے دے کر مہاجرین کو وہاں سے نکالا جا سکے۔ عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید سمندری کشتی کے ذریعے سے حبشہ روانہ ہوئے، اس سفر میں عمرو بن العاص کی بیوی بھی اس کے ہمراہ تھی۔

عمارہ بن ولید انتہائی خوبصورت اور بدقماش انسان تھا اور شراب کا بے حد رسیا تھا۔ عمرو بن العاص اور عمارہ مل کر مے نوشی کیا کرتے تھے اور عمارہ مخلوط اجتماع کی وجہ سے عمرو بن العاص کی بیوی پر عاشق ہو گیا اور ایک مرتبہ جب دونوں مے نوشی کی وجہ سے بدمست ہو چکے تھے تو عمارہ نے عمرو کی بیوی سے کہا: "تم میرا بوسہ لو۔" اور شراب نے عمرو کو بھی اس درجہ غیرت سے عاری کر دیا تھا کہ اس نے بیوی سے کہا: "تم عمارہ کو بوسہ دو۔" عورت نے عمارہ کو بوسہ دیا اور یوں دونوں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہوتے گئے۔

ایک مرتبہ جبکہ عمرو جہاز کے عرشے پر کھڑا تھا تو عمارہ نے اسے سمندر میں دھکا دیا۔ بڑی مشکل سے عمرو نے جان بچائی اور عمرو کے دل میں اس کے خلاف کینہ پیدا ہو گیا۔

جب دونوں حبشہ پہنچے تو وہاں کئی ماہ تک مقیم رہے۔ عمارہ نے کسی

طرح سے نجاشی کی بیوی کے پاس آمد و رفت کا سلسلہ پیدا کر لیا اور نجاشی کی بیوی سے بھی اس کی آشنائی پیدا ہو گئی اور پھر عمارہ، عمرو کو روزانہ اپنی محبت اور عشق کی داستانیں سنایا کرتا تھا۔

ایک دن عمرو نے کہا: "میں تمہاری باتوں کو اس وقت تک تسلیم نہیں کروں گا جب تک تم اس کی بیوی سے نجاشی کا مخصوص عطر لے کر مجھے نہ دکھاؤ گے۔"

چنانچہ دوسرے دن عمارہ نے عطر کی مخصوص شیشی عمرو کو لا کر دی۔ عمرو نے چوری چھپے جا کر نجاشی کو اپنے ہم سفر کی خیانت سے مطلع کیا۔ نجاشی نے بظاہر عمارہ کو کوئی سزا نہ دی لیکن انہوں نے دوران ضیافت اسے ایک عجیب و غریب دوائی کھلا دی جس کا اثر یہ ہوا کہ عمارہ نے انسانوں کی صحبت کو چھوڑ دیا اور حیوانات کے ساتھ رہنے لگا۔

عمرو بن العاص بڑی مشکل سے اسے واپس مکہ لایا لیکن یہاں پہنچ کر وہ انسانوں کی محفلوں میں نہ بیٹھا، جنگلوں میں چلا گیا اور جنگلی حیوانات کے ساتھ مل کر اچھل کود کیا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ قریش نے اسے بڑی مشکل سے پکڑا تو وہ چیخنے چلانے لگا اور واپس جنگل جانے کے لئے بڑے جتن کرنے لگا اور اتنا مضطرب ہوا کہ قریش کے ہاتھوں اس نے جان دے دی۔ (الغدیر ج ۲ ۱۲۶)

شراب نے برامکہ کا خانہ خراب کیا

ہارون الرشید، جعفر برمکی کا شیدائی تھا اور اسے دیکھے بغیر اسے چین

نہیں آتا تھا، ہارون کی ایک بہن تھی جس کا نام عباسہ تھا، ہارون کو اپنی بہن سے بھی بے پناہ محبت تھی۔ اس الفت و محبت کی وجہ سے ہارون بڑا پریشان تھا کہ اگر وہ عباسہ کے پاس وقت بسر کرتا تو جعفر کی صحبت سے اسے محروم ہونا پڑتا تھا اور اگر وہ جعفر کے پاس بیٹھتا تو اسے اپنی بہن کی یاد اور محبت ستایا کرتی تھی۔ آخرکار اس نے اس مسئلہ کا حل یہ سوچا کہ دونوں کا آپس میں نکاح کر دیا جائے تاکہ وہ دونوں کی محبتوں کو بیک وقت سمیٹ سکے۔

اس نے جعفر سے کہا کہ میں اپنی بہن عباسہ کو تمہارے نکاح میں دیتا ہوں لیکن اس کے لئے میری ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ میری مجلس کے علاوہ تم دونوں آپس میں اکٹھے نہیں بیٹھو گے اور اس سے جنسی تعلقات قائم نہیں کرو گے۔

جعفر نے پہلے پہل بڑی معذرت کی لیکن ہارون کے اصرار پر اسے یہ شرط قبول کرنی پڑی۔ بہر نوع ان دونوں کا عقد پڑھ دیا گیا اور وہ دونوں ہارون کے دربار میں اکٹھے بیٹھا کرتے تھے۔

عباسہ شوہر کے وصال کی خواہش مند تھی لیکن جعفر اس کی خواہش کو ٹھکراتا رہا۔ عباسہ نے جعفر کی ماں سے منت سماجت کی کہ: "کسی طرح سے جعفر کو اس کے ساتھ شب باشی کے لئے آمادہ کرو۔"

جعفر کی ماں روزانہ جعفر سے کہتی: "بیٹا! میں نے تمہارے لئے ایک خوبصورت کنیز خریدی ہے اور وہ شکل و صورت کے اعتبار سے بے مثال ہے، جب تم اسے دیکھو گے تو تمہیں اس کے چہرے کے سامنے چاند بھی ماند نظر آئے گا۔" وہ یوں ہر روز اس کی خواہش کو برانگیختہ کرتی رہی۔

ایک شب جب کہ جعفر نے خوب شراب پی ہوئی تھی تو ماں سے کہا: "تم روزانہ کنیز کا ذکر کرتی ہو لیکن تم نے مجھے ابھی تک اس کے وصل سے محروم رکھا ہوا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آج شب اسے میرے خلوت کدہ میں بھیجا جائے۔"

جعفر کی ماں یہ سن کر خوش ہوگئی اور عباسہ سے جاکر کہا: "تمہیں مبارک ہو تمہاری وصل کی گھڑی آگئی ہے۔"

عباسہ، جعفر کے خلوت کدہ میں داخل ہوگئی اور دونوں ایک دوسرے سے متمتع ہوئے، جب صبح ہونے لگی تو عباسہ نے کہا: "جعفر! تم نے شاہزادیوں کی چالاکی دیکھی؟"

اس کے باوجود بھی جعفر کو اصل حقیقت کا علم نہ ہوا تو عباسہ نے کہا: "جعفر! ہوش میں آؤ اور مجھے پہچانو میں تمہاری بیوی عباسہ ہوں۔"

عباسہ کے ان الفاظ نے کوڑے کا کام دیا، جعفر کا نشہ ہرن ہوگیا اور اپنی ماں کے پاس آیا اور لرزتے ہوئے لہجے میں کہا: "تم نے مجھے انتہائی قلیل معاوضہ کے بدلے میں فروخت کیا ہے اور اس رات کا نتیجہ عنقریب تمہارے سامنے آجائے گا۔"

اس رات کے نتیجہ میں عباسہ حاملہ ہوگئی اور اسے ایک بچہ پیدا ہوا جسے بڑے مخفی انداز میں دایہ کے ہاتھوں مکہ بھیج دیا گیا۔ مگر ہارون کی بیوی زبیدہ کو سارے واقعے کی اطلاع ہوگئی، وہ برامکہ کو سخت ناپسند کرتی تھی، اس نے ایک دن مناسب موقع پاکر تمام واقعہ ہارون کے گوش گزار کردیا، ہارون نے پہلے پہل تو زبیدہ کی بات کا یقین نہ کیا لیکن جب زبیدہ نے اس مقام کی بھی نشاندہی

کردی جہاں جعفر اور عباسہ کا بیٹا پرورش پا رہا تھا تو ہارون نے اس سال حج کی تیاری کی اور مکہ آیا اور مکہ میں رہ کر اس نے تمام حالات کی تحقیق کی تو اسے زبیدہ کی بات سچ نظر آئی۔

حج سے واپسی پر ہارون نے خاندان برامکہ کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ مکہ سے ہارون جب بغداد واپس آیا تو ایک رات قمر نامی سیر گاہ میں کافی دیر تک جعفر کے ساتھ خوش گپیاں کرتا رہا اور اس نے سندی بن شاہک کو یہ حکم دیا کہ وہ برامکہ کے تمام محلات کو اپنے محاصرے میں لے لے۔

جب جعفر ہارون سے رخصت ہو کر اپنے محل میں گیا تو ہارون نے اپنے خادم مسرور کو بلا کر کہا: "مسرور! میں تمہارے ذمہ ایک ایسا کام لگانا چاہتا ہوں جس کا اہل میں اپنے بیٹوں کو بھی نہیں سمجھتا، تو بتاؤ کیا تم میرا وہ کام کرو گے؟"

مسرور نے کہا: "اگر آپ حکم دیں تو میں آپ کے حکم پر اپنے شکم میں چھری گھونپنے پر بھی آمادہ ہوں۔"

یہ سن کر ہارون نے کہا: "تو کیا تم جعفر کو جانتے ہو؟"

مسرور نے کہا: "میں بھلا جعفر سے کیسے ناواقف رہ سکتا ہوں۔"

تو ہارون نے کہا: "اب میرا حکم یہ ہے کہ تم جاؤ اور جعفر کو اس وقت جس حال میں بھی پاؤ اس کی گردن جدا کر دو اور اس کا سر میرے پاس لاؤ۔"

بادشاہ کا حکم سن کر مسرور گیا اور جعفر کو بلا کر ہارون کا یہ حکم سنایا تو جعفر نے کہا: "تمہیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اصل بات یہ ہے کہ ہارون بعض اوقات مجھ سے اس طرح کا مذاق کیا کرتا ہے تم مجھے کم از کم آج کی

رات کی ہی مہلت دے دو۔"

مسرور نے اس کی درخواست قبول نہ کی اور اسے اپنے ساتھ پکڑ کر ہارون کے خیمہ کے قریب لا کر بٹھایا اور خود ہارون کے پاس گیا اور اس سے کہا: "میں جعفر کو لے آیا ہوں۔"

ہارون نے غصے میں کہا: "اسے فوراً قتل کر دو۔"

مسرور واپس آیا اور جعفر سے کہا: "تم نے بادشاہ کا حکم سن لیا ہے، اب تم قتل کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔"

جعفر نے جیب سے رومال نکال کر اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی اور گردن جھکادی۔ مسرور نے بے دریغ اس کا سر قلم کر دیا اور اس کا سر ہارون کے قدموں میں ڈال دیا۔

ہارون نے جعفر کے سر کو اپنے سامنے رکھ کر کہا: "جعفر! تم نے یہ جرم کیا تھا، تم نے وہ جرم کیا تھا وغیرہ وغیرہ۔"

پھر مسرور سے کہا: "جاؤ تم فلاں فلاں شخص کو میرے پاس لاؤ۔"

مسرور مذکورہ افراد کو لے کر ہارون کے پاس آیا تو ہارون نے ان سے کہا: "تم فوراً مسرور کو قتل کر دو کیونکہ میں جعفر کے قاتل کو زندہ نہیں دیکھ سکتا۔ (مروج الذہب مسعودی ج ۲ ص ۳۸۶)

شراب کے لئے امام علی رضاؑ کا فرمان

فضل بن شاذان نے امام علی رضا علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "جب امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس شام لایا گیا تو یزید نے حکم

دیا کہ دستر خوان بچھایا جائے، دستر خوان بچھایا گیا تو اس پر یزید اپنے دوستوں سمیت بیٹھ گیا اور شراب پینے لگا۔ پھر اس نے کہا کہ شطرنج لائی جائے، شطرنج لائی گئی تو وہ شطرنج کھیلنے میں مشغول ہو گیا اور امام حسین علیہ السلام کے والد اور نانا کا تذکرہ کر کے مذاق اڑاتا رہا اور وہ ملعون پیالہ کی بچی ہوئی شراب کو اسی طشت کے قریب پھینکتا جس میں امام مظلوم کا سر اقدس تھا۔"

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "فمن كان من شيعتنا فليستورع من شرب الخمر ولعب الشطرنج." پس جو ہمارا شیعہ ہے اسے چاہئے کہ وہ شراب نہ پیئے اور شطرنج نہ کھیلے اور جب کبھی اس کی نظر شراب اور شطرنج پر پڑے تو امام حسین علی السلام کو یاد کرے اور یزید پر لعنت کرے اللہ تعالیٰ اس عمل کے بدلے میں اس کے گناہ معاف کردے گا۔ اگرچہ اس کے گناہ ستاروں کی تعداد کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ (روضات الجنات ص ۱۳۲)

حنفی مذہب اور نبیذ

امام ابو حنیفہ نے نبیذ کو حلال قرار دیا ہے جبکہ امت کے باقی علماء اسے شراب قرار دے کر حرام اور نجس قرار دیتے ہیں۔ ویسے بھی امام ابو حنیفہ کی فقہ بھی انتہائی عجیب ہے جس میں بہت سے ایسے مسائل ہیں جنہیں کسی بھی انسان کی طبع سلیم قبول نہیں کر سکتی۔

مثلاً فقہ حنفی کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ماں یا بہن سے جان بوجھ کر نکاح کرے تو اس پر زنا کی حد شرعی نافذ نہ ہو گی اور اس نکاح سے پیدا ہونے والا بچہ بھی اسی سے ملحق کیا جائے گا اور اس سے بھی زیادہ عجیب

فقہ حنفی کا یہ مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ بااین طور ہمبستر ہو کہ وہ آلہ تناسل کو کسی کپڑے وغیرہ سے لپیٹے ہوئے ہو تو ایسے شخص پر زنا کی حد شرعی نافذ نہیں ہوگی۔ البتہ قاضی کو چاہئے کہ وہ اسے سخت قسم کے الفاظ سے سرزنش کرے۔

فقہ حنفی کے گلستان میں کس طرح کے بیل بوٹے ہیں اس کے لئے سلطان محمود غزنوی کے دور کا ایک واقعہ ہی کافی ہے:

مشہور مورخ ابن خلکان اپنی کتاب وضیات الاعیان میں لکھتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی کو احادیث سننے کا بہت شوق تھا جب وہ احادیث سنتا تو وہ محسوس کرتا کہ احادیث فقہ شافعی کو تقویت دیتی ہیں جبکہ سلطان فقہ حنفی کا پیروکار تھا۔ اس نے فقہ حنفی و فقہ شافعی دونوں کے علماء کو دربار میں بلا کر کہا:

"آپ اپنی اپنی فقہ کی برتری کے دلائل بیان کریں۔"

ان علماء میں مشہور شافعی عالم قفال مروزی موجود تھے انہوں نے کہا:

"سلطان! آپ ان طویل بحثوں میں اپنا وقت ضائع نہ کریں آپ دونوں فقہوں کی دو دو رکعت نماز دیکھ کر خود ہی فیصلہ کر لیں۔"

سلطان نے کہا: "درست ہے، مجھے دو رکعت نماز مذہب شافعی کے مطابق پڑھ کر دکھاؤ اور دو رکعت نماز فقہ حنفی کے مطابق بھی پڑھ کر دکھاؤ۔"

قفال مروزی نے سلطان کے سامنے وضو کیا اور دو رکعت نماز بڑے ہی خشوع و خضوع سے ادا کر کے کہا: "یہ فقہ شافعی کی تجویز کردہ نماز ہے، اب میں آپ کو فقہ حنفی کے مطابق بھی دو رکعت نماز پڑھ کر دکھاتا ہوں اور جب آپ نے دو رکعت نماز دیکھ لی تو پھر آپ کو فقہ حنفی کے باطل ہونے کے

لئے کسی اور دلیل کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔"

قفال مروزی کھڑے ہوئے اور کتے کی رنگی ہوئی کھال کندھے پر ڈالی اور سر کو نجاست سے آلودہ کیا اور خرما کے شیرے سے وضو کیا، گرمیوں کا موسم تھا شیرے کی وجہ سے مکھیاں اور مچھر اس پر بھنبھنانے لگے۔ پھر اس نے نماز شروع کی۔ تکبیر الاحرام "اللہ اکبر" کہنے کی بجائے اس نے فارسی میں کہا: "خدا بزرگ است" اور پھر سورۃ رحمان کی آیت "مدھامتان" کا ترجمہ فارسی میں یہ کیا "برگ سبز"، پھر سجدے میں چلا گیا اور مرغ کی طرح زمین پر دو ٹھونگے مارے، تشہد پڑھی اور سلام کے بجائے اس نے زور سے اپنے پیٹ کی ہوا خارج کی اور نماز سے فارغ ہوگیا اور کہا: "سلطان معظم! یہ نماز فقہ حنفی کے مطابق ہے۔"

سلطان یہ نماز دیکھ کر سخت ناراض ہوا اور کہا: "یہ کیسی نماز ہے؟ کوئی بھی مسلمان اسے نماز نہیں کہہ سکتا، اگر تم نے اپنی اس نماز کو فقہ حنفیہ کی کتابوں سے ثابت نہ کیا تو میں تمہیں قتل کردوں گا۔"

پھر سلطان نے چند افراد کو حکم دیا کہ وہ قفال سے حنفی کتابوں کا ثبوت مانگیں اور مذکورہ نماز کا جواز کتب حنفیہ سے حاصل کریں۔

چنانچہ قفال نے اپنی پڑھی ہوئی نماز سلطان کے مقرر کردہ افراد کو کتب حنفیہ سے دکھائی اور ان افراد نے سلطان کے پاس توثیق کی کہ واقعی یہ نماز فقہ حنفیہ کے مطابق ہے۔

اسی دن سے سلطان نے فقہ حنفی کو چھوڑ کر فقہ شافعی کو اختیار کیا۔

یزید بن عبدالملک اور شراب

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید بن عبدالملک سریر آرائے سلطنت ہوا اور یہ بدبخت لہو و لعب اور شراب خوری کا رسیا تھا۔ اس کے حرم سرا میں سینکڑوں کنیزیں تھیں جن میں سے دو کنیزوں "سلامۃ النفس" اور "حبابہ" نامی کنیزوں سے وہ بے حد عشق کیا کرتا تھا اور وہ دونوں اپنے وقت کی عمدہ گلوکارہ تھیں۔

ولید جب شراب نوشی کی محفل جماتا تو ان میں سے ایک کو دائیں اور دوسری کو بائیں پہلو میں بٹھاتا تھا اور دو کنیزیں ساز بجاتیں اور "خلافت مآب" شراب نوش فرماتے تھے۔ اور جب شراب و شباب میں بدبخت پوری طرح مست ہوتا تو کہتا تھا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں پرواز کروں، یہ سن کر کنیزیں کہتی تھیں کہ خدارا یہ ظلم مت کریں، امت کو بے سہارا مت کریں۔ یہ منحوس خلیفہ ان کنیزوں سے ایک آن کے لئے جدا ہونا پسند نہیں کرتا تھا۔

ایک مرتبہ حبابہ نامی کنیز بیمار ہوئی تو خلیفہ صاحب اس کی پٹی سے لگ کر بیٹھ گئے۔ چند دن بعد وہ مر گئی تو خلیفہ صاحب اسے دفن کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے اور ہر وقت اس کے مردہ جسم کو تکتے جاتے تھے۔ آخرکار نوبت بآنجا رسید کہ اس کا جسم متعفن ہوگیا اور پورے محل میں بدبو پھیلنے لگی۔ خلیفہ کے مقربین نے اسے لعنت ملامت کی تو اس نے کنیز کے جسم کو دفن کرنے کی اجازت دی اور اس کی جدائی خلیفہ جی پر اتنی شاق گزری کہ چند دن بعد خلیفہ دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگیا۔

اس سے پہلے اسکا ہم نام یزید لعین بھی شراب نوشی میں اپنی مثال آپ

تھا اور وہ بدبخت اپنے ہم پیالہ لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر یہ شعر پڑھا کرتا تھا:

دع المساجد للعباد تسكنها
واجلس على دكة الخمار و اسقينا
ما قال ربك ويل للذى شربا
بل قال ربك ويل للمصلينا

مساجد کو عبادت گزاروں کے حوالے کردو اور میخانہ کے تھڑے پر بیٹھ جا اور ہمیں شراب پلا۔ تیرے رب نے یہ نہیں کہا کہ شراب پینے والوں کی تباہی ہے بلکہ تیرے رب نے یہ کہا ہے کہ نماز پڑھنے والوں کے لئے ہلاکت و تباہی ہے۔(مروج الذہب مسعودی)

ولید بن یزید بدترین شرابی

یزید بن عبدالملک کا بیٹا ولید بن یزید باپ کی طرح بدترین شرابی تھا اور امت اسلامیہ کی بدنصیبی ملاحظہ فرمائیں کہ یہ لوگ بھی امت اسلامیہ کے سربراہ گزرے ہیں۔ یزید بن عبدالملک کا عرصہ حکومت تین حالتوں سے عبارت تھا: خلیفہ یا تو شراب نوشی میں مصروف ہوتا تھا، یا جوا بازی میں اپنا وقت برباد کرتا، یا محفل موسیقی سجی ہوتی اور خلیفہ بربط و رباب کی سروں سے اپنے آپ کو محظوظ کرتا نظر آتا تھا۔

ایک مرتبہ چند اعرابی کسی کام کے سلسلے میں اس کے پاس آئے۔ دربانوں نے خلیفہ کو ملاقاتیوں کی اطلاع دی اور خلیفہ نے انہیں آنے کی اجازت دی۔ جب وہ اندر داخل ہوئے تو شراب کی محفل سجی ہوئی تھی۔ انہوں نے یہ

منظر دیکھ کر کہا: "ایسا شخص خلافت کے عہدے کے لائق نہیں ہے۔"

یہ سن کر خلیفہ نے ندیموں کو حکم دیا کہ مہمانوں کو بھی شراب پلائی جائے۔ انہوں نے شراب پینے سے انکار کیا تو خلیفہ نے حکم دیا انہیں زبردستی شراب پلائی جائے۔ چنانچہ دربار میں خلیفہ کے حکم کی حرف بہ حرف تعمیل کی گئی۔

ولید کی خباثتوں کے تذکرے کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ اس کی خباثت کے اثبات کے لئے ذیل کا ایک واقعہ ہی کافی ہے:

ولید نے ایک کنیز سے صحبت کی اور اتنے میں دروازے پر مؤذن نے آکر نماز کی اطلاع دی۔ ولید نے کنیز کو اپنا جبہ پہنا کر مسجد میں بھیج دیا کہ تو مسجد میں جاکر مسلمانوں کو نماز پڑھادے۔ چنانچہ اس کنیز نے حالت جنابت میں جاکر مسجد اموی میں نماز پڑھائی۔

ولید نے اپنے محل میں ایک حوض بنایا ہوا تھا جو کہ ہر وقت شراب سے بھرا ہوتا تھا اور جب ولید کو شراب کی طلب ہوتی تو جانوروں کی طرح سے حوض کے کناروں پر بیٹھ کر شراب پیتا تھا۔

مورخ ماوردی رقم طراز ہیں کہ ولید نے ایک مرتبہ قرآن سے فال نکالی تو یہ آیت برآمد ہوئی: "وخاب كل جبار عنيد" ہر سرکش جابر ناکام ہوگیا۔" قرآن کی یہ آیت دیکھ کر ولید کو قرآن پر غصہ آیا اور تیر کمان اٹھا کر قرآن پر تیر برسانے لگا اور یہ شعر پڑھنے لگا:

اتوعد كل جبار عنيد
فها انا ذاك جبار عنيد

اذا ماجئت ربك يوم حشر

فقل لله مزقني الوليد

کیا ہر سرکش جابر کو تو دھمکیاں دیتا ہے، تو سن لے وہ سرکش جابر میں ہوں۔ جب قیامت کے روز تیری تیرے خدا سے ملاقات ہو تو اسے کہہ دینا کہ ولید نے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔

شراب ام الخبائث ہے

حضرت اصبغ بن نباتہ راوی ہیں کہ جب مولائے کائنات امیر المؤمنینؑ کو ظاہری خلافت ملی اور لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی تو آپؑ نے خلعت ابراہیمی زیب تن کی، عصائے موسیٰ ہاتھ میں لیا اور دستار محمدؐ کو سر پر سجایا اور انگشتر سلیمان کو انگلی میں پہن کر منبر پر تشریف لائے اور آپؑ نے خلافت ظاہری کا پہلا خطبہ دیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: "سلونی قبل ان تفقدونی." تم نے جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ تم مجھے کھو دو۔"

آپؑ کا یہ اعلان سن کر ایک شخص نے ایک سوال کیا، آپؑ نے جواب دیا۔ پھر آپؑ نے دوبارہ یہی اعلان کیا تو اشعث بن قیس نے آپؑ سے پوچھا: "یہ بتائیں کہ مجوسی نہ تو اہل کتاب ہیں اور نہ ہی مجوسیوں میں کوئی نبی مبعوث ہوا، اس کے باوجود آپؑ مجوس سے جزیہ کیوں لیتے ہیں؟"

آپؑ نے فرمایا: "اللہ جل شانہ نے مجوس میں ایک نبی بھیجا اور اس پر کتاب نازل فرمائی، اس زمانے میں مجوسیوں کا ایک بادشاہ جو کہ بلانوش تھا، ایک

رات اس نے شراب پی اور ہوش و حواس سے بیگانہ ہوا تو اس نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا، لڑکی نے باپ کی زیادتی سے لوگوں کو آگاہ کیا تو لوگ جمع ہو کر بادشاہ کے پاس آئے اور کہا کہ تو نے ہمارے دین کو فاسد کیا ہے، تجھے چاہئے کہ توبہ کر کے اپنے آپ کو اس گناہ سے پاک کرو ورنہ ہم حد شرعی جاری کرینگے۔

بادشاہ نے کہا: "پہلے تم سب لوگ جمع ہو جاؤ اور میری بات سنو اگر تمہیں میری بات معقول نظر آئے تو اسے تسلیم کرنا ورنہ جو تمہارا جی چاہے مجھ سے سلوک کرنا۔"

اس شہر کے پیر و جواں تمام جمع ہوئے تو بادشاہ نے کہا: "لوگو سنو! اللہ کی تمام مخلوق میں سے آدم و حوا اللہ کو سب سے زیادہ پیارے ہیں کیا تم لوگ اس بات کی تصدیق کرتے ہو؟"

سب نے کہا: "جی ہاں! ہم تصدیق کرتے ہیں۔"

بادشاہ نے کہا: "آدم نے بھی حوا کو اپنی بیوی بنایا جبکہ حوا آدم کے وجود سے ہی پیدا ہوئی تھی اور اس کے بعد آدم نے اپنی اولاد کا نکاح ان کی بہنوں سے کیا تھا، اگر بیٹی سے ہم بستر ہونا حرام ہوتا تو آدم، حوا کا شوہر نہ بنتا اور اگر بہنوں سے نکاح حرام ہوتا تو آدم اپنے بیٹوں کا نکاح اپنی بیٹیوں سے نہ کرتا۔"

یہ بات سن کر سب لوگ مطمئن ہو گئے اور انہوں نے پھر محرمات سے نکاح شروع کر دیئے ان کے اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے سینوں سے علم محو فرما دیا اور ان کے درمیان سے اپنی کتاب اٹھالی۔ یہ لوگ کافر ہیں بغیر حساب کے دوزخ میں جائیں گے لیکن منافق ان سے بھی بدتر ہیں۔"

وضاحت: مجوسی بادشاہ کا یہ استدلال غلط ہے کیونکہ آل محمد علیہم

السلام نے بڑی وضاحت سے اعلان فرمایا ہے کہ جناب حوا حضرت آدم کی پسلی سے پیدا نہیں ہوئی تھیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت آدم کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا کیا اور شیخ صدوق نے اپنی کتاب "من لایحضره الفقیه" میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آدم کے ایک بیٹے کے لئے جنت سے حور بھیجی اور حضرت آدم نے اپنے بیٹے کا نکاح حور سے کیا اور دوسرے بیٹے کے لئے قوم جنات میں سے مادہ جنی کو شکل انسانی میں تشکل کر کے بھیجا گیا، حضرت آدم نے اپنے دوسرے بیٹے کا نکاح اس جنی عورت سے کیا، پھر ان دونوں بیٹوں کی آگے اولادیں ہوئیں، پھر ایک دوسرے سے رشتے ہونے لگے، اسی لئے انسانوں میں جو خوبصورتی نظر آتی ہے وہ اسی حور کی وجہ سے ہے اور جو بداخلاقی پائی جاتی ہے وہ اسی جنی عورت کی وجہ سے ہے۔

ایرج میرزا کی نظم

موضوع کی مناسبت سے ہم ایرج میرزا کی یہ نظم اپنے قارئین کی نذر کرتے ہیں:

ابلیس شبی رفت به بالین جوانی
آراسته باشکل مهیبی سرو بر را
گفتا که صنم مرگ اگر خواهی زنهار
باید بگزینی تدیکی زین سه خطر را

یا ان پدر پیر خودت رابکشی زار
یا بشکنی از خواهر خود سینه و سر را
یا خود زمی ناب بنوشی دوسه ساغر
تا آنکه بپوشم ز هلاك تو نظر را
لرزید ازین بیم جوان برخود و جاداشت
کز مرگ فتدلرزه بتن ضیغم نر را
گفتا که نکنم با پدر و خواهرم این کار
لیکن بمی از خویش کنم دفع ضرر را
جامی دوسه می خورد چو شد چیره زمستی
هم خواهر خود را زد وهم کشت پدر را
اے کاش شود خشك بن تاك و خداوند
زین مایه شر حفظ کند نوع بشر را

ایک رات ابلیس ڈراؤنی شکل و صورت لے کر ایک جوان کے سرہانے گیا، اس سے کہا کہ میں تیری موت ہوں اگر تو مجھ سے نجات چاہتا ہے تو تین کاموں میں سے ایک کام تجھے کرنا ہوگا۔

یا تو اپنے باپ کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرو یا اپنی بہن کو زدو کوب کرو، اگر یہ دونوں کام مشکل نظر آئیں تو پھر شراب کے دو تین جام پیو تاکہ میں تمہاری ہلاکت کے متعلق نظر ثانی کر سکوں۔

نوجوان یہ باتیں سن کر لرز اٹھا اور موت کے نام سے شیروں کے بدن پر بھی لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

کہنے لگا کہ میں تیرے کہنے پر نہ تو بوڑھے باپ کو قتل کروں گا اور نہ ہی اپنی بہن کو پیٹوں گا، البتہ اس موت کو میں شراب سے دور کروں گا۔

اس نے شراب کے دو تین جام پیئے اور جب وہ شراب کی وجہ سے مست ہوگیا تو اس نے مستی میں آکر اپنے بوڑھے باپ کو قتل کردیا اور بہن کو بھی خوب مارا پیٹا۔

کاش کہ دنیا میں انگور کی بیل ہی خشک ہو جائے تاکہ دختر انگور دنیا میں جن ہی نہ سکے اور اللہ تعالیٰ اس ام الخبائث سے نوع بشر کو محفوظ رکھے۔

شرابی سے کیا سلوک روا رکھنا چاہئے؟

حماد نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی آپؑ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی شراب کو حرام قرار دیا، اگر شرابی اپنے لئے رشتہ طلب کرے تو اسے رشتہ نہیں دینا چاہئے اور اس کی بات کی تصدیق نہیں کرنی چاہئے، اگر وہ کسی کے لئے سفارش کرنے تو اس کی سفارش قبول نہیں کرنی چاہئے اور شرابی کے پاس کسی طرح کی امانت نہیں رکھنی چاہئے، اگر کوئی شخص شرابی کے پاس امانت رکھے اور شرابی اس کی امانت کو تلف کردے تو اللہ تعالیٰ صاحب امانت کو اس کا کوئی اجر نہیں دے گا اور نہ ہی اس کی امانت کی تلافی کرے گا۔

میں نے ایک مرتبہ ارادہ کیا تھا کہ فلاں شخص کو کچھ رقم دوں تاکہ وہ میرا امین بن کر مال تجارت یمن لے جائے۔ میں مشورے کے لئے اپنے پدر بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس گیا اور ان کی خدمت میں عرض کی کہ

میں فلاں شخص کو سرمایہ دے کر یمن بھیجنا چاہتا ہوں، اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

تو انہوں نے فرمایا: "تم نہیں جانتے کہ وہ شراب پیتا ہے؟"

میں نے عرض کی: "بعض مؤمن یہ بات بھی کہتے ہیں۔"

تو میرے والد بزرگوار نے فرمایا: "تم ان کی بات کی تصدیق کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے "یؤمن باللّٰہ و یؤمن للمؤمنین" کہ میرا حبیب اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور مؤمنین کی باتوں کی تصدیق کرتا ہے۔"

اس کے بعد میرے والد طاہر علیہ السلام نے فرمایا: "بیٹا اگر تم نے اس کے ہاتھ میں سرمایہ دیا اور اس نے تمہارا سرمایہ تلف کردیا تو اللہ نہ تو تمہیں اس کی پاداش دے گا اور نہ ہی مذکورہ سرمایہ کی تلافی کرے گا۔"

میں نے عرض کی: "اباجان! وہ کیسے۔"

تو انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "ولا تؤتو السفهاء اموالكم التى جعل الله لكم قياما" نادانوں کو اپنا مال نہ دو اللہ نے اس مال کو تیرے لئے مایہ حیات بنایا ہے اور شرابی سے بڑھ کر نادان اور کون ہوسکتا ہے؟"

پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "ان العبد لايزال فى فسحة من ربه مالم يشرب الخمر فاذا شربها خرق الله سرباله فكان ولده واخوه وسمعه وبصره ويده ورجله ابليس يسوقه الى كل شر ويصرفه عن كل خير" بندہ جب تک شراب نہ پیئے اللہ کی نگہبانی اور مغفرت کے دائرے میں رہتا ہے اور جب شراب پی لے تو اللہ تعالیٰ اپنے حفاظتی حصار کو اس سے

ہٹا دیتا ہے، پھر ابلیس اس کا بھائی، بیٹا، آنکھ، کان اور ہاتھ بن جاتا ہے، یعنی وہ ہر لحاظ سے ابلیس کے قبضے میں آجاتا ہے، پھر ابلیس اسے ہر برائی کی طرف لے جاتا ہے اور اسے ہر نیکی سے روک دیتا ہے۔" (بحار الانوار ج ۱۴ ص ۹۱۲)

ہارون بن جہم روایت کرتے ہیں کہ جب امام صادق علیہ السلام منصور دوانیقی کے پاس "حیرہ" تشریف لے گئے تھے تو میں امام علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ ایک فوجی افسر کے بیٹے کا ختنہ ہوا، اس نے بہت سے لوگوں کو دعوت دی اور امام جعفر صادق علیہ السلام کو بھی مدعو کیا گیا، میں امام علیہ السلام کے ہمراہ اس دعوت میں شریک تھا، دسترخوان پر مہمان کھانا کھا رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک شخص نے پانی طلب کیا تو اس کے سامنے شراب کا جام پیش کیا گیا یہ منظر دیکھ کر امام عالی مقامؑ اس دسترخوان سے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور باہر چلے آئے، بعد ازاں اس دسترخوان سے فوراً اٹھنے کی آپؑ سے وجہ پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا: "قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ملعون من جلس علی مائدة یشرب علیها الخمر.

وفی روایة ملعون ملعون من جلس کائنا علی مائدة یشرب علیها الخمر."

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ وہ شخص ملعون ہے جو ایسے دسترخوان پر بیٹھے جہاں شراب پی جاتی ہو۔

ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ شخص ملعون ہے، وہ شخص ملعون ہے، جو اپنی رضامندی کے ساتھ ایسے دسترخوان پر بیٹھے جہاں شراب نوشی ہو رہی ہو۔ (بحار الانوار ج ۱۱ ص ۱۰۴)

غلام کی توبہ

حنان بن سدیر کہتے ہیں کہ یزید بن خلیفہ جس کا تعلق بنی حارث ابن کعب سے تھا، اس نے بیان کیا کہ میں مدینہ منورہ میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ: "میرا تعلق بنی حارث بن کعب سے ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے خاندان کی ولایت سے سرفراز کیا ہے۔"

یہ سن کر امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "تمہیں ہماری ولایت کی توفیق کیسے نصیب ہوئی جبکہ تمہارے خاندان میں ہم سے محبت کرنے والے بہت ہی کم ہیں؟"

میں نے کہا: "اس کا سبب یہ ہے کہ میرے پاس ایک خراسانی غلام ہے، وہ ہمارے کپڑے دھویا کرتا ہے اور ہمارے شہر میں اس کے علاقے کے اور چار افراد بھی مختلف لوگوں کے پاس غلام ہیں اور ہر جمعہ کے روز وہ ایک دوسرے کو دعوت دیتے ہیں۔ چنانچہ ہر پانچویں جمعہ کو ان چار غلاموں کی دعوت میرے غلام کے پاس ہوتی ہے اور وہ پانچوں خراسانی جمع ہو کر کھانا کھاتے ہیں اور کھانے کا آغاز محمد و آل محمد پر صلوٰۃ پڑھنے سے کرتے ہیں اور آخر میں وہ کچھ مشروب بھی پیتے ہیں جس کا مجھے صحیح طور پر علم نہیں ہے کہ وہ مشروب کیسا ہے؟ بس مجھے اپنے غلام کے ذریعے سے آپ کی ولایت کی دولت نصیب ہوئی ہے۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "میں تجھے اس غلام کی سفارش کرتا ہوں اور اسے کہنا کہ جعفر بن محمد علیہ السلام تجھے سلام کہتے تھے اور وہ مزید یہ کہتے تھے کہ جو مشروب تم پیتے ہو اگر اس مشروب کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرتی ہو تو

اس کی کم مقدار بھی حرام ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے، جس کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔"

میں کوفہ آیا اور میں نے اپنے غلام کو امام صادق علیہ السلام کا سلام پہنچایا۔ امامؑ کا سلام سن کر غلام اتنا رویا کہ بے ہوش ہونے کے قریب ہوگیا اور رو رو کر بار بار یہی کہتا تھا کہ: "میرے امامؑ نے مجھے اتنی اہمیت دی ہے کہ مجھے سلام کہلا بھیجا ہے؟"

میں نے کہا: "جی ہاں! امام علیہ السلام نے تجھے سلام کہا ہے اور اس کے بعد انہوں نے یہ پیغام دیا کہ جو مشروب تم پیتے ہو اگر اس کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرتی ہے تو اس کا ایک قطرہ پینا بھی تمہارے لئے حرام ہے اس کے علاوہ امامؑ نے مجھے تمہارے متعلق سفارش بھی کی ہے، اسی لئے میں تمہیں راہ خدا میں آزاد کرتا ہوں۔"

غلام نے کہا: "خدا کی قسم جس مشروب کو ہم پیا کرتے تھے وہ شراب تھی، اب میں ہمیشہ کے لئے اس سے توبہ کرتا ہوں اور جب تک زندہ رہوں گا اس کا ایک قطرہ بھی اپنے حلق میں نہ جانے دوں گا۔" فروع کافی ج ۶ ص ۴۱۱)

چند روایات

عن ابی عبداللہؑ قال: قال رسول اللہؐ لا ینال شفاعتی من استخف بصلوٰته ولا یرد علی الحوض، لا واللہ لاینال شفاعتی من شرب المسکر ولا یرد علی الحوض لا واللہ.

"فروع کافی ج ۶ ص ۴۰۰"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اپنی نماز کو حقیر سمجھے وہ میری شفاعت کا حقدار نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوگا۔ نہیں خدا کی قسم میری شفاعت اسے نصیب نہ ہوگی جو نشہ آور چیز پیئے اور خدا کی قسم وہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد نہ ہوگا۔"

قیل لامیر المؤمنینؑ انك تزعم ان شرب الخمر اشد من الزنا والسرقة فقالؑ نعم ان صاحب الزنا لعله لا یعدوه الی غیره وان شارب الخمر زنی وسرق وقتل النفس التی حرم اللہ عزوجل وترك الصلوٰة.

"فروع کافی ج ۶ ص ۴۰۳"

امیر المؤمنین علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ: "آپؑ گمان کرتے ہیں کہ شراب نوشی زنا سے بھی بڑا جرم ہے، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟"

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: "جی ہاں! زانی کے لئے ممکن ہے کہ وہ اپنے آپ کو زنا تک محدود رکھے، لیکن شرابی زنا بھی کرے گا اور چوری بھی کرے گا اور قابل احترام جان کو قتل بھی کرے گا اور نماز بھی ترک کرے گا۔"

سال زندیق ابا عبداللہؑ لم حرم اللہ الخمر ولا لذة افضل منها قال حرمها لانها ام الخبائث وراس کل شر یاتی علی شاربها ساعة یسلب لبه فلا یعرف ربه ولا ترك معصیة الا رکبها ولا یترك حرمة الا انتهکها ولا رحما ماسة الا قطعها ولا فاحشة الا اتاها والسکران زمامه بید الشیطان ان امره ان یسجد لا اوثان سجد و ینقا دحیثما قاده.

"بحار الانوار ج ۱۴ ص ۹۱۳ نقل از احتجاج"

ایک ملحد نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ: "اللہ نے شراب کیوں حرام

کی جبکہ شراب سے برتر اور کوئی لذت ہی نہیں ہے؟"
امام علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ نے شراب اس لئے حرام فرمائی ہے کہ یہ تمام برائیوں اور آفات کی جڑ ہے۔ شراب پینے والے پر مستی کا ایک ایسا لمحہ طاری ہوتا ہے جس میں اس کی عقل سلب ہو جاتی ہے وہ اپنے رب کو نہیں پہچانتا اور ہر طرح کی برائی کا ارتکاب کرتا ہے اور ہر طرح کی حرمت کو پامال کرتا ہے اور ہر تعلق کو قطع کرتا ہے اور ہر قسم کا پلید کام سرانجام دیتا ہے اور مست شخص کی باگ ڈور ابلیس کے ہاتھ میں ہوتی ہے اگر ابلیس اسے بت پرستی کا حکم دے تو وہ سجدہ کرنے پر آمادہ ہوتا ہے اور وہ ادھر جائے گا جدھر اسے ابلیس لے کر جائے گا۔"

عن علی بن زید قال حضرت ابا عبداللّٰہ ؑ ورجل یسالہ عن شارب الخمر اتقبل لہ صلوٰۃ فقال ابو عبداللّٰہ ؑ لا تقبل صلاۃ شارب المسکر اربعین یوما الا ان یتوب قال لہ الرجل فان تاب من یومہ وساعتہ قال تقبل توبتہ و صلاتہ اذاتاب وھو یعقل فاما ان یکون فی سکرہ فما یعبا بتوبتہ.

"بحارالانوار ج ۱۴ ص ۹۱۲"

علی بن زید کہتے ہیں کہ میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت ایک شخص آپ سے پوچھ رہا تھا کہ: "آیا شرابی کی نماز قبول ہوتی ہے؟"
امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "نشہ پینے والے شخص کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی ہاں اگر توبہ کرلے تو اور بات ہے۔"
اس شخص نے کہا: "اگر شرابی اسی دن اور اسی وقت توبہ کرلے تو کیا اس کی نماز قبول ہوگی؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "ہاں اس کی توبہ اور نماز دونوں قبول ہوں گی لیکن شرط یہ ہے کہ اس نے توبہ ہوش و حواس میں کی ہو اگر مدہوشی میں توبہ کی ہو تو اس کی توبہ قابل قبول نہیں ہے۔"

عن ابی جعفر ؑ قال مدمن الخمر یلقی اللّٰہ حین یلقاہ کعابد وثن ومن شرب منھا شربۃ لم یقبل اللّٰہ منہ صلوٰۃ اربعین لیلۃ عن احمد بن اسماعیل الکاتب عن ابیہ قال اقبل ابو جعفر ؑ نی المسجد الحرام فنظر الیہ قوم من قریش فقالوا من ھذا فقیل لھم امام اھل العراق فقال بعضھم لو بعثتم الیہ بعضکم فسالہ فاتاہ شاب منھم فقال لہ یا عم ما اکبر الکبائر فقال شرب الخمر فاتاھم فاخبرھم فقالو اعد الیہ فعاد الیہ فقال لہ الم اقل لک یابن اخ شرب الخمر ان شرب الخمر یدخل صاحبہ فی الزنا والسرقۃ وقتل النفس التی حرم اللّٰہ وفی الشرب باللّٰہ وافاعیل الخمر تعلو علی کل ذنب کما تعلو شجرھا علی کل شجر.

"بحارالانوار ج ۱۱ ص ۱۰۳"

احمد بن اسماعیل کاتب نے اپنے باپ سے روایت کی کہ امام محمد باقر علیہ السلام مسجد الحرام میں آئے تو قریش نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ: "یہ بزرگوار کون ہیں؟"
انہیں بتایا گیا کہ: "آپ اہل عراق کے امام ہیں۔"
انہوں نے آپس میں کہا کہ: "ہم اپنے میں سے کسی کو ان کے پاس بھیجیں جو ان سے دینی مسئلہ پوچھ کر آئے۔"
یہ سن کر ان میں ایک نوجوان اٹھا اور امام باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا

کہ : "چچا جان سب سے بڑا گناہ کونسا ہے ؟"

آپؑ نے فرمایا : "شراب نوشی سب سے بڑا گناہ ہے۔"

نوجوان واپس آیا اور انہیں آپؑ کے جواب سے مطلع کیا، یہ جواب سن کر ان کی تسلی نہ ہوئی اور جوان سے کہا کہ : "تم دوبارہ ان کے پاس جاؤ اور مزید تسلی کرو،

جوان واپس آیا تو امام باقرؑ نے فرمایا : "بھتیجے! کیا میں نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ سب سے بڑا گناہ شراب نوشی ہے کیونکہ شراب نوشی شرابی کو زنا اور چوری اور محترم جان کے قتل اور شرک میں ڈال دیتی ہے اور شراب نوشی تمام گناہوں کا سرچشمہ ہے اور شراب تمام گناہوں میں اتنی ہی بلند ہے جتنا کہ اس کا درخت تمام درختوں کے اوپر بلند ہو کر چڑھ جاتا ہے۔"

عن جعفر بن محمدٍ انه قال حرمت الجنة علی ثلاثة مؤمن الخمر و عابد و ثن و عدو آل محمدٍ ومن شرب الخمر فمات بعدما شربها باربعین یوما لقی الله کعابد وثن.

"بحارالانوار ج ۱۶ ص ۹۱۲"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا : "جنت تین قسم کے لوگوں کے لئے حرام ہے شراب کا عادی اور بت پرست اور آل محمدؐ کا دشمن۔ جس نے شراب پی اور شراب پینے کے بعد چالیس دن کے اندر مرگیا تو وہ خدا کے سامنے بت پرست کی مانند حاضر ہوگا۔"

باب دوم

سخاوت و فیاضی

ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة (القرآن)

"وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں،
اگرچہ وہ خود ضرورت مند ہوتے ہیں۔"

باہمی تعاون و ایثار

مسعودی مروج الذہب میں رقم طراز ہیں کہ واقدی کہتے ہیں میرے دو اچھے دوست تھے ایک دوست ہاشمی تھا اور دوسرا غیر ہاشمی تھا۔ اتفاق یہ ہوا کہ عیدالفطر کے دن قریب آگئے اور ہمارے گھر میں فاقوں کی تیاری ہو رہی تھی۔

میری بیوی نے کہا : "عید کے دن میں اور آپ تو کسی نہ کسی طرح سے صبر کرلیں گے مگر ہمارے چھوٹے بچے دوسرے لوگوں کے بچوں کو جب رنگ برنگے کپڑے پہلے ہوئے دیکھیں گے تو وہ صبر نہیں کریں گے۔ لہذا چاہیے کسی سے قرض کیوں نہ لو بچوں کے لئے لباس ضرور خریدو۔"

بیوی کے مسلسل اصرار پر میں نے اپنے ہاشمی دوست کو خط لکھا کہ : "میں اس

وقت انتہائی پریشان ہوں خدا کیلئے آپ میری مالی مدد فرمائیں۔" چنانچہ میرے دوست نے میرے پاس ایک تھیلی روانہ کی جس میں ایک ہزار درہم تھے۔

ابھی میں وہ تھیلی لے کر گھر بھی نہیں گیا تھا کہ میرے دوسرے دوست کا مجھے رقعہ ملا جس میں اس نے تحریر کیا تھا کہ: "اس وقت جب کہ عید سر پر آرہی ہے میرے مالی حالات انتہائی خراب ہیں آپ میری مالی مدد کریں۔"

واقدی کہتے ہیں کہ میں نے وہی تھیلی کھولے بغیر اس دوست کے پاس روانہ کردی اور شرمندگی کی وجہ سے گھر نہیں گیا پوری رات مسجد میں گزاردی۔ صبح ہوئی میں گھر گیا خیال تھا کہ میری بیوی میرے اس فعل پر مجھے سرزنش کرے گی لیکن جب میں نے اسے پورا واقعہ سنایا تو اس نیک بخت نے کہا: "چلو اچھا ہوا تم نے ایک غریب دوست کی آڑے وقت مدد کردی۔"

ابھی میں گھر میں اپنی بیوی سے گفتگو کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی، میں باہر آیا تو دیکھا کہ میرا ہاشمی دوست ہاتھ میں وہی تھیلی لئے کھڑا تھا جو اس نے مجھے بھیجی تھی اور میں نے اپنے دوست کو روانہ کی تھی۔

اس نے مجھ سے کہا کہ: "میں نے آپ کو تھیلی روانہ کی تھی، آپ نے اس سے کیا معاملہ کیا؟"

میں نے بتایا کہ مجھے تمہاری تھیلی ملی تو اسی کے ساتھ ہی میرے فلاں دوست کا رقعہ ملا جس میں اس نے اپنی پریشانی کا ذکر کیا تھا تو میں نے اپنے دوست کو اپنی ذات پر ترجیح دی اور تمہاری ارسال کردہ تھیلی کھولے بغیر میں نے اسے روانہ کردی۔

یہ سن کر میرا ہاشمی دوست ہنسنے لگا اور کہا کہ سنو اصل واقعہ یہ ہے:

"جب تمہارا رقعہ مجھے ملا تو اس وقت میرے گھر میں بس یہی تھیلی تھی میں نے وہ تھیلی تمہیں روانہ کردی اور میں نے دل میں سوچا کہ میں اپنے اخراجات پورا کرنے کے لئے کس سے درخواست کروں؟ چنانچہ میں نے اپنے فلاں دوست کو رقعہ لکھا کہ میں مالی پریشانی میں مبتلا ہوں، آپ میری مالی مدد کریں اور جیسے ہی اسے میرا رقعہ ملا تو اس دوست کے پاس بھی کچھ نہیں تھا اس نے فوراً تمہیں رقعہ لکھ بھیجا اور تم نے وہ تھیلی اس دوست کے پاس بھیج دی اور وہ ہمارا مشترکہ دوست وہ تھیلی لئے خوشی خوشی میرے پاس چلا آیا اور کہا کہ بھائی میرے اپنے گھر میں تو اس وقت کوئی چیز نہیں تھی، البتہ میں نے ایک دوست سے یہ رقم منگائی ہے تم اسے خرچ کرو، آگے اللہ مالک ہے اور یوں میری بھیجی ہوئی تھیلی میرے پاس واپس آگئی۔"

اب ہم اس ایک ہزار درہم کو تین حصوں میں تقسیم کرلیتے ہیں اس میں ایک سو درہم تیری بیوی کو دیتے ہیں اور باقی رقم ہم تینوں آپس میں برابر برابر تقسیم کرلیتے ہیں اور ہم میں سے ہر ایک کے حصے میں تین تین سو درہم آتے ہیں۔ چنانچہ میرے ہاشمی دوست نے اس رقم کو تقسیم کردیا اور چلا گیا۔

ہمارے اس واقعہ کی اطلاع کسی طرح سے مامون کو مل گئی تو اس نے مجھے اپنے پاس بلایا اور واقعہ کی تفصیل سنی۔

پورا واقعہ سننے کے بعد اس نے سات ہزار درہم منگائے اور کہا: "میں ایک ہزار درہم تیری بیوی کے ہیں اور باقی چھ ہزار درہم تم تینوں آپس میں برابر برابر تقسیم کرلو۔" (روضات الجنات درذیل ترجمہ ابو عبداللہ محمد الواقدی)

مدینہ کے مشہور اسخیاء

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب اپنے زمانے کے مشہور سخی تھے۔

محدث قمی سفینۃ البحار ج ۲ ص ۱۲۶ پر لکھتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک گلی سے گزر ہوا تو عبداللہ بن جعفر طیارؑ جو کہ اس وقت بچے تھے، کو آپؐ نے دیکھا کہ مٹی کی چیزیں بنا بنا کر رکھ رہے ہیں، رسول خداؐ نے فرمایا: "تم مٹی کی چیزیں کیوں بنا رہے ہو؟"

عبداللہ نے معصومانہ لہجے میں کہا: "میں انہیں بیچوں گا۔"

پھر رسول اللہؐ نے فرمایا: "قیمت لے کر کیا کرو گے؟"

عبداللہ نے کہا: "میں کھجوریں لے کر کھاؤں گا۔"

جناب رسول خداؐ نے فرمایا: "اللھم بارك فی صفقة یمینه." خدایا! اس کے معاملات میں برکت عطا فرما۔"

عبداللہ کہا کرتے تھے کہ: "جناب رسول خداؐ کی دعا کا ثمر یہ ہوا کہ میں نے آج تک جو چیز خریدی اللہ نے مجھے اس میں نفع دیا۔"

حضرت عبداللہ اپنے دور کے مشہور سخی تھے اور ان کی سخاوت و عطا کے بھروسے پر غریب لوگ دکانداروں سے قرض لیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم عبداللہ کی عطا سے تمہارا قرض ادا کر دیں گے۔

حضرت عبداللہ شام گئے ہوئے تھے کہ حاکم شام نے انہیں ایک لاکھ درہم بطور نذرانہ پیش کئے۔ ابھی وہ نذرانہ کی رقم ان کے سامنے رکھی ہوئی تھی کہ ایک شخص نے آکر انہیں خبر دی کہ خدا نے آپ کو بیٹا عنایت فرمایا ہے۔

آپ نے وہ تمام رقم خبر لانے والے شخص کو عطا کر دی۔

امام حسنؑ مجتبیٰ کی سخاوت کا نمونہ

ایک مرتبہ حضرت امام حسنؑ مجتبیٰ شام تشریف لے گئے حاکم شام نے اپنی سخاوت و فیاضی کے اظہار کے لئے ایک بہت بڑی رقم آپ کی نذر کی۔ اتنے میں ایک شخص نیا جوتا لیکر امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی آقا: "میں موچی ہوں، میں نے آپؑ کے لئے یہ جوتا تیار کیا ہے، مہربانی فرما کر میرا یہ تحفہ قبول فرمائیں۔"

امام علیہ السلام نے اس سے جوتا لیکر پہن لیا اور حاکم شام نے جتنی دولت آپؑ کو نذر کی تھی آپؑ نے وہ تمام دولت اس موچی کے حوالے کر دی۔ (بحار الانوار ج ۱۰ ص ۹۵)

آل محمد کی سخاوت

حموی اپنی کتاب ثمرات الاوراق میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام حسن اور امام حسین اور عبداللہ بن جعفر علیہم السلام حج کرنے کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے اور راستہ میں ایسا اتفاق ہوا کہ یہ تینوں بزرگوار اپنے قافلے سے جدا ہو گئے اور ان کا تمام سامان بھی قافلہ والوں کے پاس تھا۔

ان تینوں کو بھوک نے ستایا تو صحرا میں کسی خیمہ کی تلاش شروع کی انہیں دور ایک اعرابی کا خیمہ نظر آیا۔ تینوں حضرات اس خیمہ کے پاس تشریف لے گئے وہاں ایک عورت بیٹھی تھی، انہوں نے سلام کیا اور عورت نے جواب دیا۔ شہزادوں نے اس عورت سے کہا: "ہم پیاسے ہیں کیا ہمیں تمہارے ہاں

پانی مل سکے گا؟"

عورت نے کہا: "میرے پاس اس وقت یہی ایک بھیڑ موجود ہے، آپ چاہیں تو اس کا دودھ پی لیں۔"

شہزادوں نے بھیڑ کا دودھ دوہ کر پیا۔ پھر فرمایا: "کیا آپ ہمیں کھانا کھلا سکتی ہیں؟"

عورت نے کہا: "بس یہی بھیڑ موجود ہے، آپ اسے ذبح کریں، میں پکا کر آپ کی خدمت میں پیش کردوں گی۔"

شہزادوں نے بھیڑ ذبح کی اور عورت نے گوشت پکا کر شہزادوں کی خدمت میں پیش کیا، تینوں نے سیر ہو کر گوشت کھایا اور جب سورج کی تپش کچھ کم ہوئی تو عورت سے کہا: "ہم جارہے ہیں، ہمارا تعلق قریش سے ہے، اگر تم کبھی مدینہ آؤ تو ہمارے پاس ضرور آنا ہم اس مہمان نوازی کی قدردانی کریں گے۔"

تینوں شہزادے روانہ ہوگئے۔ کچھ دیر بعد اس عورت کا شوہر آیا تو عورت نے اسے سارا حال سنایا، اس کا شوہر اپنی بیوی ناراض ہوا اور کہا: "تم نے بہت غلط کام کیا ہے، گھر کی ساری پونجی اپنے ہاتھ سے تباہ کردی ہے اور قریش کا نام سن کر خوش ہوگئی ہو۔

بہر نوع چند دنوں بعد وہ اعرابی اپنی بیوی کو لے کر مدینہ آیا اور یہاں چھوٹا موٹا کاروبار شروع کیا۔ ایک دن وہی عورت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی گلی سے گزر رہی تھی کہ امامؑ نے اس عورت کو دیکھ لیا اور غلام کو حکم دیا کہ اس عورت کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔

جب عورت آئی تو آپ نے فرمایا: "تم نے ہمیں پہچانا؟"

عورت نے کہا: "نہیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "میں تیرا وہ مہمان ہوں جو ایک دن اپنے دو بھائیوں کے ہمراہ صحرا میں تیرے پاس آیا تھا۔"

عورت نے کہا: "جی ہاں! اب میں آپ کو پہچان گئی۔"

آپؑ نے غلام کو حکم دیا کہ بازار سے ایک ہزار بھیڑ خرید کر اس عورت کے حوالے کرو اور آپؑ نے اس عورت کو ایک ہزار درہم نقد بھی عطا فرمائے۔ پھر اپنے غلام سے فرمایا: "تم اس عورت کو میرے بھائی حسینؑ اور عبداللہؓ کے پاس بھی لے کر جاؤ۔"

غلام اس عورت کو لے کر امام حسینؑ کے پاس لے گیا، امام حسینؑ نے اس عورت کے لئے ایک ہزار بھیڑیں خرید کرنے کا حکم دیا اور ایک ہزار درہم نقد بھی عطا فرمائے۔

پھر غلام اس عورت کو لے کر عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے پاس لے کر گیا، عبداللہ نے اس عورت کے لئے دو ہزار بھیڑیں خرید کرائیں اور دو ہزار درہم نقد عطا فرمائے۔

چنانچہ وہ عورت اور اس کا شوہر مدینہ سے چار ہزار بھیڑیں اور چار ہزار درہم لے کر واپس اپنے وطن روانہ ہوئے۔

ان میں سے بڑا سخی کون ہے؟

مدینہ طیبہ میں ایک وقت تین اسخیاء کا بڑا تذکرہ ہوتا تھا اور وہ تین سخی

یہ تھے : (۱) عبداللہ بن جعفر طیارؒ (۲) قیس بن سعد بن عبادہ (۳) عرابہ اوسی۔

ایک مرتبہ مدینہ کے تین افراد میں یہ بحث ہوئی کہ سب سے بڑا سخی اس وقت کون ہے ؟

چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ اس دور کا بڑا سخی عبداللہ بن جعفر طیارؒ ہے۔ دوسرے شخص کا دعویٰ تھا کہ اس وقت کا بڑا سخی قیس بن سعد بن عبادہ ہے اور تیسرے شخص کا خیال تھا کہ اس زمانے میں بڑا سخی عرابہ اوسی ہے۔

اس بحث نے اتنا طول پکڑا کہ تینوں افراد ایک دوسرے سے لڑنے مرنے پر تل گئے ایک عقلمند نے ان سے کہا : "تمہیں آپس میں جھگڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تم میں سے جو جسے بڑا سخی تصور کرتا وہ اس کے پاس سائل بن کر چلا جائے اور جو کچھ اسے وہاں سے عطیہ ملے وہ دوسرے دوستوں کو آکر دکھائے، اس طرح سے تینوں اسخیاء کی سخاوت کا اندازہ ہو جائے گا۔"

تجویز معقول تھی، تینوں افراد نے اس تجویز کا خیر مقدم کیا۔ چنانچہ جو شخص حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؒ کو سب سے بڑا سخی سمجھتا تھا وہ ان کے پاس گیا، جب وہ شخص ان کے دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ عبداللہ ایک اونٹ پر سوار ہو رہے تھے ان کا ایک پاؤں اونٹ کی پشت پر آچکا تھا اور دوسرا رکھنا چاہتے تھے کہ اس نے انہیں سلام کیا اور کہا : "اے رسول خداؐ کے ابن عم! مجھے آپ سے ایک حاجت درپیش ہے۔"

حضرت عبداللہ نے کہا : "بیان کرو۔"

اس شخص نے کہا : "میں مسافر ہوں اور میرے پاس اس وقت کچھ بھی نہیں ہے، آپ میری مدد فرمائیں۔"

یہ سن کر عبداللہ اونٹ سے نیچے اتر آئے اور کہا : "یہ اونٹ لے لو اور اس پر سوار ہو جاؤ، اونٹ کے محمل میں ایک خورجین رکھی ہوئی ہے اس میں جو کچھ بھی ہے وہ تمہاری ملکیت ہے اور اونٹ کے پالان کے ساتھ تلوار لٹکی ہوئی ہے، یہ تلوار بھی تمہاری ہے، لیکن اس تلوار کی اہمیت کو بھی جان لو، یہ تلوار میرے چچا جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کی تلواروں میں سے ایک ہے۔"

وہ شخص اونٹ پر سوار ہو کر چلا گیا اور دوستوں کے پاس آیا، خورجین کو کھولا گیا تو اس میں چند ریشمی لباس تھے اور چار ہزار دینار اشرفی بھی موجود تھے اور سب سے بڑھ کر مولائے متقیان کی ایک تاریخی تلوار بھی تھی۔

دوسرا شخص قیس بن سعد کے دروازے پر گیا اور اس نے دروازے پر دستک دی تو ان کی ایک کنیز باہر آئی، اس شخص نے کہا : "کیا قیس موجود ہیں ؟"

کنیز نے کہا : "جی ہاں! وہ موجود ہیں لیکن اس وقت وہ سوئے ہوئے ہیں بتاؤ تمہیں ان سے کیا کام ہے ؟"

اس شخص نے کہا : "میں مسافر ہوں اور میرا سفر خرچ ختم ہو گیا ہے، میں ان سے امداد کا طالب ہوں۔"

کنیز اندر گئی اور ایک تھیلی لے کر آئی اور کہا : "یہ تھیلی لے لو، اس میں سات سو درہم ہیں اور خدا گواہ ہے کہ اس وقت قیس کے گھر میں اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور یہ قیس کی انگشتری بطور نشانی لے کر جاؤ اور ان کے چرواہے کو جاکر دکھاؤ، وہاں سے سفر کے لئے ایک اونٹ کا انتخاب کر لو اور وہاں سے ایک غلام بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔"

وہ شخص قیس کا عطیہ لے کر چلا گیا۔ جب قیس بیدار ہوئے تو کنیز نے انہیں سارا حال سنایا، واقعہ سن کر قیس خوش ہوئے اور اس کار خیر میں تعاون کرنے کی وجہ سے کنیز کو آزاد کردیا۔

تیسرا شخص عرابہ اوسی کے پاس گیا، جب وہ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ عرابہ اوسی اپنے دو غلاموں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مسجد کی طرف جا رہے تھے، عرابہ اوسی اس زمانے میں نابینا ہو چکے تھے اسی لئے وہ غلاموں کے کندھوں کا سہارا لے کر مسجد جایا کرتے تھے۔

اس شخص نے مخاطب کر کے کہا: "میں مسافر ہوں اور ضرورت مند ہوں، آپ میری مدد کریں۔"

یہ سن کر عرابہ اوسی نے غلاموں کے کندھوں سے اپنے ہاتھ اٹھا لئے اور کہا: "خدا گواہ ہے اس وقت میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، میرے پاس بس یہی دو غلام ہیں، تم انہیں لے جاؤ انہیں بازار میں فروخت کر کے اپنے گھر پہنچ جاؤ۔"

اس شخص نے کہا: "ایسا کرنا غیر مناسب ہے کیونکہ یہ دو غلام آپ کے لئے پروں کی طرح ہیں، میں آپ کے یہ پر آپ سے جدا کرنا پسند نہیں کرتا۔"

عرابہ اوسی نے کہا: "بھائی اگر تم نے مجھ سے میرے غلام نہ لئے تو میں انہیں آزاد کردوں گا، اپنے پاس نہیں رکھوں گا، اسی لئے تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم انہیں لے جاؤ اور اگر تمہیں ان کا لے جانا ناگوار گزرے تو انہیں تم اپنی طرف سے آزاد کردو۔"

یہ کہہ کر عرابہ نے دیوار کا سہارا لیا اور اسی سہارے سے اپنے گھر واپس چلے گئے۔

مذکورہ شخص کچھ دیر بعد ان دونوں غلاموں کو لے کر اپنے دوستوں کے پاس آیا اور تمام واقعہ ان کے گوش گزار کیا۔

اس سخاوت کو دیکھنے کے بعد تینوں دوست سخی ترین شخص کے انتخاب سے عاجز آگئے۔(زندگانی حضرت فاطمہ زہراؑ از آقائی سید ہاشم رسولی محلاتی)

ایک فوجی کی سخاوت

معن بن زائدہ شیبانی اپنے دور کا ایک سخی انسان تھا۔ دور بنی امیہ میں اموی گورنر یزید بن عمر بن ہبیرہ سے اس کے دوستانہ مراسم تھے۔ جب بنی امیہ کی حکومت ختم ہوئی اور بنی عباس کی حکومت شروع ہوئی تو بنی امیہ اور ان کے حامیوں کو پکڑ پکڑ کر سزائیں دی جانے لگیں۔

معن بن زائدہ کی گرفتاری کے احکام بھی جاری ہوئے۔ اس نے ایک عرصہ تک اپنے آپ کو مخفی رکھا اور روپوشی کے ایام میں وہ روزانہ کئی کئی گھنٹے چلچلاتی دھوپ میں بیٹھا کرتا تھا تاکہ اس کے چہرے کی رنگت بدل سکے۔

چنانچہ مسلسل دھوپ میں بیٹھنے کی وجہ سے اس کے چہرے کی رنگت سیاہ ہوگئی اور اسے یقین ہوگیا کہ اب اسے کوئی نہیں پہچان سکے گا۔

یہ سوچ کر وہ منظر عام پر آیا اور اس نے معمولی قسم کا لباس پہنا تاکہ اس کی شناخت نہ ہوسکے لیکن جب وہ بغداد کے باب حرب سے باہر نکل رہا تھا تو ایک فوجی نے اسے پہچان لیا اور کہا: "تم اب بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے،

منصور نے تمہاری گرفتاری کا حکم جاری کیا ہوا ہے، میں نے تجھے پہچان لیا ہے تو معن بن زائدہ ہے۔"

معن نے سپاہی کو بہتیرا سمجھایا کہ تمہیں مغالطہ ہو رہا ہے میں تو ایک غیر شخص ہوں، میں معن نہیں ہوں۔

سپاہی نے کہا: "زیادہ غلط بیانی کی ضرورت نہیں ہے، میں تجھے پہچان چکا ہوں۔"

جب معن نے دیکھا کہ کسی طریقے سے گلوخلاصی نہیں ہوگی تو اس نے اپنی جیب سے ایک قیمتی گلوبند نکالا جس میں خوبصورت ہیرے جڑے ہوئے تھے اور سپاہی سے کہا: "تم یہ گلوبند اپنے پاس رکھ لو اور مجھے یہاں سے جانے دو۔"

سپاہی نے گلوبند لیا اور غور سے دیکھنے کے بعد کہا: "جی ہاں! یہ گلوبند اصلی ہیروں سے بنا ہوا ہے اور اس وقت بازار میں اس کی قیمت کئی ہزار دینار ہے، جبکہ میری ماہانہ تنخواہ صرف بیس درہم ہے، لیکن میں یہ گلوبند تجھے واپس کررہا ہوں اور تمہیں جانے کی اجازت بھی دیتا ہوں اور ایسا میں اس لئے کر رہا ہوں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ اس دنیا میں تجھ سے بھی بڑے سخی موجود ہیں، اب تم چلے جاؤ، میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔"

معن کہا کرتا تھا کہ کاش وہ سپاہی مجھے اپنا ممنون احسان بنانے کی بجائے قتل کر دیتا تو زیادہ بہتر تھا۔

بہر نوع معن وہاں سے چلا گیا اور محفوظ جگہ میں روپوش ہو گیا۔

حضرت موسیٰؑ نے سامری کو قتل کیوں نہ کیا؟

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ تیس راتوں کے لئے طور سینا پر آئیں تاکہ نہیں کتاب تورات عطا کی جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روانگی سے قبل اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو قدم میں جانشین مقرر کیا اور کوہ طور پر چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے تیس راتوں کی بجائے موسیٰ علیہ السلام کو چالیس راتیں گزارنے کا حکم دیا۔

سامری نے بنی اسرائیل سے زیورات لے کر ایک بچھڑا تیار کیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں والی مٹی اس میں ڈال دی تو وہی بچھڑا ڈکارنے لگا اور اس میں سے آواز آنے لگی۔

سامری نے بنی اسرائیل سے کہا: "یہ موسیٰ اور ہارون کا رب ہے، آؤ اس کی عبادت کرو، بنی اسرائیل کی اکثریت اس گئوسالہ کی پوجا کرنے لگی۔

چالیس راتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کی اور یہ بھی انہیں بتایا کہ ہم نے تمہاری غیبت میں تمہاری قوم کو آزمایا ہے اور اس وقت انہیں سامری گمراہ کرچکا ہے، سامری نے ان کے لئے سونے کا گئوسالہ بنایا ہے جس میں سے آواز آتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: "خدایا! بچھڑا تو سامری نے بنایا لیکن آواز کہاں سے آئی؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "آواز میری طرف سے پیدا ہوئی، جب میں نے تیری قوم کی گمراہی کو دیکھا تو میں نے گوسالہ میں آواز پیدا کردی تاکہ تمہاری

قوم کی مکمل آزمائش ہو جائے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے ناراض ہو کر ان کے پاس آئے اور قوم کو خوب سرزنش کی اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام پر بھی ناراض ہوئے اور ان کے سر اور ریش کو پکڑ کر اپنی جانب کھینچا اور فرمایا: "جب تم نے دیکھ لیا کہ یہ گمراہ ہو گئے ہیں تو تم نے میری پیروی کیوں نہ کی؟ اور میرے احکام کی خلاف ورزی کیوں کی؟"

قال یا بن ام لاتاخذ بلحیتی ولا براسی انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی.

حضرت ہارون علیہ السلام نے عرض کی: "ماں جائے! میری داڑھی اور سر کو مت پکڑیں، مجھے خوف محسوس ہوا کہ آپؑ واپس آکر یہ نہ کہیں کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفریق پیدا کی ہے اور میری بات کو تو نے مد نظر نہ رکھا۔ اس کے علاوہ حضرت ہارون علیہ السلام نے دوسرا جواب یہ دیا تھا کہ قوم نے مجھے کمزور کر دیا تھا اور قریب تھا کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیتے۔"

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام سامری کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: "تو نے ایسا کیوں کیا؟"

سامری نے کہا: "میں نے وہ چیز دیکھ لی تھی جو دوسروں کو نظر نہیں آئی تھی، میں نے خدا کے فرستادہ (جبرئیلؑ) کی سواری کی مٹی اٹھائی تھی، پھر میرے نفس میں تحریک ہوا کہ میں ایک گئوسالہ بناؤں اور میں نے گئوسالہ بنا کر جب اس میں خاک ڈالی تو اس میں سے آواز پیدا ہو گئی۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس گئوسالہ کو آگ میں گرم کر کے

اس کے ٹکڑے کر دیئے اور پھر اس کے ٹکڑوں کو دریا میں بہاڈالا۔

آپؑ نے سامری کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: "موسیٰؑ اسے قتل نہ کرنا یہ سخی ہے۔"

پھر حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: "**اذهب فان لك فی الحیاة ان تقول لامساسنی.**" چلے جاؤ دنیا میں تمہاری سزا یہی ہے کہ لوگوں کو تو کہتا پھرے گا کہ مجھے ہاتھ نہ لگانا۔"

سامری خوار ہو کر وہاں سے نکلا، اگر اسے کوئی شخص ہاتھ لگاتا تو اسے بخار ہو جاتا تھا۔ آج سامری کی کچھ اولاد مصر اور شام میں موجود ہے، جو "**لامساس**" کہلاتے ہیں انہیں کوئی چھولے تو انہیں بخار اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ (بحار الانوار ج ۱۳ ص ۲۰۹ نقل از تفسیر قمی)

ایک گستاخ کو رسول خداؐ نے سزا کیوں نہ دی؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "یمن سے چند افراد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ان میں ایک شخص بڑا منہ پھٹ تھا اور وہ حضور کریمؐ سے لایعنی بحث کرنے لگا اور اس کی یاوہ گوئی اتنی بڑھی کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ آیا اور ناراضگی کے آثار آپؐ کی پیشانی سے ظاہر ہونے لگے اور آپؐ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا، آپؐ نے سر جھکا کر زمین کی جانب دیکھنا شروع کیا، اسی اثناء میں حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور عرض کی: "یارسول اللہؐ! آپؐ کا پروردگار آپؐ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے "**هذا رجل سحی یطعم الطعام**" یہ سخی شخص ہے یہ لوگوں کو کھانا

کھلاتا ہے۔"

یہ پیغام سنتے ہی پیغمبر اکرمؐ کا غصہ ختم ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا: "اگر تیرے متعلق مجھے اللہ یہ نہ بتاتا کہ تو سخی ہے اور لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے تو میں تجھے نشان عبرت بنا دیتا۔"

یہ سن کر اس نے کہا: "کیا تمہارا پروردگار سخاوت کو پسند کرتا ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "جی ہاں!۔"

تو اس نے بے ساختہ کہا: "اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد عبده ورسوله. میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے قابل نہیں اور محمد اللہ کے عبد اور اس کے رسول ہیں۔"

میرے اور آپؐ کے پروردگار نے سچ فرمایا ہے، میں نے آج تک کسی کو اپنے مال سے مایوس نہیں کیا۔ (فروع کافی ج ۴ ص ۳۹)

علیؑ جنگ میں دشمن کو تلوار دے دیتے ہیں

ایک جنگ میں حضرت علی علیہ السلام ایک مشرک پہلوان سے جنگ کر رہے تھے۔

دشمن نے کہا: "علیؑ! اپنی تلوار مجھے عطا کر۔"

آپؑ نے بے دریغ اپنی تلوار اس کی جانب پھینک دی۔

پہلوان نے تلوار اٹھائی اور حیران ہو کر کہا: "علیؑ! کیا ایسے موقع پر بھی دشمن کو تلوار دی جاتی ہے؟"

حضرت علیؑ نے فرمایا: "تو نے سوال کیا تھا اور کسی سائل کو مایوس

کرنا ہمارے شیوۂ کرم سے بعید ہے۔"

کافر گھوڑے سے نیچے اترا اور کہا: "یہ اہل دیانت کی سیرت ہے۔"

پھر اس نے آپؑ کے پاؤں کا بوسہ لیا اور مسلمان ہو گیا۔ (سفینۃ البحار ج ۱ ص ۴۱۳)

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ کے صفحہ ۱۰ پر لکھتے ہیں: "علیؑ سارا دن یہودیوں کے باغ میں درختوں کو پانی دیا کرتے تھے اور وہاں سے جو مزدوری حاصل کرتے وہ غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے اور خود فاقہ کی وجہ سے شکم پر پتھر باندھا کرتے تھے۔"

معاویہ بن ابوسفیان آپؑ کا بدترین دشمن تھا وہ بھی آپؑ کی سخاوت کو تسلیم کرتا تھا اور آپؑ کی فیاضی کا مداح تھا۔

ایک مرتبہ ایک شخص کوفہ سے دنیاوی لالچ کے تحت معاویہ کے پاس شام گیا۔ معاویہ نے پوچھا: "تو کہاں سے آرہا ہے؟"

اس نے کہا: "میں (نعوذباللہ) بخیل ترین شخص کے پاس سے آرہا ہوں۔" اس کا مقصود علیؑ تھے۔

یہ سن کر معاویہ نے اسے سرزنش کی اور کہا: "تجھ پر افسوس! تو ایسے انسان کو بخیل کہہ رہا ہے، اگر اس کے پاس دو گھر ہوں اور ایک گھر میں سونا بھرا ہوا ہو اور دوسرے گھر میں بھوسہ بھرا ہوا ہو تو علیؑ سونے کو بھوسہ سے پہلے خرچ کر دیں گے۔"

جی ہاں! علیؑ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے بیت المال کو غرباء و فقراء میں تقسیم کر دیا تھا اور بیت المال میں جھاڑو دلائی تھی اور اس میں مصلی بچھا کر دو

رکعت نماز پڑھی تھی اور سونا و چاندی کو خطاب کر کے کہا تھا: "یا صفراء یا بیضاء غری غیری. سونا و چاندی تو میرے دشمن کو جاکر دھوکا دے، علیؑ تیرے دھوکے میں آنے والا نہیں ہے، میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں، اب میرا رجوع تیری جانب نہیں ہو سکتا۔"

امام حسین علیہ السلام کی سخاوت

عمرو بن دینار روایت کرتا ہے کہ اسامہ بن زید بیمار ہوا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپؑ نے دیکھا کہ اسامہ سخت پریشان ہے۔

آپؑ نے فرمایا: "اسامہ اتنا پریشان کیوں ہے؟"

اسامہ نے کہا: "میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی کا چراغ بجھنے والا ہے لیکن میں ساٹھ ہزار درہم کا مقروض ہوں۔"

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "مت گھبراؤ میں تمہارا قرض ادا کروں گا۔"

اسامہ نے کہا: "مجھے خوف ہے کہ میں کہیں قرض کی ادائیگی سے پہلے ہی نہ مر جاؤں۔"

امام حسین علیہ السلام نے ساٹھ ہزار درہم منگوا کر اسی وقت اس کا قرض ادا کر دیا۔

امام حسین علیہ السلام ہمیشہ فرمایا کرتے تھے: "شر خصال الملوك الجبن من الاعداء والقسوة على الضعفاء والبخل عند الاعطاء."

بادشاہوں کے لئے تین عادات بری ہیں: (۱) دشمنوں سے ڈرنا (۲) کمزوروں پر ظلم کرنا (۳) اور سخاوت کے وقت کنجوسی کرنا۔

ایک اعرابی مدینہ آیا اور اہل مدینہ سے پوچھا: "اس شہر میں بڑا سخی کون ہے؟"

اہل مدینہ نے کہا: "حسین بن علیؑ سب سے بڑے سخی ہیں۔"

اعرابی مسجد نبوی میں آیا اور امام حسین علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اس نے یہ شعر پڑھے:

لم يخب الآن من رجاك و من
حرك من دون بابك الحلقه
انت جواد وانت معتمد
ابوك قد كان قاتل الفسقه
لو لا الذى كان من اوائلكم
كانت علينا الجحيم منطبقه

جس نے آپؑ سے امید وابستہ کی وہ کبھی ناکام نہیں ہوا اور جس نے آپؑ کے دروازے پر دستک دی وہ کبھی ناامید نہیں ہوا۔

آپؑ فیاض ہیں اور آپؑ غریبوں کے پشت پناہ ہیں، آپؑ کا باپ فاسقین کا قاتل ہے۔

اگر آپؑ کے بزرگ نہ ہوتے تو ہمارا ٹھکانہ دوزخ ہوتا۔

امام حسین علیہ السلام نے نماز مکمل کی تو قنبر سے فرمایا: "اس وقت ہمارے پاس کتنا مال حجاز بچا ہوا ہے؟"

قنبر نے عرض کی: "اس وقت چار ہزار دینار بچے ہوئے ہیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "اس کا مستحق آچکا ہے، جب آپؑ کے پاس رقم لائی گئی تو آپؑ نے دروازے کی اوٹ سے وہ رقم اعرابی کے حوالے فرمائی اور یہ شعر پڑھے:

خذها فانی الیك معتذر

و اعلم بانی علیك ذو شفقه

لو كان فی سیرنا الغداة عصا

امست سمانا علیك متدفقه

لكن ریب الزمان ذو غیر

و الكف منی قلیلة النفقه

یہ حقیر سی مقدار مجھ سے لے لو اور میں اس کے لئے تجھ سے معذرت چاہتا ہوں، اگر مستقبل میں ہمارے حالات کچھ درست ہوگئے تو ہم آپ کو اس سے زیادہ دیں گے۔

زمانے کے حوادث نے بہت سی تبدیلیاں پیدا کردی ہیں، اس وقت مالی لحاظ سے ہم تنگدستی کا شکار ہیں۔

اعرابی نے وہ رقم لے لی اور رونے لگا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "ہمارا عطیہ قلیل تھا شاید تم اسی لئے روتے ہو؟"

اعرابی نے کہا: "نہیں! آپؑ کا عطیہ بہت زیادہ ہے، میں اس لئے روتا ہوں کہ آپؑ جیسا سخی انسان زمین میں کیسے مدفون ہوگا؟"

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپؑ کی پشت پر کچھ داغ دنیا نے دیکھے جب امام زین العابدین علیہ السلام سے ان داغوں کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے والد رات کے وقت اپنی پشت پر غرباء و یتاما اور بیوگان کے لئے آٹا اور دوسری ضرورت کی اشیاء اپنی پشت پر لاد کر ان کے گھر پہنچایا کرتے تھے، یہ وہی داغ ہیں۔(مناقب شہر آشوب ج ۴ ص ٦٥)

امام جعفر صادقؑ کی سخاوت کا نمونہ

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن اشجع سلمی چند اشعار لکھ کر میرے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب وہ میرے والد کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ بستر علالت پر لیٹے ہوئے ہیں۔ اس نے میرے والد کو اس حال میں دیکھا تو شعر پڑھنے کا ارادہ ترک کردیا۔

میرے والد بزرگوار نے فرمایا: "تم میری بیماری کی فکر نہ کرو اپنے شعر سناؤ۔"

اشجع سلمی نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا:

ابسك الله منه عافیة

فی نومك المعتری وفی ارقك

یخرج من جسمك السقام كما

اخرج ذل السوالی من عنقك

اللہ آپ کو آپ کی بیداری اور نیند میں خلعت عافیت پہنائے۔

آپ کے جسم سے اللہ اس طرح سے بیماریاں دور کرے جس طرح

سے آپ کی گردن سے سوال کی ذلت کو دور کیا ہے۔

یہ شعر سن کر میرے والد محترم نے غلام سے پوچھا: "تمہارے پاس اس وقت کتنی دولت ہے؟"

غلام نے عرض کیا: "آقا میرے پاس چار سو درہم ہیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "یہ رقم اشجع سلمی کو دے دو۔" اشجع سلمی نے وہ رقم لی اور دعائیں دیتا ہوا باہر چلا گیا۔

ابھی وہ چند قدم چلا ہوگا کہ امام صادقؑ نے حکم دیا کہ شاعر کو واپس بلاؤ، جب شاعر واپس آیا تو آپؑ نے فرمایا: "میرے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے "**خیر العطایا ما ابقی نعمة باقیة.** بہترین عطیہ وہ ہے جس کا اثر دیرپا ہو۔"

میں نے جو کچھ تمہیں دیا ہے وہ تم جلد خرچ کرلو گے، تم میری یہ انگشتری بھی لے لو، اس کی قیمت دس ہزار درہم ہے، اس سے کم رقم میں انگشتری فروخت نہ کرنا، اگر لوگ تمہیں اس انگشتری کی قیمت دس ہزار نہ دیں تو فلاں تاریخ کو میرے پاس آجانا میں تمہیں اس کی قیمت دس ہزار دوں گا۔"

اشجع سلمی نے آپؑ کو دعائیں دیں اور پھر کہا: "مولا! میری آپؑ سے ایک اور درخواست ہے، مجھے اکثر و بیشتر سفر کے لئے باہر جانا پڑتا ہے اور بعض اوقات خوفناک مقامات سے بھی میرا گزر ہوتا ہے، آپؑ مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم فرمائیں جس کی وجہ سے میں قوم جنات کے شر سے محفوظ رہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "جب کبھی تمہیں کسی پر ہول مقام سے گزرنا پڑے تو دلیاں ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر بلند آواز سے یہ آیت پڑھو، انشاء اللہ تمہیں کوئی

تکلیف نہیں ہوگی اور وہ آیت یہ ہے:

افغیر دین اللّٰہ یبغون ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرھا و الیہ یرجعون.

اشجع کا بیان ہے کہ کئی مرتبہ میرا گزر پر خطر مقامات سے ہوا تو میں نے امامؑ کے فرمان کے مطابق اس آیت کو بلند آواز سے پڑھا اور کئی دفعہ میرے کانوں سے جنات کی یہ آوازیں ٹکرائیں کہ ایک جن کہتا کہ اسے پکڑو اور مار ڈالو، جواب میں یہ آواز سنائی دیتی کہ ہم اسے کیسے پکڑیں اور کیسے ماریں یہ تو آیت طیبہ کی پناہ میں آچکا ہے۔ (بحارالانوار ج ۱۱ ص ۱۹۸ نقل از امالی شیخ)

امام موسیٰ کاظمؑ اور عید نوروز

ایک مرتبہ منصور دوانیقی نے امام موسیٰ کاظمؑ سے درخواست کی کہ وہ عید نوروز کے دن دربار میں حاضر ہوں۔

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: "مجھے اس سے معذور رکھو۔"

جب منصور کا اصرار حد سے زیادہ بڑھا تو آپؑ نے فرمایا: "**انی فتشت الاخبار عن جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلم اجد لھذا العید خبراً.**

میں نے اپنے نانا جناب رسول خداؐ کی احادیث کی جستجو کی تو مجھے اس عید کا کوئی نام و نشان نظر نہیں آیا، یہ عید فارسیوں کے ساتھ مخصوص ہے، اسلام نے اسے ختم کردیا ہے اور جسے اسلام مٹادے ہم اسے دوبارہ زندہ کریں یہ بات ناممکن ہے۔"

منصور نے کہا: "میں بھی اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ یہ اسلامی تہوار نہیں ہے، ہم لشکری سیاست کی وجہ سے اس کا اہتمام کرتے ہیں اور میں آپؑ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپؑ اس دن دربار میں ضرور تشریف لائیں۔"

دربار لگا، امام کاظمؑ تشریف لائے اور فوجی افسران منصور کو اس دن کی مبارک دیتے رہے اور اپنے تحفے تحائف پیش کرتے رہے، منصور کا ایک خادم تحائف لکھتا رہا۔

سب لوگوں کے بعد ایک بوڑھا شخص آیا اور امام عالی مقامؑ کو سلام کیا اور عرض کیا: "میں ایک غریب آدمی ہوں اور کسی طرح کا ہدیہ پیش کرنے سے عاجز ہوں، میں اپنی طرف سے یہ تین اشعار آپ کی نذر کرتا ہوں اور یہ اشعار میرے دادا نے آپ کے دادا حسین علیہ السلام کے مرثیے میں لکھے تھے۔ پھر اس نے یہ شعر پڑھے:

عجبت لمصقول علاك فرنده
یوم الھیاج وقد علاك غبار
ولا سھم نفذتك حرون حرائر
یدعون جدك والدموع غزار
الا تفنقضت السام و عاقھا
عن جسماك الا جلال و الاكبار

مجھے تعجب ہے کہ صیقل شدہ تلوار نے آپؑ کو اپنے گھیرے میں کیسے لے لیا، جب کہ غبار مظلومیت نے چاروں طرف سے آپ کا احاطہ کیا ہوا تھا۔

اور مجھے تعجب ہے کہ تیر آپ کے تن نازنین میں کیسے پیوست

ہوگئے، جبکہ مخدرات عصمت رو رو کر اپنے جدنامدار رسول خداؐ کو پکار رہی تھیں؟

اور آپ کی بزرگواری اور جلال کے سامنے تیر درہم برہم کیوں نہ ہوئے اور کس طرح سے آپ کے جسم میں پیوست ہوگئے؟

آپؑ نے یہ شعر سن کر فرمایا: "میں نے تمہارا ہدیہ قبول کیا اللہ تمہیں برکت دے۔"

امام موسیٰ کاظمؑ نے منصور کے خادم سے کہا کہ منصور سے جاکر کہو کہ یہ تحفے اور ہدایا کیا کرو گے؟

منصور نے جواب دیا: "یہ تمام تحفے اور ہدیے آپ کے ہیں، آپ جہاں چاہیں انہیں صرف کریں۔"

امام موسیٰ کاظمؑ نے بوڑھے شخص سے کہا: "تم یہ تمام ہدیے سمیٹ لو اور میری طرف سے انہیں قبول کرو۔" (مناقب شہر آشوب ج ۴ ص ۳۱۹)

ایک مؤمن امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "آقا! میں انتہائی نادار شخص ہوں، آپؑ مجھے ایک سو درہم عنایت کریں تاکہ اس سے میں اپنے لئے کوئی چھوٹا موٹا کاروبار شروع کر سکوں۔"

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: "میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں اگر تم نے اس کا صحیح جواب دیا تو تمہیں دس گنا زیادہ دوں گا ورنہ تمہاری مطلوبہ رقم تمہیں عنایت کروں گا۔"

مؤمن نے کہا: "اچھا آپ اپنا سوال بیان کریں اور میں اس کے صحیح جواب کے لئے اللہ سے مدد کی درخواست کروں گا۔"

آپؑ نے فرمایا: "اچھا یہ بتاؤ اگر تمہیں یہ کہا جائے کہ تم نے جو کچھ مانگنا ہے مانگو، تمہاری ہر درخواست پوری کردی جائے گی، تو اس صورت میں تم کیا مانگنا پسند کرو گے؟"

یہ سن کر مؤمن نے کہا: "اگر ایسا ہو جائے تو میں دین میں تقیہ اور برادران ایمانی کے ادائے حقوق کی توفیق کے لئے درخواست کروں گا۔"

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: "اچھا یہ بتاؤ کہ تم نے ہماری محبت وولایت کی درخواست کیوں نہ کی؟"

مؤمن نے کہا: "جو نعمت مجھے اللہ نے پہلے سے عطا کی ہے اس کے لئے میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور جس چیز سے محروم ہوں اسی کی درخواست کررہاہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "تم نے بالکل صحیح جواب دیا۔"

پھر آپؑ نے اسے دو ہزار درہم عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا: "تم اس رقم سے "مازو"(۱) خرید کر لینا، تمہیں نفع حاصل ہوگا۔"

چند روایات

قال رسول اللّٰہؐ یوتی یوم القیامة برجل فیقال احتج فیقول: یارب خلقتنی و ھدیتنی فاوسعت علی فلم ازل اوسع علی خلقك وایسر علیھم لکی تنشر علی ھذا الیوم رحمتك وحیرہ فیقول الرب: صدق عبدیْ ادخلوہ الجنة.

(۱) مازو ایک مشہور پھل ہے جو دواؤں میں استعمال ہوتا ہے۔

اتی رجل النبیؐ فقال یارسول اللّٰہ: ای الناس افضلھم ایمانا قال ابسطھم کفا.

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن ایک شخص کو حساب کے لئے لایا جائے گا اور اسے کہا جائے گا کہ تم اپنی نجات کے لئے دلیل وبرہان دو۔

وہ کہے گا خدایا تو نے مجھے پیدا کیا اور تو نے مجھے ہدایت دی اور تو نے مجھے فراخی رزق عطا فرمائی، میں نے بھی تیرے عطا کردہ رزق کو تیری مخلوق پر خرچ کیا اور ان کے لئے آسانی پیدا کی تاکہ اس دن میں تیری رحمت کا حقدار بن سکوں اور تو میرے لئے آسانی پیدا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ میرے بندے نے بالکل سچ کہا ہے، اسے جنت میں داخل کردو۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آپؐ سے دریافت کیا: "کونسا انسان ایمان کے لحاظ سے افضل ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "جس کا ہاتھ کشادہ ہو۔"

سال رجل ابا الحسن الدولؑ وھو فی الطواف فقال: اخبرنی عن الجواد فقال ان لکلامك وجھین فان کنت تسال عن المخلوق فان الجواد ھوالذی یؤدی ما افترض اللّٰہ علیه وان کنت تسال عن الخالق فھو الجواد ان اعطی وھو الجواد ان منع لانه اعطاك اعطاك مالیس لكِ وان منعك منعك مالیسَ لك.

امام موسیٰ کاظمؑ طواف کر رہے تھے کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا: "جواد

(سخی) کون ہے؟"
آپؑ نے فرمایا: "تمہاری بات کے دو پہلو ہیں، اگر تم مخلوق کے کسی سخی کا پوچھنا چاہتے ہو تو وہ شخص سخی ہے جو اللہ کے فرائض ادا کرے اور اگر تم خالق کے متعلق پوچھنا چاہتے ہو تو پھر اللہ جواد ہے چاہے وہ عطا کرے پھر بھی جواد ہے اور محروم رکھے تو بھی جواد ہے کیونکہ وہ تجھے جو کچھ عطا کرتا ہے وہ تیرا استحقاق نہیں ہوتا اور تجھے جس سے محروم رکھتا ہے وہ بھی تیرا استحقاق نہیں ہوتا۔"

عن ابی الحسن موسیٰؑ قال السخی الحسن الخلق فی کنف اللہ لا یستخلی اللہ منہ حتی یدخلہ النة . وما بعث اللہ عزوجل نبیا ولا وصیا الاسخیا وما کان احد من الصالحین الاسخیا وما زال ابی یوصینی بالسخاء حتی مضی وقال من اخرج الزکوٰة قامة فوضعها فی موضعها لم یسال من این اکتسبت مالك.

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: "سخی، خوش اخلاق اللہ کی پناہ میں رہتا ہے اللہ اسے اپنی پناہ سے نہیں نکالے گا یہاں تک کہ اسے جنت میں داخل کردے اللہ نے جتنے بھی انبیاء و اوصیاء بھیجے وہ سب کے سب سخی تھے اور اس وقت کوئی شخص صالحین میں سے شمار نہیں ہو سکتا جب تک وہ سخی نہ ہو۔

میرے والد محترم علیہ السلام اپنی زندگی کے آخری لمحات تک مجھے سخاوت کا حکم دیتے رہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: "جو شخص اپنے مال کی مکمل زکوٰة ادا کرے اور اسے صحیح مصرف میں خرچ کرے تو قیامت کے روز اس سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تو نے یہ مال کہاں سے حاصل کیا تھا۔"

قال ابو عبداللہؑ لبعض جلسائه الا اخبرك بشیء یقرب من اللہ ویقرب من الجنة و یباعد من النار؟

فقال بلی فقال علیك بالسخاء فان اللہ خلق خلقا برحمته لرحمته فجعلهم للمعروف اهلا و للخیر موضعا وللناس وجها یسعی الیهم لکی یحبوهم کما یحیی المطر الارض المجدبة اولئك هم المؤمنون الاضون یوم القیامة.ط

امام جعفر صادق علیہ السلام نے حاضرین مجلس میں سے ایک سے کہا: "کیا میں تجھے ایسی چیز کی تعلیم نہ دوں جو تمہیں خدا کے قریب کرے اور جنت کے قریب کرے اور دوزخ سے تجھے دور رکھے؟"

اس نے کہا: "کیوں نہیں! آقا۔"

تو آپؑ نے فرمایا: "تم سخاوت کو اپناؤ، اللہ نے اپنی رحمت کے ذریعے سے ایک مخلوق پیدا کی ہے جنہیں اپنی رحمت کے لئے پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان افراد کو اہل احسان اور بھلائی کا منبع بنایا اور یہ لوگ لوگوں کے مرجع و ماویٰ ہیں۔

لوگ اپنی حاجات کے لئے ان کے پاس جاتے ہیں اور وہ اپنی سخاوت سے لوگوں کو ازسرنو اسی طرح سے زندگی دیتے ہیں جیسا کہ بارش سے خشک اور بنجر زمین کو حیات نو ملتی ہے۔

ایسے لوگ واقعی مؤمن ہیں اور قیامت کے روز یہ لوگ امن حاصل کرنے والے ہیں۔"

قال امیرالمؤمنینؑ لابنه الحسنؑ یا بنی ما السماقه قال البدال فی الیسر والعسر. عن ابی عبداللہؑ قال شاب سخی مرهق فی الذنوب احب الی

اللہ من شیخ عابد بخیل.

امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے فرزند حسن علیہ السلام سے فرمایا: "بیٹا سخاوت کیا ہے؟"

امام حسن علیہ السلام نے جواب دیا: "فراخی و تنگ دستی دونوں حالتوں میں بخشش کرنا سخاوت ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "گناہوں میں ڈوبا ہوا نوجوان سخی، اللہ کو بوڑھے بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔"

عن ابی عبداللہؑ قال: اهل المعروف فی الدنیا هم اهل المعروف فی الاخرة یقال لهم ان ذنوبکم قد غفرت لکم فهبوا حسناتکم لمن شئتم.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جو لوگ اس دنیا میں نیکی اور احسان والے ہیں آخرت میں بھی وہی صاحب احسان ہوں گے، انہیں کہا جائے گا کہ میں نے تمہارے گناہ معاف کردیئے ہیں، تم جنہیں چاہو انہیں اپنی نیکیاں دے دو۔"

وضاحت: اس باب کی جملہ احادیث فروع کافی جلد چہارم سے ماخوذ ہیں۔

باب سوم

مذمت بخل

الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل ...... (القرآن)

"وہ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو مال خدا نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اسے چھپاتے ہیں، ہم نے کفران نعمت کرنے والوں کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

بخیل سے ہر شخص ناخوش رہتا ہے

ایک بخیل نے مرغ ذبح کیا اور اپنے غلام کو آواز دے کر کہا: "اگر تو نے آج اس مرغ کو اچھی طرح سے پکایا تو میں تجھے غلامی سے آزاد کردوں گا۔"

غلام نے پوری جانفشانی سے مرغ کا سالن تیار کیا اور سالن پکا کر بخیل آقا کے پاس لے گیا۔

بخیل نے سالن میں سے شوربہ پی لیا اور مرغ جوں کا توں رہنے دیا اور کہا: "اگر تو اس کی اچھی یخنی بنا کر لائے تو تجھے آزاد کردوں گا۔"

غلام نے یخنی تیار کی اور بخیل کے پاس لے گیا۔

بخیل نے یخنی پی لی اور مرغ کو ہاتھ تک نہ لگایا۔

پھر غلام سے کہا: "تم مرغ چاول تیار کر کے لاؤ۔"

غلام کو یقین ہو گیا کہ وہ اسے آزادی نہیں دینا چاہتا اس نے جل کر کہا: "جناب مجھے اب آزاد ہونے کا چنداں شوق نہیں ہے، خدارا آپ اس بے چارے مرغ کو آزاد کر دیں تو آپ کی مہربانی ہوگی، وہ بے چارہ بار بار تکلیف اٹھا رہا ہے۔

بخیل سے سخاوت ناممکن ہے

ایک نیک سرشت طالب علم اپنی مالی پریشانی کی وجہ سے تنگ آکر ایک دولت مند بخیل کے پاس امداد حاصل کرنے کی غرض سے گیا۔

بخیل نے طالب علم سے کہا: "دیکھو میں نے اپنی دولت کا ایک حصہ نابینا افراد کیلئے مخصوص کیا ہوا ہے، اگر تم نابینا ہوتے تو میں تمہاری امداد کرتا۔"

طالب علم نے کہا: "آپ میری مدد کریں میں بھی نابینا ہوں۔"

بخیل نے کہا: "تمہیں تو سب کچھ نظر آتا ہے بھلا تم نابینا کیسے ہو؟"

طالب علم نے کہا: "اگر میں اندھا نہ ہوتا تو تجھ جیسے بخیل کے دروازے پر ہی کیوں آتا؟"

یہ کہہ کر طالب علم چلا گیا۔

دوانیقی ایک مشہور کنجوس

منصور دوانیقی مشہور کنجوس گزرا ہے۔ اس زمانے میں ایک شاعر تھا

جسے ثعلبی کہا جاتا تھا۔ ثعلبی کا بیان ہے کہ میں نے انعام کے لالچ میں ایک قصیدہ منصور کی شان میں تیار کیا اور میں نے وہ قصیدہ دربار میں جاکر سنایا۔ حاضرین کی طرف سے بڑی داد ملی اور منصور بھی قصیدہ سن کر بہت خوش ہوا۔

منصور نے کہا: "ثعلبی! چاہو تو میں تم کو تین سو دینار دے دوں اگر چاہو تو تین حکمت کے کلمات سن لو جو تمہیں آئندہ فائدہ دیں گے۔"

ثعلبی کہتا ہے کہ میں نے کہا: "پھر میں تین کلمات حکمت سننا پسند کروں گا۔"

منصور نے کہا: "پہلی بات یہ ہے کہ جب تم نے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہوں تو ان کے ساتھ نیا جوتا نہ پہننا، وہ بدنما لگے گا۔"

یہ سن کر میں نے دل میں کہا کہ میرا ایک سو دینار اس لایعنی بات میں برباد ہو گیا۔

منصور نے کہا: "دوسری بات یہ ہے کہ جب تم داڑھی کو تیل لگاؤ تو زیادہ نیچے تک تیل نہ لگاؤ کیونکہ قمیص کو تیل لگ جاتا ہے اور دھبے پڑ جاتے ہیں۔"

میں نے دل میں کہا کہ ہائے افسوس میرے دو سو دینار برباد ہو گئے۔

خلیفہ تیسری بات کہنا ہی چاہتا تھا کہ میں نے کہا: "حضور آپ یہ بات اپنے پاس بطور ذخیرہ جمع رکھیں اور مجھے ایک سو دینار عنایت فرمائیں۔ ایک سو دینار آپ کے کلمات حکمت سے سو گنا زیادہ مفید ہے۔

یہ سن کر منصور ہنس پڑا اور مجھے پانچ سو دینار دیئے۔

منصور کی کنجوسی کی داستانیں لوگوں میں ضرب المثل بن گئی تھیں۔

منصور اپنے زمانے میں کنجوسوں کا سرتاج تھا۔

ایک دن میتب بن زہیر سے منصور نے کہا: "ایک اچھا معمار تلاش کر کے لاؤ، میں ایک اور کمرہ تعمیر کرانا چاہتا ہوں۔"

معمار آیا اور اسے ایک کمرہ تعمیر کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس نے کئی دن کی محنت سے کمرہ تعمیر کیا۔ جب کمرہ مکمل ہوگیا تو منصور نے میتب بن زہیر سے کہا: معمار کو اس کی اجرت دے دو۔"

میتب نے اسے پانچ درہم دیئے۔

منصور نے کہا: "نہیں! یہ تم نے بہت زیادہ رقم اسے دے دی ہے، کچھ کم کرو۔

آخرکار معمار سے مزدوری کم کرا کے اسے صرف ایک درہم دے کر رخصت کر دیا گیا اور چار درہم بچانے کی وجہ سے منصور اتنا خوش ہوا جیسا کہ کے ہاتھ میں خزانہ آگیا ہو۔

کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ جب سے منصور تخت حکومت پر بیٹھا ہے اس نے درشت لباس کے علاوہ کوئی اچھا لباس نہیں پہنا اور دال ساگ کے علاوہ اس نے کبھی اچھی خوراک نہیں کھائی اور تمام دولت کو ذخیرہ کئے جارہا ہے۔

یہ سن کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "**الحمد لله الذی حرمه من دنیاه ماله کما ترك دینه.** اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے اسے دنیا کی لذتوں سے محروم رکھا جیسا کہ اس نے اپنے دین کو چھوڑا ہے۔" (سفینۃ البحار ج ۱ ص ۶۱)

ہشام بن عبدالملک کی کنجوسی

ہشام بن عبدالملک اموی بھی اپنے زمانے کا مشہور کنجوس تھا۔ اسے کبوتر رکھنے کا بے حد شوق تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے اسے دو خوبصورت کبوتر بطور ہدیہ لا کر دیئے۔ ہشام نے کبوتروں کو دیکھا تو اسے بہت پسند آئے۔

کبوتر لانے والے شخص نے کہا: "آپ مجھے انعام عطا کریں اور دونوں کبوتر اپنے پاس رکھ لیں۔"

ہشام نے کہا: "تو کیا کبوتروں پر بھی انعام دیا جاتا ہے؟"

اس شخص نے کہا: "جی ہاں! کبوتروں پر بھی انعام دیا جاتا ہے۔"

ہشام نے کہا: "تو ایسا کرو انعام کی بات چھوڑو البتہ ان میں سے ایک کبوتر تم واپس لے لو۔"

اس شخص نے دو میں سے خوبصورت کبوتر اپنے پاس رکھ لیا۔

ہشام نے کہا: "تو نے اچھا کبوتر تو اپنے پاس رکھ لیا اور بے کار کبوتر میرے پاس رہنے دیا، اچھا اب ایسا کرو کہ یہ کبوتر مجھے واپس کر دو میں تجھے انعام دوں گا۔"

اس شخص نے کبوتر واپس کیا تو ہشام نے تین درہم کا اسے انعام دیا۔

ہشام کا ایک باغ تھا جس میں مختلف اقسام کے ثمر دار درخت لگے ہوئے تھے۔ ایک دن ہشام اپنے معاجبین سمیت باغ کی سیر کرنے کے لئے گیا تو پھل پکے ہوئے تھے۔ درباریوں نے پھل توڑ کر کھانے شروع کئے اور آپس میں کہنے لگے: "اللہ خلیفہ کو آباد رکھے اور اللہ اس کے باغ میں برکت عطا فرمائے۔"

ہشام یہ منظر دیکھ کر پہلے ہی پیچ و تاب کھا رہا تھا، آخرکار پھٹ پڑا اور کہا: "جس طرح سے تم نے باغ کو اجاڑنا شروع کیا ہے اس طرح سے تو اللہ برکت نہیں دے گا۔"

پھر اس نے باغبان کو بلا کر حکم دیا کہ تمام درخت کاٹ دیئے جائیں اور ان کی جگہ زیتون کے پودے لگا دیئے جائیں تاکہ انہیں کوئی توڑ کر نہ کھا سکے۔

ایک بخیل کی تقریر اور اس کا انجام

دعبل خزاعی ایک مشہور شاعر تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ شعراء اور ادباء سعید بن ہارون کے ہاں اس کی دعوت پر جمع ہوئے۔ صبح سے ظہر تک ہم وہاں بیٹھے رہے اس بندۂ خدا نے ہمیں ایک لقمہ تک کھانے کو نہ دیا۔ بھوک کی وجہ سے ہماری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔

اسی اثناء میں اس نے اپنے بوڑھے غلام کو آواز دے کر کہا: "اگر کچھ کھانے کا انتظام ہے تو لاؤ۔"

غلام یہ سن کر گھر کے اندر چلا گیا۔ ظہر ڈھل گئی مگر غلام واپس نہ آیا۔ اس وقت ہماری نگاہوں کے سامنے دنیا تاریک ہوگئی۔ پھر کافی دیر کے بعد وہ غلام ایک دسترخوان لایا جو کہ بے حد میلا کچیلا تھا اس نے وہ بچھایا اور اس پر دو خشک روٹیاں لاکر رکھ دیں، جن کا چبانا پتھر کو چبانے کے مترادف تھا، پھر وہ ایک لب شکستہ سا پیالہ لے آیا جس میں گرم گرم شوربہ تھا اور درمیان میں ایک مرغ پکایا گیا تھا۔

جب صاحب خانہ نے مرغ کو دیکھا تو چیخ کر کہا: "نمک حرام! مرغ لائے ہو مگر اس کا سر کہاں ہے؟"

غلام نے کہا: "میں نے ذبح کر کے اسے پھینک دیا تھا۔"

آقا نے کہا: "مگر بدتمیز تجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ مجھے ان لوگوں پر سخت غصہ آتا ہے جو مرغ کے سر کو پھینک دیں۔ مجھے تو وہ لوگ بھی اچھے نہیں لگتے جو مرغ کی ٹانگ پھینکیں تو بھلا سر پھینکنے والوں کو میں کیسے معاف کر سکتا ہوں؟ کیا تو نہیں جانتا کہ سر کی چند خصوصیات ہیں:

اول: اس میں مرغ کا منہ ہوتا ہے جس سے آواز نکلتی ہے اور مرغ کی اذان سن کر بندگان خدا نماز کی تیاری کرتے ہیں، سوئے ہوئے افراد اسی سے بیدار ہوتے ہیں اور اسی کی برکت سے شب زندہ دار افراد نماز تہجد کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

دوم: اس کے سر پر تاج ہوتا ہے اور یہ تاج بادشاہوں کے تاج سے مشابہت رکھتا ہے اور یہ تاج اسے دوسرے پرندوں میں ممتاز رکھتا ہے۔

سوم: اس کے سر میں دو آنکھیں ہوتی ہیں اور ان آنکھوں سے مرغ خدا کے فرشتوں کا دیدار کرتا ہے اور یار لوگ سرخ رنگ کی شراب کی تشبیہ اس کی آنکھوں سے دیا کرتے ہیں۔

چہارم: اس کے سر میں مغز ہوتا ہے اور مرغ کا مغز تو سبحان اللہ بڑے کام کی چیز ہے، مرغ کا مغز گردوں کے لئے حکم اکسیر رکھتا ہے۔

علاوہ ازیں اس کے سر کی ہڈی کی تو مثال ہی نہیں ملتی۔ اگر تو نے یہ سمجھ کر اس کے سر کو پھینکا کہ میں سر کھانا پسند ہیں کرتا تو پھر تو نے شدید

غلطی کی۔ مجھے مرغ کے سر کا کھانا اچھا معلوم ہوتا ہے اور اس کے مغز کا میں مداح اور معتقد ہوں۔

فرض کرو اگر میں نہ بھی کھاتا تو میرے اہل و عیال کے کام آجاتا۔ اگر بالفرض میرے اہل و عیال بھی سر نہ کھاتے تو تجھے نظر نہیں آتا کہ صبح سے ہمارے ہاں معزز شعراء و ادباء تشریف فرما ہیں، یہ کھا لیتے اور ہمارا شکریہ بھی ادا کرتے۔ اب تم فوراً جاؤ اور سر کو ڈھونڈ کر لاؤ اور اگر تم نے کوتاہی کی تو میں تمہیں سخت اذیت دوں گا جسے تم ہمیشہ یاد کرو گے۔

غلام نے چیخ کر کہا: "خدا کی قسم مجھے بالکل علم نہیں ہے کہ میں نے سر کہاں پھینکا تھا۔"

آقا نے کہا: "ہاں تو تجھے علم نہیں ہے لیکن مجھے تو علم ہے کہ تو نے مرغ کا سر کہاں پھینکا ہے؟ میں جانتا ہوں کہ تو نے مرغ کا سر اپنے شکم میں پھینک دیا ہے۔"

غلام نے قسم کھا کر کہا: "میں نے نہیں کھایا۔

آقا نے کہا: "تو جھوٹی قسمیں کھا رہا ہے۔ پھر سعید کو غصہ آیا تو اٹھ کر غلام سے لپٹ گیا۔

غلام نے بھی اپنے مالک کا کوئی حیا نہ کیا، جواب میں وہ بھی گتھم گتھا ہو گیا۔

سعید کا پاؤں پیالے سے ٹکرایا تو تمام شوربا اس میلے دستر خوان پر پھیل گیا اور مرغ دور مٹی پر جا گرا۔

بلی گھات لگائے بیٹھی تھی، اس نے مرغ جھپٹ لیا اور بھاگ نکلی۔

جب ہم نے یہ منظر دیکھا تو وہاں سے چل دیئے۔ (لطائف الطوائف)

کنجوس کی مہمان نوازی

کوفہ کے ایک بخیل کو پتہ چلا کہ بصرہ میں اس کا ایک اور بھائی بند بخیل رہتا ہے۔ چنانچہ کوفی بخیل بصری بخیل کو دیکھنے کے لئے بصرہ گیا اور اس کے مکان پر جا پہنچا۔

کوفی نے اسے بتایا کہ میں کوفہ کا مشہور بخیل ہوں لیکن آپ کی تعریف سن کر آپ کی ملاقات کے لئے طویل سفر کر کے آیا ہوں تا کہ آپ کے فیض صحبت سے کچھ استفادہ کر سکوں۔

بصری بخیل نے کہا: "بھائی آپ طویل سفر کر کے ہمارے ہاں آئے اور پھر آپ ہمارے مہمان بھی ہیں، آپ کی ضیافت اور خدمت میرا فرض ہے، آپ جس چیز کی خواہش کریں میں آپ کے لئے حاضر کروں۔"

کوفی بخیل نے کہا: "اگر آپ خواہ مخواہ تکلف ہی کرتے ہیں تو پھر تازہ پنیر لے آئیں، مجھے تازہ پنیر کھانے کا شوق ہے۔"

بصری بخیل نے برتن اٹھایا اور پنیر فروش کے پاس گیا اور اسے کہا: "میرے پاس دور دراز مقام سے ایک مہمان آیا ہے تم آدھی چھٹانک تازہ پنیر اس برتن میں ڈال دو۔"

دکاندار نے کہا: "جناب آپ مطمئن رہیں میں آپ کو ایسا پنیر دوں گا جو مکھن جیسا ہو گا۔"

بصری بخیل نے دل میں خیال کیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مکھن،

پنیر سے بہتر ہوتا ہے، لہذا مجھے مہمان کی تواضع پنیر کی بجائے مکھن سے کرنی چاہئے۔

اس نے پنیر کی دکان کو چھوڑا اور مکھن کی دکان پر گیا اور کہا: "بھائی میرا دور دراز سے ایک مہمان آیا ہوا ہے آپ آدھی چھٹانک عمدہ قسم کا مکھن دے دیں۔"

دکاندار نے کہا: "جناب میں آپ کو ایسا مکھن دوں گا جو روغن زیتون سے بھی زیادہ صاف ہوگا۔"

کنجوس نے دل میں سوچا کہ روغن زیتون مکھن سے بہتر ہوتا ہے، اسی لئے یہ دکاندار مکھن کی مثال روغن زیتون سے دے رہا ہے۔

یہ سوچ کر اس نے اس دکان کو چھوڑا اور روغن زیتون کی دکان پر آیا اور اس سے کہا: "بھائی میرا دور دراز سے ایک مہمان آیا ہے، آپ سے التماس ہے کہ آپ اس کی ضیافت کے لئے آدھی چھٹانک عمدہ قسم کا روغن زیتون دے دیں۔"

دکاندار نے کہا: "جناب آپ مطمئن رہیں میں آپ کو ایسا روغن زیتون دوں گا جو صاف پانی سے بھی زیادہ صاف ہوگا۔"

کنجوس نے دل میں سوچا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ صاف پانی زیتون کے تیل سے زیادہ بہتر ہے اور وہ میرے اپنے گھر میں موجود ہے، کچھ دیر کے بعد اپنے گھر سے پانی کا جام بھر کر مہمان کے پاس پہنچ گیا اور کہا: "ناراض نہ ہونا میں نے تمہاری خواہش پوری کرنے کی کوشش کی تھی لیکن آخر میں جاکر معلوم ہوا کہ صاف پانی ان سب سے بہتر ہے اسی لئے میں آپ کی تواضع کے

لئے اپنے گھر سے پانی لایا ہوں۔

کوفی بخیل نے بصری بخیل کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر کہا: "اشھد انك احذق منی" میں گواہی دیتا ہوں کہ اس فن میں آپ میرے بھی استاد ہیں۔ (تاریخ بحیرہ ص ۲۹۴)

بخل۔ قارون کی تباہی کا موجب

قارون کے متعلق مروی ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قریبی رشتہ دار تھا۔ بعض مؤرخین اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی اور بعض نے اسے خالہ زاد بھائی بیان کیا ہے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن حضرت کلثوم کا منگیتر بھی بیان کیا جاتا ہے۔

یہ پہلے بے حد غریب تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس نے درخواست کی کہ اسے کوئی عمل اور ورد تعلیم دیں تاکہ اللہ تعالی اسے وسیع رزق عطا فرمائے۔

آپؑ نے اسے وظیفہ تعلیم فرمادیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ اس کے پاس دولت کے ڈھیر جمع ہوگئے اور اس کے خزانوں کی چابیاں بہت سے اونٹوں پر لادی جاتی تھیں۔

جب وہ اپنے نوکروں اور خادموں کے ساتھ اپنے محل سے برآمد ہوتا تھا تو لوگوں کے منہ سے بے ساختہ یہ دعا نکلا کرتی کہ اللہ ہمیں بھی قارون کی طرح دولت مند بنائے۔

بحارالانوار جلد سیز دہم کے صفحہ ۲۵۶ پر علامہ مجلسی ابن عباس کی

زبانی نقل کرتے ہیں کہ جب زکوٰۃ کا حکم آیا اور جناب موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا مطالبہ کیا تو اس نے اپنے بخل کی وجہ سے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے رعایت دیتے ہوئے فرمایا: "تو ایک ہزار گوسفند میں سے ایک گوسفند اور ایک ہزار دینار میں سے ایک دینار بطور زکوٰۃ دے دے تو بھی قابل قبول ہے۔"

قارون نے مجبور ہو کر یہ مقدار تسلیم کرلی لیکن جب گھر آیا اور اس نے اپنی جائیداد کا حساب لگایا تو اسے اپنی جائیداد کا ہزارواں حصہ بہت زیادہ نظر آیا اور اسے اس کے فطری بخل نے ہزارواں حصہ ادا کرنے سے روک دیا۔

پھر اس نے اپنے دوستوں کو بلا کر ان سے کہا: "اب تک جو کچھ موسیٰ کہتے آئے، ہم ان کا کہا مانتے رہے لیکن اب پانی سر سے اوپر ہو چکا ہے، اب موسیٰ ہماری جائیداد کا بھی ہم سے ایک حصہ لینا چاہتا ہے اور یہ چیز ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے، اس کے لئے تم لوگ کوئی طریقہ سوچو۔"

قارون کے دوستوں نے اس سے کہا: "ہم کچھ نہیں کہتے، آپ ہمارے بزرگ ہیں جیسا مناسب سمجھیں کریں۔"

قارون نے کہا: "فلاں بدکار عورت کو بلاؤ، میں اسے کچھ انعام دے کر موسیٰ پر تہمت لگانا چاہتا ہوں تاکہ موسیٰ ہمیشہ کے لئے بدنام ہو جائیں اور ہمیں کسی طرح کا حکم دینے کے قابل نہ رہیں۔"

بدکار عورت آئی، قارون نے اسے ایک ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا اور اس کے ساتھ یہ وعدہ بھی کیا کہ اگر اس نے موسیٰ پر تہمت لگائی تو وہ اس سے

شادی کرلے گا۔

دوسرے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے گھر سے برآمد ہوئے اور میدان میں پہنچ کر انہوں نے وعظ و نصیحت شروع کی اور آپؑ نے اپنے وعظ میں ارشاد فرمایا: "میں چور کا ہاتھ قلم کردوں گا، جو کسی پر افترا باندھے اسے اسی کوڑے سزا دوں گا، جو کنوارہ شخص زنا کا مرتکب ہوگا اسے اسی کوڑے اور جو شادی شدہ زنا کا مرتکب ہوگا اسے سنگ سار کروں گا۔"

اس مجمع میں قارون موجود تھا۔ اس نے کھڑا ہو کر کہا: "جناب! اگر یہ جرم آپ سے بھی صادر ہو تو بھی اس کی یہی سزا ہے؟"

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: "بے شک! میرے لئے بھی یہی سزا ہے۔"

قارون نے کہا: "لیکن بنی اسرائیل میں تو یہ مشہور ہے کہ آپ نے (نعوذباللہ) زنا کیا ہے۔"

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: "خوب سوچ کر بات کرو کیا میں نے زنا کیا ہے؟"

قارون نے کہا: "جی ہاں! اور اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ جاؤ فلاں عورت کو میدان میں لے کر آؤ۔"

عورت میدان میں آئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عورت سے کہا: "کیا جو الزام قارون مجھ پر لگا رہا ہے کیا یہ درست ہے؟"

اس وقت عورت نے دل میں سوچا کہ میرے لئے بہتر یہی ہے کہ سچ بات کہہ دوں اور نبی کو اذیت نہ دوں، یہ سوچ کر اس عورت نے کہا: "قارون جھوٹا ہے اس نے مجھے ایک ہزار دینار کی لالچ دی ہے تاکہ میں آپؑ پر تہمت

لگاؤں۔"

عورت کا بیان سن کر قارون بے حد شرمندہ ہوا اور شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عزت نفس سلامت رہنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور دو رکعت نماز شکرانہ پڑھی اور نماز پڑھنے کے بعد انہوں نے رو رو کر بارگاہ احدیت میں عرض کی: "خدایا! تیرا دشمن مجھے رسوا کرنا چاہتا ہے، آج مجھے اس پر غلبہ عطا فرما۔"

اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی کہ ہم نے زمین کو تمہارا مطیع بنایا ہے تم زمین کو جو بھی حکم دو گے زمین اس کی تعمیل کرے گی۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی طرف رخ کیا اور فرمایا: "جس طرح سے اللہ نے مجھے فرعون اور آل فرعون پر غلبہ دیا تھا اسی طرح سے اس نے مجھے قارون اور اس کے ساتھیوں پر بھی غلبہ عنایت کیا ہے۔"

پھر آپؑ نے فرمایا: "جو قارون کے ساتھ رہنا چاہتا ہو وہ اس کے ساتھ کھڑا ہو جائے، باقی لوگ اس سے دور ہو جائیں۔"

یہ اعلان سننے کے بعد صرف دو شخص قارون کے ساتھ کھڑے ہوئے باقی لوگ قارون سے جدا ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ قارون اور اس کے ساتھیوں کو نگل لے۔ زمین نے پہلے پہل اسے پنڈلی تک نگلا، پھر زانوں تک نگلا، قارون نے چیخ کر کہا: "موسیٰ! میں سمجھ گیا تو مجھے زمین میں داخل کر کے

میرے خزانے پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: "خدایا! اس کے تمام خزانے اس کے سر پر رکھ دے اور پھر اسے داخل زمین کر دے۔"

فرشتوں نے اس کے خزانوں کے بھرے ہوئے کمرے اس کے سر پر رکھ دیئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ اسے نگل لے، اب کی بار زمین نے اسے کمر تک نگل لیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو پھر حکم دیا کہ اسے نگل لے، زمین نے اسے گردن تک نگل لیا۔

قارون حضرت موسیٰؑ کو واسطے دیتا رہا کہ مجھ پر رحم کرو لیکن حضرت موسیٰؑ جلال میں تھے، پھر آپؑ نے زمین کو حکم دیا کہ اب اسے پوری طرح سے نگل لے۔ زمین نے قارون اور اس کے ساتھیوں کو نگل لیا۔

جب بنی اسرائیل نے قارون کا یہ حشر دیکھا تو کہا: "خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں قارون جیسی دولت نہیں دی ورنہ ہمارا حشر بھی قارون جیسا ہوتا۔"

قارون کے اس واقعے کے بعد حق سبحانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ: "موسیٰؑ تم بڑے سخت دل ثابت ہوئے، قارون نے آپ کو بڑے واسطے دیئے لیکن تم نے اس پر رحم نہ کیا، مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اگر قارون مجھے ایک مرتبہ بھی پکار لیتا تو میں اسے نجات دے دیتا۔"

ثعلبہ بن حاطب کا بُخل

ابو امامہ باہلی بیان کرتے ہیں کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "یا رسول اللہؐ! آپ میرے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے وسیع رزق عطا فرمائے۔"

آپؐ نے فرمایا: "ثعلبہ انسان جتنے رزق کا شکر ادا کر سکے اس کے لئے رزق کی وہی مقدار ہی بہتر ہے، انسان کو اس رزق کا سوال نہیں کرنا چاہئے جس کا شکر ادا نہ ہو سکے اور جس کے حقوق ادا نہ کئے جائیں۔"

اس وقت ثعلبہ چلا گیا لیکن چند دنوں کے بعد دوبارہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی درخواست آپؐ کے سامنے دہرائی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دوبارہ تلقین فرمائی اور اسے بتایا کہ دیکھو اگر زیادہ مقدار میں مال و دولت بہتر ہوتی تو میرے پاس سونے چاندی کے پہاڑ ہوتے لیکن تم خود دیکھ رہے ہو کہ میرے گھر میں اکثر اوقات فاقہ رہتا ہے۔

ثعلبہ آپؐ کی باتیں سن کر چلا گیا، چند دن گزار کر پھر آپؐ کے کاشانۂ نبوت پر حاضر ہوا اور وہی پرانی درخواست دہرائی اور کہا: "میں وعدہ کرتا ہوں اگر اللہ نے مجھے دولت سے نوازا تو ہر حقدار کو اس کا حق دوں گا۔"

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا: "خدایا! ثعلبہ کو مال و دولت عنایت فرما۔"

ثعلبہ کے پاس چند بھیڑیں تھیں، قدرت خداوندی سے ان میں اتنی افزائش ہوئی کہ چند دنوں کے اندر ایک بڑا ریوڑ بن گیا، ثعلبہ ریوڑ کو لے کر

جنگل میں چلا جاتا۔

اس سے پہلے ثعلبہ تمام نمازیں حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں پڑھا کرتا تھا، پھر صرف ظہر و عصر کی نمازیں آپؐ کے ساتھ آکر ادا کرتا۔ ادھر اس کا ریوڑ روز بروز بڑھتا گیا، وہ پھر نماز جمعہ آپؐ کے ساتھ آکر ادا کرتا۔ پھر آہستہ آہستہ یہ نوبت آپہنچی کہ نماز جمعہ میں بھی شریک نہ ہوتا، اس دن راستہ پر آکر بیٹھ جاتا اور لوگوں سے مدینہ کے حالات دریافت کیا کرتا تھا۔

ایک دن رسول پاکؐ نے ثعلبہ کے متعلق لوگوں سے دریافت کیا تو آپؐ کو بتایا گیا کہ اس کے پاس اتنے جانور ہو گئے ہیں کہ اس کے لئے اب مدینہ آنا مشکل ہو گیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "ثعلبہ پر افسوس، ثعلبہ پر افسوس، ثعلبہ پر افسوس۔"

آپؐ پر زکوٰۃ کی آیات نازل ہوئیں تو آپؐ نے زکوٰۃ کی وصولی کے لئے دو افراد کو منتخب فرمایا، ایک کا تعلق بنی جہینہ اور دوسرے کا تعلق بنی سلیم سے تھا۔ آپؐ نے انہیں زکوٰۃ حاصل کرنے کے لئے تحریری حکم بھی لکھ کر دیا۔

آپؐ نے کارندے ثعلبہ کے پاس آئے اور حضور کا نامۂ مبارک اسے دکھا کر زکوٰۃ کا مطالبہ کیا۔

ثعلبہ نے آپؐ کا نامۂ مبارک پڑھ کر کہا: "یہ تو مجھے جزیہ یا جزیہ کے مشابہ ٹیکس نظر آتا ہے۔ فی الحال تم جاؤ اور لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرو، میں اس کے متعلق غور و فکر کروں گا۔"

پھر آپؐ کے دونوں کارندے بنی سلیم کے ایک شخص کے پاس گئے اور اسے زکوٰۃ کا حکم سنایا تو اس نے بہترین اونٹوں کا انتخاب کر کے ان سے کہا:

"تم یہ اونٹ زکوٰۃ میں لے جاؤ۔"

حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمائندوں نے کہا: "حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ ہم بہترین مویشی کا انتخاب کر کے زکوٰۃ حاصل کریں۔"

اس شخص نے کہا: "لیکن میں خود چاہتا ہوں کہ خدا کے نام پر اچھی چیز پیش کروں۔"

اس سے زکوٰۃ وصول کرنے کے بعد دونوں نمائندے دوبارہ ثعلبہ کے پاس آئے اور اسے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا۔

ثعلبہ نے کہا: "تم فی الحال حضور کریمؐ کا نامہ مجھے دے کر چلے جاؤ تاکہ میں اچھی طرح سے سوچ کر فیصلہ کر سکوں کہ یہ جزیہ یا شبیہ جزیہ ہے یا کوئی اور قسم کا ٹیکس ہے؟ میں اس کا جواب بعد میں دوں گا۔"

حضور کریمؐ کے نمائندے اس کے پاس سے چلے گئے اور رسول خداؐ کی خدمت میں جاکر انہوں نے تمام واقعہ سنایا۔

تمام واقعات سن کر آپؐ نے فرمایا: "ثعلبہ پر افسوس، پھر آپؐ نے بنی سلیم کے شخص کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے ثعلبہ کی مذمت میں یہ آیات نازل فرمائیں:

"ومنهم من عاهد الله لئن اتانا من فضله لنصدقن و لنكونن من الصالحين فلما اتاهم من فضله بخلوا به و قولوا وهم معرضون فاعقبهم نفاقا فى قلوبهم الى يوم يلقونه بما اخلفوا الله ما وعدوه وبما كانوا يكذبون." (سورۃ توبہ ۷۵ تا ۷۷)

منافقین میں کچھ ایسے افراد بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر اللہ انہیں اپنے فضل و کرم سے رزق عطا کرے تو ہم صدقہ دیں گے اور ہم نیک لوگوں میں سے ہو جائیں گے، جب اللہ نے اپنی فضل کرتے ہوئے انہیں رزق عطا فرمایا تو انہوں نے اس کے متعلق بخل کیا اور اعراض کرتے ہوئے انہوں نے پشت پھیرلی، اسی لئے اس وعدہ خلافی اور جھوٹ بولنے کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں میں روز قیامت تک نفاق رکھ دیا۔

جب رحمت عالمؐ نے یہ آیات پڑھ کر سنائیں تو اس وقت مسجد میں ثعلبہ کا ایک رشتہ دار بھی موجود تھا، وہ آیات سن کر ثعلبہ کے پاس گیا اور اسے نزولِ آیات سے باخبر کیا، اس کے بعد ثعلبہ حضور کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "میں زکوٰۃ دینے پر آمادہ ہوں آپؐ میری زکوٰۃ قبول فرمائیں۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ نے مجھے تیری زکوٰۃ لینے سے روک دیا ہے، اس لئے میں تجھ سے یہ زکوٰۃ نہیں لوں گا۔"

ثعلبہ نے اپنے سر اور داڑھی پر خاک ڈالی، رسول خداؐ نے فرمایا: "یہ تیرے اپنے عمل کا بدلہ ہے۔"

پھر ثعلبہ دوبارہ اپنے ریوڑ کے پاس چلا گیا اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثعلبہ کی زکوٰۃ قبول نہ فرمائی۔

حضور اکرمؐ کی وفات کے بعد ثعلبہ حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور زکوٰۃ ادا کرنے کی خواہش کا اظہار کیا لیکن حضرت ابوبکر نے اس کی زکوٰۃ لینے سے انکار کردیا۔ پھر ثعلبہ حضرت عمر کے پاس بھی زکوٰۃ دینے کے لئے گیا لیکن انہوں نے بھی ثعلبہ کی زکوٰۃ قبول کرنے سے انکار کردیا۔ پھر ثعلبہ حضرت عثمان

کے دور خلافت میں بھی زکوۃ لے کر گیا لیکن انہوں نے بھی اس کی زکوۃ قبول نہ کی۔ حضرت عثمان کے دور حکومت میں ثعلبہ کی وفات ہوئی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ثعلبہ جنگ بدر میں بھی شریک ہوا تھا۔ (اُسد الغابہ ج ا ص ۲۳۷)

دو بخیل

تاریخ حیرہ کے صفحہ ۲۷۲ پر مرقوم ہے، مؤلف لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ایک بخیل گزرا ہے اور اس کا مشہور مقولہ تھا کہ کچھ لوگ دولت سے اس لئے پیار کرتے ہیں کہ اس کے ذریعے سے اچھے کھانے، کھانے کو ملتے ہیں۔ بعض لوگ دولت سے اس لئے محبت کرتے ہیں کہ اس سے عمدہ لباس خرید کرتے ہیں۔ بعض لوگ دوست سے اس لئے الفت کرتے ہیں کہ وہ اس کے ذریعے سے مقام ریاست و حکومت تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ یہ سب لوگ دراصل دولت سے محبت نہیں رکھتے یہ لوگ دولت کو مادی اشیاء کا وسیلہ قرار دیتے ہیں جبکہ میں دولت سے اس لئے پیار کرتا ہوں کہ وہ دولت ہے، میری نظر میں عظیم لذت یہ ہے کہ انسان دولت کو جمع کرتا رہے اور اسے مادی وسائل کی فراہمی کا ذریعہ نہ بنائے۔

ایک شخص کہتا ہے کہ سوئے اتفاق اس بدبخت کے ساتھ مجھے اصفہان جانے کا اتفاق ہوا وہاں اس نے ایک مکان میں رہائش رکھی، مکان کے باورچی خانے میں ایک بخاری تھی، وہاں ایک بلی نے قبضہ کیا ہوا تھا، تین ماہ تک میں وقتاً فوقتاً اس کے مکان پر جاتا رہا، اس بخاری پر میں نے بلی اور اس کے چھوٹے

بچوں کو ہی متمکن دیکھا جس سے میں نے اندازہ کر لیا کہ اس عرصے میں اس بدبخت نے ایک دفعہ بھی اس مکان میں آگ نہیں جلائی تھی۔

کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ مستنصر باللہ عباسی نے احمد خطیب کو منصب وزارت تفویض کیا، احمد خطیب اپنے دور کا مشہور کنجوس تھا۔

اس کے بخل کے اظہار کے لئے یہی کافی ہے کہ ایک وزیر کے پاس ایک فقیر گیا اور اس سے کچھ خیرات کا مطالبہ کیا، بخیل وزیر کو اس فقیر پر بے حد غصہ آیا، اس نے فقیر کو بے تحاشہ پیٹنا شروع کیا، فقیر بے چارہ اس کی ضربوں کی تاب نہ لاتے ہوئے موقع پر مر گیا، جب اس واقعہ کی اطلاع عباسی خلیفہ مستنصر باللہ کو ملی تو اس نے احمد کو وزارت سے سبکدوش کر دیا اور کہا کہ میں نے اسے وزیر بنا کر غلطی کی تھی کیونکہ اتنا رذیل شخص منصب وزارت کے لائق نہیں ہوتا اور خلیفہ نے اس کی تمام تر جائیداد ضبط کر لی اور حکم دیا کہ اس کی تمام تر جائیداد مرنے والے فقیر کے ورثاء کو خون بہا میں دی جائے۔

بخل کس قدر قابل نفرت ہے؟

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رحمت عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کے طواف میں مصروف تھے، آپؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک شخص نے غلاف کعبہ کو تھاما ہوا ہے اور کہہ رہا ہے: "خدایا! تجھے تیرے اس باعظمت گھر کی قسم دیتا ہوں کہ میرا گناہ معاف فرما۔"

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: "تو نے کونسا گناہ کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا: "حضور میرا گناہ بہت بڑا ہے۔"

آپؐ نے فرمایا: "آخر تو اللہ کی رحمت سے اتنا مایوس کیوں ہے؟ کیا تیرا گناہ پہاڑوں سے بھی بڑا ہے؟"

اس نے عرض کی: "جی ہاں! میرا گناہ پہاڑوں سے بھی بڑا ہے۔"

آپؐ نے ارشاد فرمایا: "تو کیا تیرا گناہ اس زمین کے وزن سے بھی زیادہ ہے؟"

اس نے کہا: "جی ہاں! یارسول اللہؐ۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "تیرا گناہ بڑا ہے یا آسمان بڑا ہے؟"

اس نے کہا: "میرا گناہ آسمانوں سے بھی زیادہ وزنی ہے۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "کیا تیرا گناہ عرش سے بھی زیادہ وزنی ہے؟"

اس نے کہا: "جی ہاں! میرا گناہ عرش سے بھی زیادہ وزنی ہے۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "اچھا یہ بتا (**ذنبك اعظم ام اللّٰہ**) تیرا گناہ بڑا ہے یا خدا بڑا ہے؟"

اس نے کہا: "خدا بڑا ہے۔"

پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: "اپنے گناہ کے متعلق بیان کر۔"

اس نے کہا: "یارسول اللہؐ! میں دولت مند انسان ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ عطا کیا ہوا ہے لیکن جب بھی کوئی سائل مجھ سے سوال کرے تو میرے تن بدن میں غصہ کی وجہ سے آگ لگ جاتی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ سائل کو قتل کر ڈالوں۔"

یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: "**الیك عنی لا تحرقنی بنارك**" مجھ سے دور

ہو جا، اپنے ساتھ آگ میں مجھے مت جلا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے ہادی بنا کر مبعوث کیا، اگر تو اس بخل کی وصف کے ساتھ رکن و مقام کے درمیان دو ہزار سال تک نماز پڑھے اور خوف خدا میں تو اتنا روئے کہ تیری آنکھوں سے چشمے پھوٹ نکلیں اور درخت سیراب ہو جائیں تو اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ تجھے معاف نہیں فرمائے گا تجھے سر کے بل دوزخ میں ڈالے گا۔"

کیا تجھے علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**ومن یبخل فانما یبخل عن نفسه**" جو بخل کرتا ہے وہ اپنے لئے ہی بخل کرتا ہے۔"

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "**ومن یوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون**" جنہیں ان کے اپنے نفس کے بخل سے محفوظ کر دیا جائے تو وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔"

دردمندانہ گزارش

خدا پرستی کا مقام صرف زبانی گفتگو سے حاصل نہیں ہوتا اس کے لئے بہت کچھ قربان کرنا پڑتا ہے۔ اس کے لئے سب سے پہلے علائق جسمانی کو قربان کرنا ضروری ہے۔ خداوند عالم نے اہل ایمان کے ساتھ خوبصورت بیع و شرا کی ہے اور اس بیع و شرا کا تذکرہ ان الفاظ سے فرمایا ہے: "**ان اللّٰہ اشتری من المؤمنین انفسهم واموالهم بان لهم الجنة**" بے شک اللہ نے مؤمنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔"

حصول جنت کے لئے اہل ایمان کو جان و مال کی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ ایمان کی سیڑھی کا پہلا زینہ انفاق فی سبیل اللہ ہے اور زکوٰۃ و خمس

اور دیگر صدقات انفاق فی سبیل اللہ کی مختلف صورتیں ہیں۔ جو شخص ایمان کے اثبات کے لئے اپنا مال قربان نہیں کر سکتا وہ ایمانی مدارج سے قارون اور ثعلبہ کی طرح بے بہرہ رہتا ہے۔

امام عالی مقام کا یہ فرمان آپ اپنے پیش نظر رکھیں: "من منع قیراطا من الزکوٰۃ فلیس بمؤمن ولا مسلم" جو شخص ایک قیراط زکوٰۃ روک لے وہ نہ تو مؤمن ہے اور نہ ہی مسلم ہے۔"

ہادیان دین میں سے ایک ہادی کا یہ فرمان بھی ہمیشہ ذہن نشین رہنا چاہئے: "ان الزکوٰۃ لیس بحمد بھا صاحبھا، انما ھو شیء ظاھر حقن بھا دمہ وسمی بھا مسلما ولو لم یؤدھا لم یقبل لہ صلوٰۃ" یعنی انسان زکوٰۃ ادا کرنے سے لائق تعریف نہیں بن جاتا، زکوٰۃ تو ایسی چیز ہے جس سے انسان کی جان کی حفاظت کی جاتی، یہ تو ایک واضح سا فریضہ ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے ہی کوئی شخص مسلم کہلاتا ہے۔ اگر کوئی شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اس کی نماز قبول ہی نہ ہوگی۔"

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر ہادیان دین نے انسان کو ہمیشہ اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے کہ زر پرستی بت پرستی کی ایک قسم ہے اور معصومینؑ نے انسان کو اس سے پرہیز کرنے کا حکم دیا۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "البخیل بعید من اللّٰہ، بعید من الناس، بعید من الجنۃ و قریب من لنار و جاھل سخی احب الی اللّٰہ من عابد بخیل واودی الداء البخل" یعنی بخیل اللہ سے دور ہے، انسانوں سے دور ہے، جنت سے دور ہے اور دوزخ کے قریب ہے اور جاہل سخی اللہ کو

عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے اور بخل بدترین بیماری ہے۔"

حضرت امام صادق علیہ السلام نے بخل کو ہر برائی کی جڑ قرار دیا اور فرمایا: "وھو زمان یقادبه الی کل سوء" یعنی بخل ایک ایسی رسی ہے جو انسان کو ہر برائی کی جانب لے کر جاتی ہے۔"

چند روایات

قال رسول اللہؐ مامحق الاسلام محق الشح شیء ثم قال ان لھذا الشح دبیبا کدبیب النمل وشعبا کشعب الشرک وفی نسخة اخر الشوک.

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بخل کی طرح کسی چیز نے اسلام کو تباہ نہیں کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ پستی اور بخل کی شرک کی طرح سے بہت سی شاخیں ہیں اور بخل بھی انسان کے دل میں اس مخفی انداز سے چلتا ہے جیسا کہ چیونٹی چلتی ہے۔"

ایک اور نسخہ میں لفظ شرک کی بجائے لفظ "شوک" استعمال ہوا ہے۔ تو اس شکل میں حدیث شریف کا یہ ترجمہ بنے گا کہ مختلف کانٹوں کی طرح سے اس کی شاخیں بھی پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔

"فروع کافی ج ۴ ص ۴۵"

عن ابی جعفرؑ قال: قال رسول اللّٰہؐ لیس البخیل من ادلی الزکوٰۃ المفروضۃ من مالہ واعطی البائنۃ فی قومہ انما البخیل من لم یؤد الزکوٰۃ المفروضۃ من مالہ ولم یعط البائنۃ فی قومہ وھو یبذر فیما سوی ذلک.

"فروع کافی ج ۴ ص ۴۵"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ: "وہ شخص بخیل نہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے اور اپنی قوم کو عطیات دے، بخیل وہ ہے جو زکوٰۃ واجب ادا نہ کرے اور اپنی قوم کو عطیات سے محروم رکھے اور اس ک علاوہ دوسرے کاموں میں اسراف کرتا رہے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دور حاضر کے اکثر مالدار افراد بخیل ہیں اور وہ یقیناً اس بخل کا انجام بد پائیں گے۔ اکثر دولت مند زکوٰۃ و خمس ادا کرنے کے روادار نہیں ہیں اور "فحشاء و منکر" پھیلانے والے اداروں.کو دل کھول کر چندہ دیتے ہیں۔

عن زرارة قال: سمعت ابا عبداللّٰهؑ يقول انما الشحيح من منع حق الله وانفق فى غير حق الله عزوجل.

عن عبدالاعلى بن اعين عن ابى عبداللّٰهؑ قال: ان البخيل من كسب مالا من غير حله وانفقه فى غير حقه.

"معانی الاخبار ص ۲۴۵"

زرارۃ کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ فرماتے تھے: "بخیل وہ ہے جو اللہ کا حق ادا نہ کرے اور حقوق اللہ کے علاوہ باقی مقامات پر دولت خرچ کرے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "بخیل وہ ہے جو حرام طریقے سے دولت حاصل کرے اور اسے ناجائز صرف کرے۔"

ان اميرالمؤمنينؑ سمع رجلا يقول: ان الشحيح اعذر من الظالم فقال له كذبت ان الظالم قديتوب و يستغفر ويرد الظلامه على اهلها والشحيح

اذا شح منع الزكوٰة والصدقة و صلة الرحم وقرى الضيف و النفقة فى سبيل الله وابواب البر وحرام على الجنة ان يدخلها شحيح.

عن ابى عبداللّٰهؑ قال: قال اميرالمؤمنينؑ اذالم يكن لله فى عبد حاجة ابتلاه الله بالبخل.

"فروع کافی ج ۴ ص ۴۴"

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: "ظالم کی بہ نسبت بخیل کا انجام آسان تر ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "تونے جھوٹ بولا، ظالم کبھی توبہ واستغفار کرلیتا ہے اور مظلوم کے حق کو واپس کردیتا ہے جبکہ بخیل جب بخل کرتا ہے تو زکوٰۃ اور صدقہ اور صلہ رحمی اور مہمان نوازی اور انفاق فی سبیل اللہ اور نیکی کے تمام دروازے اپنے اوپر بند کرلیتا ہے اور بہشت کے لئے حرام ہے کہ اس میں بخیل داخل ہوسکے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امیرالمؤمنین علیہ السلام کا فرمان ہے: "اللہ جس بندہ سے بے اعتنائی کرتا ہے تو اسے بخل میں مبتلا کردیتا ہے۔"

عن فضل بن ابى قره قال ابو عبداللّٰهؑ تدرى ما الشحيح؟

قلت هو البخيل قال الشح اشد من البخل ان البخيل يبخل بما فى يده والشحيح يشح على مافى ايدى الناس وعلى مافى بديه حتى لايرى مما فى ايدى لناس شيئا الا تمنى ان يكون له بالحل و الحرام ولا يقنع بما رزقه الله.

"فروع کافی ج ۴ ص ۴۵"

فضل بن ابی قرہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے فرمایا: "جانتے

ہو کہ کنجوس کون ہے؟"

میں نے عرض کی: "بخیل ہی کنجوس ہوتا ہے۔"

آپ علیہ السلام نے فرمایا: "نہیں کنجوسی کا درجہ بخل سے زیادہ ہے کیونکہ بخیل تو صرف اس چیز کا بخل کرتا ہے جو اس کے ہاتھوں میں ہوتی ہے جبکہ کنجوس اس مال کا بھی بخل کرتا ہے جو اس کی ملکیت ہوتا ہے اور اپنے مال کے علاوہ دوسروں کے مال کے لئے بھی بخل کرتا ہے اور اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ دیکھتا ہے تو وہ تمنا کرتا ہے کہ وہ اس کے پاس بھی ہو چاہے حلال سے آئے یا حرام سے آئے اور اللہ کے عطا کردہ رزق پر قناعت نہیں کرتا۔"

باب چہارم

ظالموں کی معاونت

ولاترکنوا الی الذین ظلموا نتمسکم النار ...... (القرآن)

"اور ظالموں کی طرف داری نہ کرو ورنہ آگ کی لپیٹ میں آجاؤ گے۔"

ظالموں سے اجتناب کی انتہا

صفوان بن مہران کوفی کا شمار امام جعفر صادقؑ و امام موسیٰ کاظمؑ علیہم السلام کے اصحاب میں سے ہوتا ہے۔ وہ پسندیدہ شخصیت کے مالک تھے اور انتہائی پرہیزگار انسان تھے۔ ان کا ذریعہ معاش اونٹوں سے وابستہ تھا۔ انہوں نے بہت سے اونٹ خریدے ہوئے تھے اور اونٹ کرایہ پر دیا کرتے تھے۔

صفوان کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا: "صفوان! تم ایک اچھے اور پرہیزگار انسان ہو مگر تم میں ایک وصف صحیح نہیں ہے۔"

صفوان کہتا ہے کہ میں نے عرض کی: "مولا! میں نے کونسی غلطی کی ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "تو اپنے اونٹ اس شخص (ہارون الرشید) کو کرایہ پر دیتا ہے۔"

صفوان نے عرض کی: "مولا! میں نے اونٹ حرص و لالچ کی بنا پر اور سیر و شکار اور لہو لعب کی غرض سے اسے نہیں دیئے۔ ہارون نے حج کے لئے مجھ سے اونٹ طلب کئے میں نے دے دیئے اور پھر میں بذات خود بھی اونٹوں کے ہمراہ روانہ نہیں ہوا اور اس کام کے لئے میں نے اپنے غلام اس کے ہمراہ بھیجے ہیں۔"

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: "تو تمہارا کرایہ ان کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں؟"

صفوان نے کہا: "جی ہاں مولا! میرا کرایہ ان کے ذمہ واجب الادا ہے جب وہ حج سے واپس آئیں گے تو مجھے کرایہ ادا کریں گے۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "پھر اس صورت میں تمہاری خواہش تو یہی ہوگی کہ ہارون اور اس کا خاندان جب تک تمہیں کرایہ نہ دیں زندہ سلامت رہیں کیونکہ ان کے ہلاک ہونے کی صورت میں تم کرایہ سے محروم ہو سکتے ہو۔"

صفوان نے کہا: "مولا! ظاہر ہے کہ ایسا ہی ہونا چاہئے۔"

آپؑ نے فرمایا: "جو شخص ان کی بقاء کا آرزو مند ہو وہ انہی میں سے ہے اور وہ ان کے ساتھ دوزخ میں جائے گا۔"

صفوان کا بیان ہے کہ مولا کے اس فرمان کو سن کر میں نے تمام اونٹ فروخت کر دیئے۔ جب ہارون کو یہ خبر ملی تو اس نے مجھے اپنے پاس طلب کیا اور

کہا: "میں نے سنا ہے کہ تو نے تمام اونٹ فروخت کر دیئے ہیں؟"

میں نے کہا: "جی ہاں! میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور اونٹوں کی نگرانی کے لئے خود سفر نہیں کر سکتا اور غلاموں پر بھی زیادہ بھروسہ نہیں کیا جا سکتا، اسی لئے میں نے مجبوراً تمام اونٹ فروخت کر دیئے۔"

ہارون نے کہا: "ایسا ہرگز نہیں، تو نے موسیٰ کاظمؑ کے کہنے پر اپنے اونٹ فروخت کئے ہیں۔"

میں نے کہا: "بادشاہ! موسیٰ کاظمؑ کے ساتھ میرا کیا واسطہ ہے؟"

ہارون نے کہا: "تو جھوٹ کہتا ہے، اگر ہم نشینی کا حق نہ ہوتا تو میں تجھے فوراً قتل کرا دیتا۔ (مجالس المؤمنین قاضی نوراللہ شوستری ص۲۹۱)

ایک لقمے کا اثر

فضل بن ربیع کہتا ہے کہ ایک دن شریک بن عبداللہ بن سنان نخعی خلیفہ مہدی عباسی کے پاس آیا۔

خلیفہ نے کہا: "شریک! تجھے ان تین کاموں میں سے ایک کام ضرور کرنا ہوگا: (۱) تو منصب قضاوت قبول کرو (۲) یا میری اولاد کو تعلیم دو (۳) یا میرے ساتھ دستر خوان پر بیٹھ کر ایک مرتبہ کھانا کھاؤ۔"

شریک نے کہا: "خلیفہ سچی بات یہ ہے کہ یہ دونوں کام میرے لئے مشکل ہیں، مگر تیسرا کام پہلے دو کاموں کی بہ نسبت کچھ آسان نظر آتا ہے۔"

مہدی نے باورچی کو بلا کر حکم دیا کہ ہمارے لئے آج کے کھانے میں مغز استخوان اور سفید شکر تیار کرو اور ہاں خیال رکھنا کہ کھانا بہت ہی عمدہ اور

لذیذ ہونا چاہئے۔"

دستر خوان بچھایا گیا، شریک دستر خوان پر بیٹھا اور خلیفہ کے ساتھ بیٹھ کر خوب اچھی طرح سے ڈٹ کر کھانا کھایا۔ باورچی خانہ کا نگران اس سارے منظر کو دیکھتا رہا اور اس نے مہدی کے کان میں آہستہ سے کہا: "**لیس یفلح الشیخ بعد هذه الاکلة ابدا.**" آپ کو مبارک ہو یہ کھانا کھانے کے بعد شریک کبھی بھی اپنی گلو خلاصی نہیں کر سکے گا۔

فضل بن ربیع کہتا ہے کہ خدا کی قسم اس دن کے طعام کھانے کے بعد وہی شریک، بنی عباس کا حاشیہ نشین بنا اور اس نے منصب قضاوت بھی حاصل کیا اور ان کی اولاد کا معلم بھی بنا۔

ایک دن خلیفہ نے شریک بن عبداللہ کے لئے انعام کی ایک چٹ جاری کی، شریک خلیفہ کی چٹ لے کر بیت المال کے خازن کے پاس گیا اور اس سے کہا: "جلدی سے مجھے میری رقم ادا کرو۔"

خازن نے کہا: "آپ اتنی جلدی کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے کوئی گندم فروخت کی ہے یا آپ نے کوئی کپاس فروخت کی ہے؟"

شریک بن عبداللہ نے کہا: "بندۂ خدا میں نے سب سے قیمتی چیز فروخت کی ہے، میں نے اپنا دین و ایمان فروخت کیا ہے۔(مروج الذہب مسعودی ج ۳ ص ۳۲۰، روضات الجنات)

ظالموں کی دوستی سے بیماری ہی بھلی

شیخ بہائی اپنی کتاب کشکول میں تحریر کرتے ہیں:

ابن اثیر مجدالدین ابوالسعادات کتاب جامع الاصول اور نہایہ کے مؤلف گزرے ہیں اور وہ اہلسنت کے بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں اور ان کی زندگی کا ایک حصہ سلاطین کے ساتھ صرف ہوا اور وہ کلیدی مناصب پر فائز رہے۔

ایک دفعہ بیمار ہوئے اور ان کے ہاتھ پاؤں کام کرنے سے ناکارہ ہوگئے جس کے نتیجے میں انہوں نے اپنا منصب چھوڑ دیا اور خانہ نشین ہوگئے۔ ان کی عیادت کے لئے علماء و فضلاء ان کے مکان پر جاتے اور ان سے خوب علمی مباحثہ ہوتا تھا۔

ایک طبیب روزانہ ان کے علاج کے لئے آتا تھا، جب انہوں نے محسوس کیا کہ وہ کافی حد تک درست ہو چکے ہیں تو انہوں نے طبیب کو معقول رقم دے کر رخصت کردیا۔

دوستوں نے ان سے کہا: "آپ نے غلطی کی، آپ پہلے اچھی طرح سے صحت مند ہو جاتے پھر آپ طبیب کو رخصت کرتے۔"

ابن اثیر نے کہا: "میں نے جو کچھ کیا بالکل درست کیا، اگر میں اچھی طرح سے صحتیاب ہو جاتا تو پھر چارو ناچار مجھے سلاطین کی صحبت اختیار کرنا پڑتی اور اس حالت میں کسی طرح کے منصب لینے سے عاجز ہوں، میں نے مناسب یہی سمجھا کہ ظالموں کی معاونت سے جسمانی بیماری بہتر ہے۔

پھر اسی گوشہ نشینی کے ایام میں انہوں نے کتاب نہایہ اور جامع الاصول تالیف کیں۔

قرب سلطاں آتش سوزاں بود

مقدس اردبیلیؒ اپنی کتاب کشف الغمہ میں بحوالہ تذکرہ ابن حمدون رقم طراز ہیں کہ منصور عباسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو خط لکھا تھا جس میں اس نے تحریر کیا تھا کہ آپ ہمارے مصاحب بن جائیں تاکہ آپ ہمیں نصیحت کر سکیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا: "من ارادالدنیا لاینصحك ومن ارادالاخرة لا یصبحك."

دنیا طلب شخص تجھے نصیحت نہیں کرے گا اور آخرت طلب شخص تیرے ساتھ نہیں رہے گا۔

جب منصور نے امام علیہ السلام کا یہ خط پڑھا تو کہا: "خدا کی قسم امام جعفر صادق علیہ السلام نے افراد کا میزان مجھے دے دیا ہے اس میزان سے میں دنیا طلب اور آخرت طلب افراد کی پہچان کر سکوں گا۔"

بدعقیدہ لوگوں سے میل جول نہ رکھیں

ابوہاشم جعفری کہتے ہیں کہ امام علی نقی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ: "تو عبدالرحمٰن بن یعقوب کے ساتھ کیوں بیٹھتا ہے؟ میں نے تجھے اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔"

میں نے جواب دیا: "وہ میرا رشتہ دار ہے اور وہ رشتے میں میرا ماموں لگتا ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "یہ سچ ہے کہ وہ تمہارا ماموں ہے لیکن اللہ جل شانہ کو وہ صفت جسمانیت کے ساتھ متصف قرار دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وہ صفات بیان کرتا ہے جو اس کے مقام عظمت کے لائق نہیں ہیں۔ تو یا تو اس کی صحبت چھوڑ یا پھر ہماری صحبت چھوڑ دے۔"

ابوہاشم نے کہا: "آقا! میں اس کا ہم عقیدہ و ہم نوا نہیں ہوں، کیا اس کے باوجود بھی میں گناہگار متصور ہوں گا؟"

آپؑ نے فرمایا: "تم بھلا یہ تو سوچو کہ اگر اس کی بدعقیدگی کی وجہ سے کسی وقت اللہ کا عذاب آئے اور تو بھی اس کے ساتھ بیٹھا ہوا ہو تو کیا وہ عذاب تمہیں اپنی لپیٹ میں نہیں لے گا؟ یقیناً اس صورت میں تو بھی عذاب کی لپیٹ میں آئے گا۔"

پھر آپؑ نے فرمایا: "موسیٰ علیہ السلام کے ایک صحابی کا باپ فرعون کے ساتھ رہتا تھا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رات کے وقت ہجرت فرمائی تو وہ صحابی بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ فرعون نے ان کا تعاقب کیا، دریائے قلزم نے باذن خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راستہ دیا، آپ بخیر و عافیت وہاں سے گزر گئے۔

آپؑ کے صحابی نے دل میں سوچا کہ اب بھی وقت ہے میں اپنے باپ پر اتمام حجت کروں۔ یہ سوچ کر وہ آل فرعون کے لشکر میں آیا اور اپنے باپ سے کہنے لگا کہ ابا جان اب بھی وقت ہے ظالمین کی صحبت سے باز آجاؤ اور موسیٰؑ و ہارونؑ پر ایمان لے آؤ۔ باپ بیٹا بحث کر رہے تھے کہ اللہ کا عذاب آ پہنچا، تمام لوگ پانی میں غرق ہو گئے۔

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ احدیت میں عرض کی: "خدایا! میرے فلاں صحابی کا کیا بنا؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وہ میری رحمت میں ہے لیکن چونکہ عذاب کے وقت وہ ظالموں کے ساتھ تھا اسی لئے جب میرا عذاب آیا تو وہ بھی اس کی لپیٹ میں آگیا۔" (بحارالانوار ج ۱۶ ص ۵۴)

ایک ستمگار سے درخواست کرنے کی سزا

امام صادق علیہ السلام نے بیان کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک ظالم حاکم حکومت کیا کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک مؤمن اس کے پاس دوسرے مؤمن کے لئے سفارشی بن کر گیا تو بادشاہ نے اس کی سفارش قبول کرتے ہوئے اس کا کام کردیا۔ پھر کچھ عرصے بعد اتفاق یہ ہوا کہ وہ ظالم حاکم اور سفارش کرنے والے مؤمن کی ایک ہی دن میں وفات واقع ہوئی۔

بادشاہ کی موت کے سوگ کی وجہ سے پورے تین دن تک بازار بند رہے اور تمام اہل شہر بادشاہ کے مراسم عزا میں مصروف ہوگئے اور بے چارے مؤمن کی لاش تین دن تک گھر میں پڑی رہی اور حیوانات اس پر مسلط ہوگئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: "خدایا! وہ شخص تیرا دشمن تھا اور یہ دوست تھا، تیرے دوست کا جنازہ تین دن تک گھر میں پڑا رہا، حیوانات نے اس کی شکل و صورت مسخ کردی۔"

آواز قدرت آئی: "یہ مؤمن ایک مرتبہ ظالم بادشاہ سے سفارش کرنے کے لئے گیا تھا، بادشاہ نے اس کی سفارش قبول کی، سفارش قبول کرنے

کی وجہ سے میں نے اس بادشاہ کے جنازے کو عزت دی اور ظالم بادشاہ کے دربار میں جانے کی وجہ سے میں نے اس مؤمن کی میت پر حیوانات مسلط کئے۔" (بحارالانوار ج ۱۶ ص ۸۳)

طاؤس یمانیؒ اور ہشام بن عبدالملک

ہشام بن عبدالملک اپنے ایام خلافت میں ایک مرتبہ حج کے لئے مکہ آیا اور اس نے حکم دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی صحابی کو تلاش کر کے اس کے سامنے لایا جائے۔

لوگوں نے کہا: "رسول خداؐ کے تمام اصحاب اس دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں۔"

پھر اس نے کہا: "اچھا اگر اس دور میں کوئی صحابی باقی نہیں رہا تو پھر کسی تابعی کو لے کر آؤ۔"

طاؤس یمانی جو کہ مشہور اور باکردار تابعی تھے، ان کو ہشام کے پاس لایا گیا۔ جب طاؤس اس کے دربار میں پہنچے تو قالین کے قریب آکر انہوں نے اپنا جوتا اتارا اور اسے لفظ امیرالمؤمنین کے ساتھ خطاب کرنے کی بجائے سلام کیا اور اس کے سامنے بیٹھ گئے اور کہا: "ہشام کیا حال ہے؟"

ہشام کو ان کے اس طرز عمل پر غصہ آیا اور کہا: "بندۂ خدا تو کیسا انسان ہے اور تو نے یہ کیسے کام کئے ہیں؟"

طاؤس نے کہا: "میں نے کونسے غلط کام کئے ہیں؟"

ہشام نے کہا: "تیری پہلی غلطی یہ ہے کہ تو نے قالین کے قریب

پہنچ کر جوتا اتارا جب کہ جوتے دور اتارے جاتے ہیں۔ تیری دوسری غلطی یہ ہے کہ تو نے مجھے امیر المؤمنین کہہ کر سلام نہیں کیا۔ تیری تیسری غلطی یہ ہے کہ تو نے مجھے مخاطب کرنے کے لئے میری کنیت کی بجائے میرا نام لے کر کہا: ہشام کیسا حال ہے؟ اور چوتھی غلطی یہ ہے کہ میرے بالکل سامنے بیٹھ گیا جبکہ یہ سوئے ادب ہے۔"

طاؤس نے کہا: "تیرے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ تو ایک ملک کا بادشاہ ہے جب کہ میں روزانہ پانچ بار احکم الحاکمین بادشاہ کے حضور حاضری دیتا ہوں تو مسجد کے دروازے سے گزر کر جوتا اتارتا ہوں، اللہ نے تو اس کام سے منع نہیں کیا، تجھے میرا یہ فعل برا کیوں لگا؟

تیرا دوسرا سوال کہ میں نے تجھے امیر المؤمنین نہیں کہا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمام اہل ایمان تیری حکومت پر راضی ہی نہیں ہیں اسی لئے میں نے تجھے امیر المؤمنین کہنا مناسب نہیں سمجھا۔

تیرے تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ میں نے حضرت علیؑ سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ اگر تم کسی دوزخی کو دیکھنا چاہو تو اس شخص کو دیکھو جو بیٹھا ہوا ہو اور لوگ اس کے ارد گرد کھڑے ہوئے ہوں۔

اور تیرا یہ کہنا کہ میں نے تجھے کنیت کی بجائے تیرے نام سے مخاطب کیا، تو اس میں کیا برائی ہے؟ اللہ نے اپنے انبیاء کو مخاطب کرتے وقت ان کی کنیت کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ انہیں ان کے نام سے یاد کیا اور فرمایا: "يا داؤدؑ انا جعلنك خليفة فى الارض. يايحيىؑ خذالكتاب بقوة. يا عيسىؑ انى متوفيك ورافعك الى."

جب نام لینے سے انبیاء کی بے ادبی نہیں ہوئی تو تمہاری بے ادبی کیسے ہو گئی؟ اور اس کے برعکس اپنے دشمنوں کا نام کنیت سے لیا: "تبت يدا ابى لهب وتب."

ہشام نے کہا: "اچھا مجھے نصیحت کرو۔"

طاؤس نے کہا: "میں نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے سنا کہ اللہ نے دوزخ میں ایسے سانپ بنائے ہیں جو وزنی ٹیلے کے برابر ہیں اور اسے بچھو پیدا کئے ہیں جن کا قد گدھے کے برابر ہے، یہ سانپ اور بچھو دوزخ میں اسے ڈنک ماریں گے جس نے اپنی رعیت میں عدالت نہیں کی ہوگی۔"

یہ کہہ کر طاؤس ہشام کی محفل سے اٹھ کر چلے گئے۔ (الکنی والالقاب ج ۲ ص ۴۰۵)

جو عورت کی بات سن کر خواب غفلت سے بیدار ہو گیا

علی بن عیسی بغدادی عباسی خلفاء مقتدر اور قادر کے زمانہء خلافت میں مدت دراز تک عہدہ وزارت پر قائم رہا اور وزارت سے مستعفی ہونے کی داستان کو ملا جامی نے اس نظم میں یوں قلم بند کیا ہے:

می شد اندر حشم و حشمت و جاه
پادشه و ار وزیری در راه
هر كه آن دولت و حشمت نگریست
بانگ بر درشت این کیست این کیست ؟

بود چابك زنى آن جا حاضر
گفت تا چند كه اين كيست آخر ؟

رانده اى از حرم قرب خدا
كرده در كو كبهء دوران جا

خورده از شعبده دهر فريب
مبتلا گشته باين زينت و زيب

آمد آن زمزمه در گوش وزير
داشت درسينه دلى پند پذير

همه اسباب وزارت بگذاشت
بحرم راه زيارت برداشت

اے خوش آن جذبه كه ناگاه رسد
ناگاه بر دل آگاه رسد

صاحب جلوه بخود باز دهد
و زبد و نيكى خود باز دهد

جائے در كعبهء اميد كند
روى در قبله جاويد كند

مفہوم اشعار:

وزیر بڑی شان و شوکت اور شاہی دبدبہ کے ساتھ گزر رہا تھا اور جو شخص بھی اس رعب و داب اور ہٹو بچو اور عصا برداروں کو دیکھتا تو وہ بے ساختہ کہتا کہ یہ کون گزر رہا ہے؟

ایک مرتبہ وزیر اسی شان و شوکت سے گزر رہا تھا کہ لوگ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ یہ کون ہے؟

اس مجمع میں دو عورتیں بھی موجود تھیں، ایک عورت نے دوسری سے پوچھا کہ یہ کون جارہا ہے؟ تو دوسری عورت جو کہ بڑی دانا تھی، اس نے جواب میں کہا: "یہ وہ شخص ہے جسے قرب خدا سے دھکیل دیا گیا ہے اور پست ترین مخلوق کی خدمت پر مامور کردیا گیا ہے، یہ وہ ہے جو زمانے کی نیرنگی سے فریب کھا کر اس زیب و زینت میں لگ گیا۔"

وزیر نے عورت کی یہ بات سنی اور اللہ نے اسے ایسا دل دیا تھا جو نصیحت کو قبول کرنے والا تھا۔

اس نے تمام اسباب وزارت کو ٹھوکر ماری اور حرم بیت اللہ کی طرف روانگی اختیار کرلی اور پوری زندگی بیت اللہ کا مجاور بن کر گزاردی۔

وہ جذبہ قابل تحسین ہے جو غیب سے دل میں پیدا ہو اور اس جذبہ کا مالک ہوش و حواس میں آجائے۔

یہی جذبہ انسان کو کعبہ امید میں جگہ عطا کرتا ہے اور اسے ہمیشہ روبقبلہ رکھتا ہے۔

ظالموں کے لئے قوت کا سرچشمہ

علی بن ابی حمزہ روایت کرتے ہیں کہ سلاطین بنی امیہ کا ایک کاتب میرا دوست تھا اور اس نے مجھ سے اصرار کیا کہ میں اس کے لئے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کی اجازت طلب کروں۔

میں نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ سلاطین بنی امیہ کا ایک کاتب آپ سے ملنے کا خواہش مند ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے آپ کی خدمت میں پیش کروں؟

آپؑ نے اجازت دی تو میں اسے امام عالی مقام کی خدمت میں لے گیا۔

اس نے امام عالی مقامؑ کو سلام کیا اور بیٹھ گیا، پھر اس نے عرض کی: "فرزند رسولؐ! میں ایک عرصے تک سلاطین بنی امیہ کا کاتب رہا اور ان کے دفتروں میں کام کرتا رہا اور دوران ملازمت میں نے بہت سی دولت جمع کرلی اور دولت کی جمع آوریٰ کے لئے میں نے کبھی حلال و حرام کی تمیز نہیں کی تھی۔"

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "**لولا ان بنی امیة وجدوا من یکتب لهم ویجبی لهم الفیء ویقاتل عنهم و یشهد جماعتهم لما سلبوا حقنا ولو ترکهم الناس وما فی ایدیهم ما وجدوا شیئا الا ما وقع فی ایدیهم.**"

اگر بنی امیہ کو ایسے افراد نہ ملتے جو ان کے کاتب بنتے اور جو ان کے لئے خراج کی رقم وصول کرتے اور ان کی طاغوتی حکومت کے لئے جنگ کرتے اور ان کے درباروں کی زینت بنتے تو وہ کبھی بھی ہمارا حق چھین نہیں سکتے تھے۔ اگر لوگ ان سے عدم تعاون کا مظاہرہ کرتے تو انہیں یہ جرأت نہ ہوتی کہ لوگوں کے حقوق غصب کرتے اور ان کے ہاتھ میں بھی کچھ نہ رہتا۔

اس شخص نے یہ سن کر عرض کی: "تو میرے لئے اب نجات کی کیا صورت ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "میں تیری راہ نمائی کرتا ہوں اور کیا تو میرے فرمان پر عمل کرے گا؟"

اس نے کہا: "جی ہاں۔"

آپؑ نے فرمایا: "تو پھر تم نے ان کی نوکری سے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے اس سے ہاتھ اٹھالو جو صاحبان حق تمہیں یاد ہوں ان تک ان کا حق پہنچادو اور جو تمہیں بھول چکے ہوں باقی رقم ان کی طرف سے صدقہ کردو اور اگر تم نے میرے فرمان پر عمل کیا تو میں خدا کی طرف سے تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

آپؑ کا فرمان سن کر اس شخص نے کچھ دیر تک سر جھکائے رکھا، پھر ایک نئے عزم و ولولہ سے کہا: "میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپؑ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔"

راوی کہتا ہے کہ ہم دونوں واپس اپنے گھر کوفہ آئے، اس شخص کے گھر میں جو کچھ تھا اس نے سب کا سب صاحبان حقوق کو واپس کیا اور جس کے مالک کا اسے علم نہیں تھا ان کی طرف سے صدقہ کیا۔ اس شخص نے اپنے جسم کے کپڑے بھی اتار کر رکھ دیئے۔

میں نے اس کے لئے اپنے ایمانی بھائیوں سے تعاون کی درخواست کی اور ہم نے اسے کپڑے لاکر دیئے اور اس کے اخراجات کے لئے ہم نے کچھ رقم بھی اس کے حوالے کی۔

اس کے بعد وہ شخص محنت مزدوری کرنے لگا اور اس سے اپنی ضروریات زندگی فراہم کرنے لگا۔

چند ماہ کے بعد وہ بیمار ہوا، میں اس کی عیادت کے لئے اس کے گھر گیا تو دیکھا کہ اس پر نزع کا عالم طاری تھا اور جیسے ہی اس نے آنکھ کھولی اور مجھے دیکھا تو کہا: "آپ کے مولا و آقا نے اپنا وعدہ پورا کردیا۔"

یہ الفاظ کہہ کر وہ دنیا سے رخصت ہوگیا۔ ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کے فرائض سرانجام دیئے۔

کچھ عرصے بعد میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: "ہم نے تمہارے دوست کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کردیا۔"

میں نے عرض کی: "بے شک آپؑ سچ کہتے ہیں۔ میرے دوست نے بھی عالم نزع میں مجھے یہی کہا تھا۔" (فروع کافی ج ۵ ص ۱۰۵)

نظام الملک کے عمل کی گواہی

خواجہ نظام الملک طوسی ایک مدبر اور عدالت پرور وزیر گزرا ہے۔ سلجوقی حکومت کے استحکام کے لئے اس کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ وہ دس سال الپ ارسلان کے وزیر رہے اور اس کے بعد اس کے بیٹے ملک شاہ کے پاس بیس سال تک منصب وزارت پر فائز رہے اور ملک شاہ کے دور میں وہ ملک کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ بادشاہ کے پاس تخت شاہی اور شکار کے علاوہ کچھ نہیں رہا تھا۔

خواجہ نظام الملک علم پرور شخص تھے۔ انہوں نے اپنے دور وزارت میں ۴۵۷ھ میں بغداد میں مدرسہ نظامیہ کی بنیاد رکھی اور پورے ملک کے اہل

علم کو تدریس کے لئے دعوت دی اور اس عظیم الشان درسگاہ کا صدر مدرس شیخ ابواسحاق شیرازی کو مقرر کیا۔ موصوف اپنے دور کے بہت بڑے عالم تھے اور ان کا تعلق فقہ شافعی سے تھا۔

خواجہ نظام الملک امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور رد مظالم کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور جب بھی کوئی ستم رسیدہ شخص ان کے پاس جاتا تو اسے انصاف فراہم کرتے تھے اور ان کی موت کا سبب بھی ان کی دادگستری کو قرار دیا جاتا ہے۔

خواجہ صاحب ملک شاہ کے ساتھ اصفہان جارہے تھے کہ نہاوند کے قریب فرقہ اسماعیلیہ کے ایک فدائی نے اچانک حملہ کر کے انہیں قتل کردیا۔

اس واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ جب نظام الملک نہاوند پہنچے تو وہاں ایک شخص روتا ہوا آیا اور کہا کہ: "ایک ظالم نے مجھ پر ظلم کیا ہے، مجھے انصاف فراہم کیا جائے۔"

نظام الملک کے ماتحت ملازمین نے کہا: "تم اپنی درخواست ہمیں دے دو ہم درخواست نظام الملک کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور وہ تمہاری درخواست پر مناسب حکم تحریر کردیں گے۔"

لیکن اس شخص نے اصرار کیا کہ مجھے خواجہ کے روبرو پیش کیا جائے۔ آخرکار اسے خواجہ کے سامنے لایا گیا تو اس نے کمر سے پوشیدہ چھری نکالی اور خواجہ پر پے در پے وار کئے جس سے خواجہ نظام الملک کی وفات ہوگئی۔

خواجہ کو زندگی کے آخری ایام میں اپنی عاقبت کی بڑی فکر تھی۔ اس نے ایک لمبے کاغذ پر علماء و قضاۃ سے اپنے متعلق گواہی تحریر کرائی تھی۔

اکثر علماء و قضاۃ نے اس کاغذ پر اس کی نیکی اور رحمدلی کی گواہی تحریر کر کے اپنے دستخط کئے لیکن جب یہی کاغذ مدرسہ نظامیہ کے صدر مدرس ابواسحاق شیرازی کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے اپنی گواہی کچھ اس طرح سے لکھی: "خیر الظلمه حسن. کتبه ابو اسحاق."

حسن اچھے ظالموں میں سے ایک ہے۔ دستخط ابواسحاق۔

جب خواجہ نظام الملک نے ابواسحاق کی یہ تحریر پڑھی تو کافی دیر تک روتا رہا اور کہا: "اصل حقیقت وہی ہے جو ابواسحاق نے لکھی ہے۔" (تاریخ حیرہ ص ۴۱۴)

ظلم کے بغیر ظالم کی ملازمت مشکل ہے

امام زین العابدین علیہ السلام کا ایک آزاد کردہ غلام روایت کرتا ہے کہ میں کوفہ میں تھا۔ میں نے سنا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام حیرہ تشریف لائے ہیں۔

میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی: "آپ داؤد بن علی یا حکومت کے کسی اور حصہ دار سے میرے متعلق سفارش کریں تاکہ مجھے کسی علاقہ کا والی مقرر کر دیا جائے۔"

آپؑ نے میری خواہش سن کر فرمایا: "ایسا ممکن نہیں ہے۔ میں تمہاری سفارش نہیں کروں گا۔"

غلام کہتا ہے کہ میں حضرت سے رخصت ہو کر گھر آیا تو میں نے دل میں سوچا کہ امام عالی مقام نے میری سفارش اس لئے نہیں کی کہ شاید انہیں

خوف ہو گا کہ میں کوئی عہدہ لے کر سستی کروں گا یا کسی پر ظلم کروں گا۔

میں دوسرے دن امام عالی مقامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "آپؑ نے میری سفارش کسی ممکنہ سستی اور ظلم کے خوف سے نہیں کی، بہر حال میں آپؑ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھ سے کسی طرح کی کوئی غفلت اور ظلم سرزد نہ ہو گا۔"

آپؑ نے دوسرے دن بھی مجھے واپس لوٹایا اور یہی فرمایا کہ: "میں تیرے لئے کسی عہدہ کی سفارش نہیں کروں گا۔"

میں تیسرے دن پھر امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "آقا! اگر میں کسی پر ظلم کروں تو میری بیوی کو طلاق ہو جائے اور میرے تمام غلام آزاد ہو جائیں۔"

آپؑ نے آسمان کی جانب سر بلند کیا اور فرمایا: "تناول السماء ایسر علیك من ذلك"

ہتھیلی پر آسمان کا اٹھا لینا عدل قائم کرنے سے آسان ہے۔"

مقصد یہ تھا کہ اگر تمہیں کوئی عہدہ مل گیا تو تم عدل نہیں کر سکو گے۔" (فروع کافی ج ۵ ص ۱۸۰)

اگر طاغوتی حکومت میں ملازمت کرنی بھی ہو تو؟

زیاد بن ابی سلمہ دور ہارون میں ایک کلیدی عہدہ پر فائز تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا: "زیاد! امور سلطنت انجام دے رہے ہو؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں۔"

آپؑ نے فرمایا: "کیوں؟"

میں نے عرض کی: "آقا! دو وجوہات کی وجہ سے میں ملازمت سے وابستہ ہوں: ایک یہ کہ لوگوں کی مشکلات حل کرتا ہوں اور ضرورت مند افراد کی دستگیری کرتا ہوں۔

دوسری وجہ یہ کہ صاحب عیال ہوں، ملازمت کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "سنو! اگر مجھے پہاڑ کی چوٹی سے زمین پر پھینکا جائے جس سے میرا تمام بدن چور چور ہو جائے تو میرے لئے یہ سلوک برداشت کرنا آسان ہے، مگر ظالم حکومت کا دست و بازو بننا اور ان کے دروازے پر قدم رکھنا مشکل ہے۔"

یاد رکھو تم طاغوتی حکومت میں اس صورت میں کام کرسکتے ہو:

"الا لتفزیح کربة عن مؤمن اوفك اسره او قضاء دینه."

کسی مؤمن کی پریشانی دور کرنے یا اس کی قید رہا کرنے یا اس کا قرض ادا کرنے کی شکل میں تم اس عہدے پر کام کرسکتے ہو۔

پھر آپؑ نے فرمایا: "زیاد! سن لو امور سلطنت کے عہدہ داروں سے جو آسان ترین معاملہ کیا جائے گا وہ یہ ہے کہ ان کے لئے قیامت کے دن آتش دوزخ کے خیام لگائے جائیں گے، وہ اس وقت تک ان میں رہیں گے جب تک اللہ حساب سے فارغ ہوگا۔

زیاد! اگر حکومت کے کسی منصب پر آچکے ہو تو کوشش کرو اپنے ایمانی

بھائیوں کے ساتھ بھلائی کرو تاکہ حکومت میں شمولیت کے گناہوں کا کفارہ ہو سکے۔

اور یاد رکھو! ہمارا جو محبّ بھی کسی عہدۂ حکومتی پر فائز ہو اور ہمارے ماننے والوں اور ہمارے اغیار کے درمیان مساوی سلوک رکھتا ہو تو اس سے کہہ دو کہ محبت آل محمدؐ کے دعوئ میں تو جھوٹا ہے۔

زیاد! یہ حقیقت بھی ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھو کہ تمہیں لوگوں پر قدرت حاصل ہے تو خداوند عالم کو بھی تم پر قدرت حاصل ہے اور اپنے اقتدار کے زمانے میں تم محبان آل محمدؐ سے جو نیکی کرو گے ممکن ہے انہیں وہ نیکی بھول جائے لیکن قیامت کے دن وہی نیکی تیرے کام آئے گی۔" (فروع کافی ج ۵ ص ۱۱۰)

میں نے ملازمت غریب شیعوں کیلئے اختیار کی ہے

سید نعمت اللہ جزائری انوار نعمانیہ کی جلد سوم صفحہ ۱۷۲ پر رقم طراز ہیں کہ ایک مرتبہ چند عراقی کسی کام کے سلسلے میں شام گئے اور وہاں انہوں نے عارضی طور پر رہائش کے لئے ایک مکان کرایہ پر حاصل کیا۔

شب کے آخری حصے میں وہ حمام جانے کے مقصد سے اٹھے۔ پہرے داروں نے انہیں مشتبہ سمجھ کر پکڑ لیا اور اپنے سردار کے پاس لے گئے۔

اس دور میں طوائف الملوکی کی وجہ سے شام میں چوری کی وارداتیں زیادہ ہو رہی تھیں اور پہرے داروں نے اپنے افسر اعلیٰ کے سامنے انہیں چور کی حیثیت سے پیش کیا۔

پولس کا افسر اعلیٰ ایک قوی ہیکل اور رعب و دبدبہ والا شخص تھا، اس نے رومی لباس پہنا ہوا تھا۔ اس نے سوال کیا: "کہاں سے آئے ہو؟"

انہوں نے کہا: "ہم عراقی ہیں۔"

عراق کے نام سے اس نے اندازہ لگایا کہ یہ شیعہ ہیں۔ اس نے بڑے غصے میں قسم کھا کر کہا: "میں انہیں بدترین سزادوں گا اور دوسروں کے لئے انہیں نشان عبرت بنا کر چھوڑوں گا۔"

پھر اس نے سپاہیوں سے کہا: "ان کو میرے گھر کے ایک کمرے میں مقید کردو اور میں انہیں ایسی سزادوں گا جو ان کی موت پر منتج ہوگی۔"

سپاہیوں نے افسر اعلیٰ کے فرمان کی تعمیل کی۔

صبح ہوئی تو وہ افسر اپنے گھر آیا۔ عراقیوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اب یہ ہمیں قتل کردے گا۔

جو سپاہی اس کے ساتھ آئے تھے باری باری اس نے سب کو رخصت کیا۔ پھر اس کے گھر کے مخصوص ملازمین نے اسے سفید لباس لا کر دیا، اس نے رومی لباس اتارا اور سفید لباس پہن کر خشوع و خضوع سے نماز ادا کی اور نماز کے بعد کافی دیر تک بارگاہ احدیت میں گریہ کرتا رہا۔

پھر اس نے حکم دیا کہ: "ملزموں کو میرے سامنے پیش کیا جائے۔"

جب ملزم اس کے سامنے حاضر ہوئے تو اس نے کہا: "تمہیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں بھی تمہاری طرح شیعہ ہوں، میں کھاتے، پیتے گھرانے کا فرد ہوں، مجھے اس ملازمت کی کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن میں نے یہ ملازمت صرف اس لئے حاصل کی ہے تاکہ تم جیسے غریب

شیعوں کا تحفظ کرسکوں، مجھ سے پہلے جب بھی کوئی شیعہ ان ظالموں کے ہاتھ لگتا تھا تو وہ اسے بدترین اذیتیں دیا کرتے تھے اور حیلوں بہانوں سے انہیں تنگ کیا کرتے تھے، اسی لئے میں نے پولس کی ملازمت اختیار کی تاکہ غریب شیعوں کو ان کے ظلم و ستم سے محفوظ رکھ سکوں۔ یہ کہہ کر اس نے سب کو جانے کی اجازت دے دی۔

سید نعمت اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے خود اصفہان میں دیکھا کہ حکومت کے کارندے مظلوم شیعوں کو تنگ کرتے ہیں اور نہایت ہی مبارک ہیں وہ افراد جنہوں نے پولس میں اس نیت سے ملازمت اختیار کی ہے کہ وہ شیعوں کو ان کے مظالم سے بچائیں اور ایسے لوگ یقیناً آل محمدؐ کی دعائیں حاصل کرتے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی ملازمت کے ذریعے سے اپنے لئے جنت حاصل کی ہے۔

امام محمد تقی علیہ السلام کی سفارش

سیستان کے ایک شخص جس کا تعلق بنی حنیفہ سے تھا، روایت کرتا ہے کہ خلافت معتصم کے اوائل میں امام محمد تقی علیہ السلام حج کرنے کے لئے گئے اور حسنِ اتفاق سے میں ان کا ہم سفر تھا۔

ایک مرتبہ آپ دسترخوان پر بیٹھے کھانا تناول فرما رہے تھے میں نے عرض کی: "آقا! میں آپؑ پر قربان جاؤں، ہمارے شہر کا حاکم آپؑ کے خاندان سے ارادت و عقیدت رکھتا ہے اور میں نے خراج دینا ہے جو کہ میری استطاعت سے زیادہ ہے، مہربانی کر کے آپؑ اس حاکم کے نام مجھے رقعہ لکھ کر

دیں تاکہ وہ میرے لئے کچھ رعایت کرے۔"

آپؑ نے فرمایا: "میں اسے نہیں پہچانتا۔"

میں نے عرض کی: "مگر وہ آپؑ سے عقیدت رکھتا ہے اور آپؑ کا رقعہ میرے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا۔"

آپؑ نے کاغذ اٹھا کر رقعہ لکھا جس میں آپؑ نے تحریر فرمایا:

"بسم الله الرحمن الرحيم . اما بعد! فان موصل كتابي هذا ذكر عنك مذهبا جميلا وان مالك من عملك ما احسنت فيه ، فاحسن الى اخوانك واعلم ان الله عزوجل سائلك عن مثاقيل الذرو الخردل."

حامل رقعہ ہذا نے کہا ہے کہ تو اچھا مذہب رکھتا ہے، خدا نے تم کو عہدہ دیا ہے، متوجہ رہو جتنا اچھائی کرو گے وہ تمہارے لئے سود مند ہوگی، اپنے دینی بھائیوں سے اچھائی کرو اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تم سے وزن ذرہ اور دانہ خردل کا بھی حساب لے گا۔

راوی کہتا ہے کہ ہمارے گھر پہنچنے سے پہلے حاکم شہر کو اس رقعہ کا علم ہوگیا تھا۔ جب ہم واپس اپنے علاقے سیستان گئے تو حاکم شہر نے دو فرسخ پر ہمارا استقبال کیا۔ میں نے امام علیہ السلام کا خط اسے دیا اس نے چوم کر آنکھوں پر رکھا اور پوچھا: "تمہارا کیا مسئلہ ہے؟"

میں نے کہا: "آپ نے اپنے رجسٹر میں مجھ پر بہت سا خراج لکھا ہوا ہے، میں اس کی ادائیگی سے عاجز ہوں۔"

اس نے رجسٹر منگایا اور اسے مٹا دیا اور کہا: "جب تک میں یہاں کا حاکم رہوں گا وعدہ کرتا ہوں کہ تجھ سے خراج نہیں لوں گا۔"

پھر اس نے میری مالی معاونت بھی کی۔ وہ حسب وعدہ جب تک حاکم رہا اس نے مجھ سے کبھی خراج کا مطالبہ نہیں کیا تھا اور ہر سال میری مالی مدد بھی کیا کرتا تھا۔ (فروع کافی ج ۵ ص ۱۱۱)

علی بن یقطین اور وزارت

علی بن یقطین امام جعفر صادق اور امام موسیٰ کاظم علیہم السلام کا مخلص پیروکار تھا اور وہ ہارون الرشید کا وزیر تھا، مگر اس نے احتیاط و تقیہ سے خود کو محفوظ کیا ہوا تھا اور امام صادق و امام کاظم علیہم السلام کی خدمت میں گرانقدر نذرانے روانہ کرتا تھا۔

اس کی جلالت قدر کے لئے یہی بات کافی ہے کہ بکر بن محمد اشعری کہتا ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہم السلام سے سنا کہ کل رات میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ مجھے علی بن یقطین بخش دے۔ میری دعا قبول ہوئی اور اللہ نے مجھے وہ بخش دیا۔ چونکہ علی بن یقطین نے ہمارے لئے مال و دولت خرچ کی ہے اور ہم سے محبت کی ہے اسی لئے وہ دنیا اور آخرت میں لائق قدر بن گیا۔

کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ علی بن یقطین نے ایک لاکھ سے تین لاکھ درہم تک کی رقم امام علیہ السلام کی خدمت میں روانہ فرمائی اور آپؑ نے اس رقم کو اپنے خاندان کے غریب افراد اور دیگر غریب مؤمنین میں تقسیم فرمایا۔

ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے تین یا چار فرزندوں کی شادی کرنی تھی تو آپؑ نے علی بن یقطین کو خط لکھا کہ: "میں نے ان کے

حق مہر تمہارے حوالے کئے۔"

علی بن یقطین نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ: "گھر میں رکھی ہوئی اجناس فروخت کر کے مہر کی رقم مہیا کرو۔"

مہر کی رقم دس ہزار تھی تو اس نے تیرہ ہزار دینار امام عالی مقامؑ کی خدمت میں روانہ کئے اور غلام کو خط لکھ کر رقم کے ہمراہ بھیجا اور خط میں لکھا: "آقا! دس ہزار دینار بعنوان مہر بھیج رہا ہوں اور تین ہزار دینار ولیمہء عروسی کے لئے روانہ کرتا ہوں۔"

علی بن یقطین نے ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کی تھی: "اگر آپؑ مناسب سمجھیں تو میں وزارت سے مستعفی ہو جاتا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "لا تفعل فان لنا بك انسا ولا خوانك بك عزا وعسى ان يجبر الله بك كسرا او يكسر بك نائرة المخالفين عن اوليائه ياعلى كفارة اعمالكم الاحسان الى اخوانكم، اضمن لى واحدة اضمن لك ثلاثا اضمن لى ان لا تلقى احدا من اخوانك الا قفيت حاجته واكرمة واضمن لك ان لا يظلك سقف سجن ابدا ولا ينالك حد السيف ابدا ولا يدخل الفقر بيتك، يا على من سر مؤمنا فبالله بدا وبالنبى شنى وبنا ثلث"

علی! ایسا نہ کرنا ہمیں تم سے انس و الفت ہے اور تمہارے اس عہدے سے تمہارے دینی بھائیوں کی عزت ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ تمہارے ذریعے سے کسی مصیبت کو دور کر دے اور مخالفین کی آتش کینہ کو بجھا دے۔

اس ملازمت اور عہدہ کا کفارہ برادران ایمانی سے بھلائی کرنا ہے۔

اگر تم ایک کام کرنے کی مجھے ضمانت دو تو میں تمہیں تین باتوں کی

ضمانت دیتا ہوں۔

تم مجھے اس بات کی ضمانت دو کہ تمہارے پاس جو بھی تمہارا ایمانی بھائی آئے تم اس کا احترام کرو گے اور اس کی حاجت روائی کرو گے۔

اور میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ تم کبھی زندان میں نہ جاؤ گے اور تمہیں تلوار سے قتل نہ کیا جائے گا اور تمہارے گھر میں فقر و تنگ دستی نہ آئے گی۔

اے علی بن یقطین! جس نے کسی مؤمن کو خوش کیا تو اس نے پہلے اللہ کو خوش کیا، پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کیا اور بعد ازاں اس نے ہمیں خوش کیا۔"

علی بن یقطین نے ۱۸۰ھ میں وفات پائی۔ اس وقت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام زندان ہارون میں قید تھے۔(بحار الانوار ج ۱۵ ص ۲۲۰ ، مجالس المؤمنین ج ۱ ص ۳۸۸)

چند روایات

قال رسول اللهؐ اذا كان يوم القيامة نادى مناد اين الظلمة والاعوان للظلمة من لاق لهم دواة اوربط لهم كيسا او مدلهم مدة احشروه ههم وبهذا لاسنا وقال رسول اللهؐ الفقهاء رضاء الرسل (الرسول) مالم يدخلوا فى الدنيا قيل يارسول اللهؐ فما دخولهم فى الدنيا قال اتباع السلطان فاذا فعلوا ذلك فاحذرو هم على اديانكم.

"بحار الانوار ج ۱۵ جزاء ۴ ص ۲۲۱"

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن آواز آئے گی کہ ظالم اور ان کے مددگار کہاں ہیں؟ جس نے انہیں قلم دوات فراہم کی یا ان کو ایک تھیلا تیار کر کے دیا یا ایک تھیلا ان کے گھوڑے کی زین سے باندھا یا ان کے اقتدار کی طوالت کا سبب بنا، ایسے تمام لوگوں کو ظالموں کے ساتھ محشور کرو۔"

اسی اسناد سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "فقہاء رسولوں کے امین ہیں جب تک وہ دنیا میں داخل نہ ہوں۔

آپؐ سے پوچھا گیا کہ: "ان کے دنیا میں داخلہ کی شکل و صورت کیا ہے؟"

تو آپؐ نے فرمایا: "بادشاہ کی پیروی جب وہ سلطان کی پیروی کرنے لگیں تو چو اور اپنے دین کے لئے ان سے پرہیز کرو۔"

فی وصیة امیرالمؤمنینؑ لکمیل: یا کمیل ایاك والتطرق الی ابواب الظالمین والاختلاط بهم والاکتساب منهم وایاك ان تطیعهم او تشهد فی مجالسهم بما یسخط الله علیك یا کمیل اذا اضطررت الی حضورهم فداوم ذکرالله وتوکل علیه و استعذ بالله من شرهم واطرق عنهم وانکر بقلبك فعلهم واظهر بتعظیم الله تعالی تسمعهم فانهم یهابوك وتکفی شرهم.

"سفینۃ ج ۲ ص ۱۰۸"

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے حضرت کمیل بن زیاد کو جو نصیحتیں فرمائیں تھیں ان میں یہ باتیں بھی تھیں:

"ظالموں کے دروازوں پر آنے جانے اور ان کی آمیزش سے پرہیز کرو اور ان سے بہرہ مند ہونے کی کوشش نہ کرو اور ان کی پیروی سے پرہیز کرو اور ان کی

مجلس میں کسی قسم کی گواہی نہ دو کہ جس سے اللہ ناراض ہو۔

کمیل! اگر کسی مجبوری کے تحت تمہیں ان کے پاس جانا پڑ جائے تو وہاں جا کر سر جھکا کر خاموشی سے بیٹھے رہو اور خدا کو بکثرت یاد کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو اور اسی ذات باری سے ان کے شر سے بچنے کے لئے پناہ طلب کرو اور ان کے تمام غلط اقدامات کو دل میں برا سمجھو اور بلند آواز سے انہیں سنا کرو، اللہ کی عظمت کا اظہار کرو، وہ تمہیں خوفزدہ کرنا چاہیں گے اور خدا تمہیں ان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔"

عن ابی بصیر قال سالت ابا جعفرؑ عن اعمالهم فقال لی یا ابا محمد لا ولامدة قلم ان احدکم لا یعیب من دنیا هم شیئا الا اصابو من دینه مثله.

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے بنی امیہ کے ہاں نوکری کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: "ان کی نوکری ہرگز جائز نہیں، حتی کہ ان کے لئے قلم کو دوات میں ڈبو کر انہیں پیش کرنا بھی جائز نہیں، ان سے جو شخص جتنی مقدار میں دولت حاصل کرے گا یہ اس سے اتنی مقدار میں اس کا دین تباہ کردیں گے۔"

عن ابی عبداللهؑ فی قول الله عزوجل: ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار" قال: هوالرجل یاتی السلطان ینحب بقائه الی ان یدخل یده الی کسیه فیعطیه.

"وافی ج ۳ ص ۲۶"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس قول "ظالموں کی طرف داری نہ کرو ورنہ تم بھی دوزخ کی لپیٹ میں آجاؤ گے" کی تفسیر کرتے ہوئے

ارشاد فرمایا: "کوئی شخص کسی ظالم بادشاہ کے پاس جاتا ہے اور وہ اس کی بقا صرف اتنے لمحے کے لئے پسند کرتا ہے کہ وہ اپنا ہاتھ جیب میں ڈال کر اسے کچھ انعام دے، تو جو شخص کسی ظالم کے لئے اتنی قلیل وقت کی بقا کا بھی خواہش مند ہو تو وہ بھی قرآن مجید کی آیت میں شامل ہے۔"

محمد بن ابی نصر عن ابی عبدالله قال سمعته یقول: مامن جبار الاومعه مؤمن یدفع الله به عن المؤمنین وهو اقلهم حظا فی الاخرة یعنی اقل المؤمنین حظاً لصحبة الجبار.

"فروع کافی ج اص ۱۱۱"

محمد بن ابی نصر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا انہوں نے فرمایا: "ہر جابر ظالم کے ساتھ کوئی نہ کوئی مؤمن ضرور ہوتا ہے جس کے ذریعے سے اللہ اہل ایمان کا دفاع کرتا ہے اور آخرت میں وہ تمام مؤمنین سے بلحاظ درجہ کم تر ہوگا کیونکہ اس نے ظالم کی صحبت اختیار کی ہوتی ہے۔"

عن ابی یعفور قال: کنت عند ابی عبداللهؑ اذ دخل علیه الرجل من اصحابنا فقال له اصلحك الله انه ربما اصاب الرجل منا الضیق او الشدة فیدعی الی البناء یبنیه او النهر یکریه او المسناة یصلحها فما تقول فی ذلك؟ فقال ابو عبداللهؑ ما احب انی عقدت لهم عقدة او وکیت لهم وکاء وان لی مابین لا بیتها لا ولا مدة بقلم ان اعوان الظلمة یوم القیامة فی سرادق من نار حتی یحکم الله بین العباد.

"فروع کافی ج ۵ ص ۱۰۷"

ابن ابی یعفور کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ہمارا ایک دوست وہاں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: "اے فرزند رسولؐ!

اللہ تعالیٰ آپؑ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے، یہ بتائیں کہ اگر بعض اوقات ہم فقر و فاقہ کی زد میں آجائیں اور خلیفہ کی طرف سے ہمیں مکان بنانے یا نہر تیار کرنے یا سرحد اور بند کی اصلاح کے لئے بلایا جائے تو شرعی طور پر کیا ایسا کرنا ہمارے لئے جائز ہوگا؟"

آپؑ نے فرمایا: "میں تو ان کے لئے ایک دھاگہ کو گانٹھ نہیں دینا چاہتا اور میں ان کے لئے کیسہ یا برتن کا منہ بند کرنے پر بھی تیار نہیں ہوں اگرچہ مجھے اس کے عوض مدینہ اور اس کے چاروں اطراف دے دیئے جائیں، نہیں نہیں میں تو ان کے لئے قلم کو دوات سے تر کرنے کا روادار بھی نہیں ہوں۔

یاد رکھو! ظالموں کی مدد کرنے والے قیامت کے دن دوزخ کے خیموں میں اس وقت تک رہیں گے جب تک اللہ تمام خلائق کے حساب سے فارغ ہوگا۔"

عن حدید قال: سمعت ابا عبداللهؑ یقول، اتقوا الله وصو نوادینکم بالورع وقووة بالتقیة والاستغناء بالله عزوجل انه من خضع لصاحب سلطان ولمن یخالفه علی دینه طلبا لما فی یدیه من دنیاه اخمله الله عزوجل ومقته علیه و وکله الیه، فان هو غلب علی شیء من دنیاه فصار الیه شیء نزع الله البرکة منه ولم یاجره علی شیء ینفقه فی حج ولا عتق ولابر.

"فروع کافی ج ۵ ص ۱۰۶"

حدید کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا: "اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور پرہیزگاری سے اپنے دین کی حفاظت کرو اور تقیہ اور لوگوں سے بے نیازی اور خدا کی طرف متوجہ ہو کر اپنے دین کو تقویت دو۔

جو دنیا کے حصول کے لئے کسی صاحب اقتدار و سلطنت کے سامنے جھکے یا ایسے

شخص کے سامنے جھک جائے جو اس کے دین کا مخالف ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی قدر و قیمت کم کردے گا اور اس پر ناراض ہوگا اور اسے اس دولت مند اور اقتدار والے کے زیر عتاب بنادے گا۔ اگر وہ اتفاق سے اس سے کچھ دولت و ثروت حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہوگیا تو اللہ اس کے اس رزق سے برکت اٹھالے گا اور اگر وہ شخص اس دولت سے حج کرے یا غلام آزاد کرے یا کوئی نیکی کرے تو اللہ اسے قبول نہیں کرے گا اور اسے ان نیک کاموں پر اجر نہیں دے گا۔"

باب پنجم

صدقہ و انفاق

ومما رزقناھم ینفقون ...... (القرآن)

"اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

کیا مؤمنین کے علاوہ کسی اور کو صدقہ دیا جاسکتا ہے؟

معلّیٰ بن خنیس کا بیان ہے کہ ایک شب جب کہ بادوباران جاری تھی، میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا کہ انہوں نے کوئی بھاری چیز اٹھائی ہوئی تھی اور گھر سے نکل کر ظلہ بنی ساعدہ(۱) کی طرف جارہے تھے۔

میں آہستہ سے ان کے پیچھے چل پڑا۔ راستہ میں کچھ چیز گری تو امام عالی مقام نے کہا: "**بسم اللہ اللھم رد علینا.**" خدایا! ہماری گری ہوئی چیز ہمیں واپس کردے۔

میں آگے بڑھ کر آپ کے پاس گیا اور انہیں سلام کیا۔

۱۔ بنی ساعدہ نے رفاہ عامہ کے لئے ایک چھپر سا بنایا ہوا تھا جہاں مسافر اور خستہ افراد آکر آرام کرتے تھے۔

آپؑ نے فرمایا: "معلّیٰ ہو؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں! معلّیٰ ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "اچھی طرح سے نیچے نظر کرو تمہیں جو کچھ ملے وہ مجھے پکڑا دو۔"

میں نے تلاش شروع کی تو بہت سی روٹیاں بکھری ہوئی تھیں، میں نے جمع کر کے آپؑ کو دیں اور عرض کی: "آقا! اتنا بڑا وزن آپؑ نہ اٹھائیں، آپؑ یہ وزن میرے حوالے فرمائیں، اسے میں اٹھاؤں گا۔"

آپؑ نے فرمایا: "نہیں تمہاری نسبت اس وزن کے اٹھانے کا زیادہ حقدار میں ہوں، تم میرے ساتھ ظلہ بنی ساعدہ تک آؤ۔"

جب ہم وہاں پہنچے تو ہم نے بہت سے افراد کو سویا ہوا دیکھا۔ امام جعفر صادقؑ ہر شخص کے سرہانے ایک ایک یا دو دو روٹیاں رکھتے گئے، آپؑ نے روٹیوں کی بھری ہوئی بڑی ٹوکری وہاں تقسیم کی اور وہاں سے واپس آئے تو میں نے عرض کی: "آقا! کیا یہ لوگ حق کی معرفت رکھتے ہیں؟" مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ آپؑ کے شیعہ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: "اگر یہ حق کے عارف ہوتے تو ہم نمک میں بھی ان کی مدد کرتے۔" (ممکن ہے اس سے یہ مقصد ہو کہ اگر یہ شیعہ ہوتے تو ہم انہیں اپنے دستر خوان پر بٹھا کر کھانا کھلاتے اور خود بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے)

معلّیٰ! جان لو کہ اللہ نے جو بھی چیز پیدا کی ہے تو اس کا کسی کو خزینہ دار بھی مقرر کیا ہے، مگر صدقہ کا نگران اور محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے۔

میرے والد امام محمد باقر علیہ السلام جب کسی سائل کو خیرات دیتے تو اس کے ہاتھ سے دوبارہ اٹھا کر اسے چومتے تھے اور اس کی خوشبو سونگھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ صدقہ سائل کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں جاتا ہے۔

یاد رکھو! رات کے وقت صدقہ دینا اللہ کے غضب کو بجھا دیتا ہے اور گناہ کو محو کرتا ہے اور روز آخرت کے حساب کو آسان بناتا ہے اور دن کے وقت صدقہ دینے سے جان و مال میں اضافہ ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام دریا کے کنارے سے گزر رہے تھے، آپؑ نے اپنی روٹی اٹھا کر دریا میں پھینک دی۔

ایک حواری نے عرض کی: "آپؑ نے یہ کیا کیا ہے؟ یہ روٹی آپؑ کے کام آسکتی تھی۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے دریائی جانوروں کے لئے روٹی دریا میں ڈالی تاکہ کسی نہ کسی جاندار کے منہ میں آجائے اور اللہ کے ہاں اس عمل کا بڑا رتبہ ہے۔" (فروع کافی ج ۴ ص ۹)

ماؤں کو ایسی ہی تربیت کرنی چاہئے

صاحب بن عباد ایک مشہور شخصیت تھے اور اوراق تاریخ میں ان کی خوبیوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ آپ بہت بڑے عالم فاضل اور دانش مند فقیہ تھے۔

آپ ۳۲۶ھ میں پیدا ہوئے، مؤید الدولہ دیلمی کے دور سے ان کی وزارت کا آغاز ہوا اور فخر الدولہ کے دور تک منصب وزارت پر فائز رہے آپ

باکردار اور باکمال شخصیت کے مالک تھے اور وزراء کی فہرست میں ان جیسا صاحب کمال اور کوئی نہیں گزرا، ان کی زرین ملکی خدمات سے متاثر ہو کر سلطان نے انہیں "کافی الکفاۃ" کا لقب دیا تھا۔

شیخ صدوق رضوان اللہ علیہ نے اپنی کتاب عیون الاخبار بھی انہی کے لئے تالیف کی تھی۔

حسین بن محمد قمی نے تاریخ قم بھی انہی کے لئے تالیف کی تھی۔

ماہ رمضان المبارک میں اگر کوئی شخص عصر کے وقت ان کے پاس آتا تو افطار کیئے بغیر اسے جانے نہیں دیتے تھے۔

صاحب بن عباد کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات ان کے دسترخوان پر ایک ہزار افراد کھانا کھاتے تھے۔

صاحب بن عباد گیارہ ماہ میں جتنا انفاق کیا کرتے تھے اتنا ہی انفاق ماہ رمضان میں کیا کرتے تھے۔ یہ سب کچھ ان کی والدہ کی تربیت کا اثر تھا۔

ان کی والدہ کا معمول تھا کہ جب بچپن میں صاحب قرآن مجید پڑھنے کے لئے مسجد جاتے تھے تو وہ انہیں ایک دینار اور ایک درہم روزانہ دیا کرتی تھیں اور کہتیں کہ بیٹا راستے میں تمہیں جو پہلا فقیر ملے یہ رقم صدقہ کے طور پر اسے دے دینا۔

ماں کی تربیت ان میں اتنی راسخ ہوئی کہ انہوں نے اپنی جوانی اور اپنی وزارت کے ایام میں بھی اس معمول کو کبھی ترک نہیں کیا تھا۔

انہوں نے اپنی خوابگاہ کے ملازم کو ہدایت کی ہوئی تھی کہ وہ روزانہ ان کے سرہانے کے نیچے یہ رقم رکھ دیا کرے اور جوں ہی صبح بیدار ہو کر مسجد

جاتے تو وہ رقم ساتھ لے جاتے اور کسی نہ کسی مسکین کو دے دیتے۔

ایک شب خادم رقم رکھنی بھول گیا، صاحب حسب عادت اٹھے تو رقم موجود نہ تھی اوراس وجہ سے صاحب پریشان ہوگئے اور دل میں کہنے لگے کہ شاید آج میری موت کا وقت آگیا ہے، آج صبح کا صدقہ دینے سے میں محروم ہو گیا ہوں۔

انہوں نے خادم سے کہا کہ : "میرے اس کمرے کی تمام اشیاء کو جمع کرو اور باہر جاکر دیکھو جو سائل تمہیں سب سے پہلے ملے اسے یہاں لے کر آؤ اور یہ تمام سامان اسے دے دو۔"

خادم باہر گیا تو ایک نابینا شخص کو دیکھا جس کا ہاتھ اس کی بیوی نے پکڑا ہوا تھا۔

خادم اس کے پاس گیا اور کہا: "اے سائل! ہم جو کچھ تمہیں دیں گے کیا تم لوگے؟"

سائل نے کہا: "کیوں نہیں، تم مجھے کیا دینا چاہتے ہو؟"

خادم نے اسے بتایا کہ : "اطلس و کمخواب کا بستر اور قالین اور دیبا کی رضائی تمہیں دینا چاہتا ہوں۔"

جب سائل نے ان چیزوں کا نام سنا تو فرط مسرت سے بے ہوش ہوگیا۔

خادم نے آکر صاحب کو اس کی اطلاع دی، صاحب اٹھ کر باہر گئے تو سائل پر بے ہوشی طاری تھی، صاحب نے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے، کچھ دیر بعد وہ ہوش میں آگیا۔

صاحب نے کہا: "بندۂ خدا! تجھے کیا ہوا تھا تو بے ہوش کیوں ہو گیا؟"

اس نے کہا: "اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا تعلق خاندان سادات سے ہے اور ایک آبرو مند شخص ہوں لیکن گردش ایام کی وجہ سے چند سالوں سے تہی دست ہو گیا ہوں، اس عورت سے خدا نے مجھے ایک بیٹی عطا کی ہوئی ہے۔ میری بیٹی سن رشد کو پہنچ چکی ہے اور ایک نوجوان کے ساتھ میں نے اس کا نکاح بھی کر دیا ہے لیکن رخصتی ابھی باقی ہے، مجھے بیٹی کے لئے جہیز کی ضرورت ہے۔ آج رات میری بیوی مجھ سے یہ کہتی رہی کہ بیٹی کے لئے دیبا کا ایک لحاف تیار کروا دو اور کچھ ریشمی جوڑے بھی بیٹی کو جہز میں دو۔

میں نے بیوی سے کہا کہ نیک بخت میرے حالات تجھ سے مخفی نہیں ہیں، میں ایک غریب اور نابینا شخص ہوں، میں یہ اشیاء کیسے فراہم کر سکتا ہوں؟ مگر تمام حالات جاننے کے باوجود میری بیوی کا اصرار پھر بھی قائم رہا، میں نے مجبور ہو کر کہا کہ جب صبح ہو گی تو تم میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد کے دروازے پر لے جانا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی اسباب پیدا کر دے، اب جو تمہارے خادم نے مجھے اتنی قیمتی اشیاء دینے کی پیشکش کی تو فرط مسرت سے میں بیہوش ہو گیا۔"

صاحب بن عباد یہ ماجرا دیکھ کر متعجب ہوئے اور حکم دیا کہ: "تم یہ سامان بھی لے جاؤ اور تمہاری بیٹی کے لئے ہم خود جہیز تیار کریں گے، تمہیں اس کے لئے فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

اس کے بعد اس کے داماد کو بلایا اور اسے معقول رقم دے کر کہا کہ تم اس سے اپنے لئے کوئی کاروبار کر لو۔ (روضات الجنات ص ۱۰۵)

صدقہ وانفاق کیلئے مال کا حلال ہونا ضروری ہے

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے اہل سنت افراد سے ایک شخص کی بڑی تعریف سنی اور اس کے اہل اللہ اور صاحب کرامت ہونے کی کئی داستانیں سنیں تو مجھے اس کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔

اتفاق سے ایک دن میں نے اسے ایک مقام پر دیکھا، لوگ اس کے اردگرد جمع تھے اور وہ لوگوں کو اپنے آپ سے دور کر رہا تھا۔ اس نے کپڑے سے اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا اور اس کی پیشانی اور آنکھیں ظاہر تھیں۔ وہ اپنے ارادت مندوں کو اپنے آپ سے دور کرتا گیا۔ آخرکار وہ اکیلا ایک راستے پر چلنے لگا۔ میں بھی خاموشی سے اس کے تعاقب میں چلتا گیا۔

راستے میں نانبائی کی ایک دکان تھی جہاں لوگوں کا کافی اژدہام تھا، یہ شخص بھی اس جگہ گیا، میں نے دیکھا کہ اس نے وہاں سے دو روٹیاں چرائیں اور چل دیا، پھر آگے ایک شخص انار بیچ رہا تھا، اس نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھایا اور دو انار چوری کر لئے، میں یہ ماجرا دیکھ کر سخت متعجب ہوا کہ یہ شخص بھی چوری کرتا ہے۔

چند قدم چلنے کے بعد راہ میں اس نے ایک مریض کو دیکھا تو وہ دو روٹیاں اور دو انار اسے دے دیئے۔

میں نے اسے صدا دی تو رک گیا، میں نے اسے کہا: "اے بندۂ خدا! میں نے تیری تعریفیں سنی تھیں اور تجھے دیکھنے کی خواہش تھی لیکن آج میں نے تجھے دیکھا تو مجھے تمہاری حالت پر بہت ہی دکھ ہوا۔"

اس نے کہا: "تو نے کیا دیکھا اور میری کس بات سے دکھ پہنچا؟"

میں نے کہا: "میں نے تجھے نانبائی سے دو روٹیاں اور انار فروش سے دو انار چوری کرتے دیکھا ہے۔"

جب میں یہ الفاظ کہے تو اس نے مجھے مزید بات کرنے کی مہلت ہی نہ دی اور فوراً بول اٹھا: "تو کون ہے؟"

میں نے کہا: "میرا تعلق اہلبیت رسولؐ سے ہے۔"

اس نے مجھ سے میرا وطن پوچھا تو میں نے کہا: "میرا گھر مدینے میں ہے۔"

اس نے کہا: "تو پھر آپ شاید جعفر بن محمد بن علی بن حسین ہیں۔"

میں نے کہا: "بالکل میں وہی ہوں۔"

اس نے کہا: "رسول کریمؐ سے تمہاری یہ نسبت تمہیں کیا فائدہ دے گی جبکہ تم اپنے نانا کے علم سے ناواقف ہو؟"

میں نے کہا: "بیان کرو میں کیسے ناواقف ہوں۔"

اس نے کہا: "شاید تم نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "من جاء الحسنة فله عشر امثالها و من جاء بالسيئة فلا يجزى الا مثلها." یعنی جو شخص ایک نیکی کرے اسے دس گنا اجر ملے گا اور جو ایک برائی کرے تو اس کے نامہء اعمال میں ایک ہی برائی درج کی جائے گی اور اسے ایک ہی برائی کا بدلہ دیا جائے گا۔

تو اب سنو! میں نے دو روٹیاں اور دو انار چوری کئے میرے نامہء اعمال میں چار گناہ درج ہوئے اور میں نے پھر راہ خدا میں ایک مریض کو دے دیئے تو میرے نامہء اعمال میں چالیس نیکیاں درج ہوئیں، اب چالیس میں

سے اگر چار کو نفی کردو تو بھی میرے حصے میں چھتیس نیکیاں بچ جائیں گی۔"

میں نے اس کی یہ بات سن کر کہا: "ثكلتك امك" تیری ماں تیرے غم میں روئے۔ تجھے تو کتاب خدا کا ذرہ برابر علم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اعلان کیا ہے: "انما يتقبل الله من المتقين" اللہ پرہیزگاروں کے عمل کو قبول کرتا ہے اور بدیہی سی بات ہے کہ چور پرہیزگار نہیں ہوتا اور تجھے اجر تو تب ملتا جب اصل تیری ہوتی، اب تو نے دو روٹیاں اور دو انار چوری کئے، تیرے نامہء اعمال میں چار برائیاں درج ہوئیں اور پھر تو نے ان چیزوں کے مالک کی اجازت کے بغیر ان میں تصرف کیا تو چار گناہ اور تمہارے نامہء اعمال میں لکھ دیئے گئے۔ اس طرح سے تیرے نامہء اعمال میں آٹھ گناہ لکھے گئے اور جبکہ نیکی ایک بھی درج نہیں ہوئی۔"

میرا استدلال سن کر وہ عجیب و غریب نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر میں وہاں سے چلا آیا۔ (انوار نعمانیہ ص ۱۹)

ادھر سے مال ملا تو ادھر صدقہ کردیا

عامر شعبی بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میرے دروازے پر دستک ہوئی میں نے دروازہ کھولا تو حجاج بن یوسف کا غلام میرے دروازے پر کھڑا تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ تجھے حجاج نے اس وقت اپنے دربار میں یاد کیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

میں کانپتا ہوا گھر آیا۔ گھر میں وضو کیا افراد خانہ کو اپنی وصیتیں کیں اور کہا کہ ممکن ہے میں قتل ہو جاؤں تو میرے حق میں دعا کرنا۔

پھر میں حجاج کے دربار میں پہنچ گیا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ جلاد و شمشیر بھی موجود ہے اور چمڑا بھی بچھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر میں گھبرا گیا۔ حجاج نے میری گھبراہٹ محسوس کر کے کہا: "مت ڈر تو اس وقت میری امان میں ہے۔"

تھوڑی سی دیر گزری کہ حجاج کے غلام ایک بوڑھے شخص کو جو کہ طوق و زنجیر میں مقید تھا، کشاں کشاں حجاج کے سامنے لے آئے۔

حجاج نے قیدی سے کہا: "تیرا عقیدہ ہے کہ حسنؑ و حسینؑ رسول خداؐ کے فرزند ہیں اس کی دلیل قرآن سے پیش کر، ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔"

قیدی نے کہا: "پہلے میرے طوق و رسن مجھ سے دور کرو کیونکہ ان کی موجودگی میں مجھ سے بولا نہیں جاتا۔"

حجاج نے غلاموں سے کہا: "بہتر ہے اس کے طوق و زنجیر اتار لو، اگر اس نے جواب دے دیا تو یہ آزاد ہوگا، اگر جواب نہ دے سکا تو پھر اسے قتل کروا دوں گا اور اگر کوئی شخص طوق و زنجیر پہنے ہوئے ہو تو تلوار اچھی طرح سے اس پر اثر نہیں کرتی۔"

قیدی کے طوق و زنجیر اتارے گئے، میں نے غور سے اس کے چہرے کو دیکھا تو وہ قیدی مشہور تابعی سعید بن جبیر تھا۔ مجھے اس بے چارے پر بڑا رحم آیا اور دل میں سوچنے لگا کہ اب یہ ہر صورت میں قتل ہو جائے گا کیونکہ یہ حسنینؑ کا فرزند رسول ہونا قرآن سے کیسے ثابت کر سکے گا؟

حجاج نے کہا: "جلدی سے جواب دو ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔"

سعید بن جبیر نے کہا: "ذرا صبر کرو۔"

پھر اس نے سر جھکایا اور سوچنے لگا۔

حجاج نے دوبارہ کہا: "جلدی سے اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کرو۔"

سعید نے کہا: "ذرا صبر سے کام لو۔"

پھر حجاج نے تیسری بار کہا: "اب مجھ سے مزید صبر نہیں ہوتا یا تو ثبوت پیش کرو ورنہ قتل کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

سعید نے کہا: "اعوذ بالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. ووهبنا له اسحق و يعقوب كلا هدينا و نوحا هدينا من قبل ومن ذريته دائود و سليمان و ايوب و يوسف و موسىٰ و هارون و كذلك نجزى المحسنين."

یہاں تک پڑھنے کے بعد سعید نے حجاج سے کہا: "آگے تم آیت پڑھو۔"

حجاج نے آیت پڑھی: "و زكريا و يحيى و عيسى و الياس كل من الصالحين."

سعید نے کہا: "رک جاؤ، آگے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے اور مجھے یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں حضرت عیسیٰؑ کو کیوں داخل کیا ہے؟"

حجاج نے کہا: "حضرت عیسیٰؑ ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہیں۔"

سعید نے کہا: "وہ اولاد ابراہیمؑ کیسے بن گئے جب کہ ان کا تو والد ہی کوئی نہ تھا؟"

حجاج نے کہا: "سچ ہے ان کا والد کوئی نہیں تھا مگر وہ اپنی ماں حضرت مریمؑ کی وجہ سے اولاد ابراہیمؑ میں شمار ہوتے ہیں۔"

سعید نے کہا: "حجاج! انصاف سے کام لو، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان صدیوں کا فاصلہ ہے اور حضرت مریمؑ چالیس پچاس پشت کے بعد حضرت ابراہیمؑ سے جاکر ملتی ہیں، جب چالیس پچاس نسلوں کے بعد حضرت مریمؑ کا بیٹا فرزند ابراہیمؑ ہے اور حسنؑ و حسینؑ کی ماں فاطمہ زہراؑ ہے اور ان کے درمیان کوئی فاصلہ بھی نہیں ہے تو حسنؑ و حسینؑ رسول خداؐ کے بیٹے کیوں کر قرار نہ پائیں گے؟"

یہ استدلال سن کر حجاج لاجواب ہوگیا اور کہا: "میں نے تجھے اسی وقت آزاد کیا۔"

اور ایک ہزار دینار انعام دیا اور غلاموں سے کہا کہ وہ انہیں ان کے گھر تک پہنچائیں۔ سعید آزاد ہو کر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد میں بھی اجازت لے کر اپنے گھر چلا آیا۔

میں نے دل میں ارادہ کرلیا کہ میں ان سے قرآن کے معانی و مطالب سیکھنے کیلئے جاؤں گا۔ اس سے پہلے میرا خیال یہ تھا کہ میں معانی قرآن کا عالم ہوں لیکن سعید کے اس استدلال سے معلوم ہوا کہ میں ابھی طفل مکتب ہوں۔

صبح ہوئی تو میں نے ان کی تلاش شروع کی، آخرکار انہیں ایک مسجد میں جاکر پایا، انہوں نے دس دس دینار کو علیحدہ علیحدہ رکھا ہوا تھا اور فقراء و مساکین میں وہ رقم بانٹ رہے تھے اور مجھے دیکھ کر فرمایا: "یہ رقم حسنؑ و حسینؑ کی برکت سے ملی ہے، اگر ہم نے ایک فرد کو ناراض کیا ہے تو اس کے عوض ایک سو کو خوش کیا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو راضی کیا ہے۔" (شجرۂ طوبیٰ ج ۲ ص ۲۰۰ طبع نجف)

صدقہ سے آسمانی بلائیں دور ہوتی ہیں

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خداؐ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک جگہ بیٹھے تھے کہ وہاں سے ایک یہودی کا گزر ہوا تو اس نے کہا: "السام عليك."

رسول خداؐ نے جواب میں فرمایا: "وعليك."

اصحاب نے عرض کی: "یارسول اللہ اس گستاخ نے دراصل آپ پر سلام نہیں کیا بلکہ اس نے "السلام عليك" کہنے کی بجائے "السام عليك" کہا، یعنی آپ پر موت ہو۔"

رسول خداؐ نے فرمایا: "تو میں نے اسے کونسا سلام کیا ہے؟ میں نے بھی تو اسے یہی کہا ہے "وعليك" یعنی تجھ پر آئے۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "آج اس یہودی کو سیاہ رنگ کا سانپ ڈسے گا جس سے اس کی موت واقع ہو جائے گی۔"

کچھ دیر بعد وہی یہودی اپنے سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے واپس آرہا تھا، جب اس کا گزر رسول کریمؐ کی مجلس کے پاس سے ہوا تو رسول کریمؐ نے فرمایا: "یہ گٹھا زمین پر رکھو۔" پھر گٹھا کھول کر دیکھا گیا تو کالا ناگ گٹھے میں موجود تھا اور اس نے ایک لکڑی کو اپنے دانتوں سے پکڑا ہوا تھا۔ پھر آپؐ نے یہودی سے پوچھا: "آج تو نے کونسی نیکی کی ہے؟"

یہودی نے کہا: "جب میں لکڑیاں جمع کرنے گیا تو اس وقت میرے پاس دو روٹیاں تھیں اتفاق سے ایک سائل کا وہاں سے گزر ہوا تو میں نے ایک روٹی اسے دے دی۔"

رسول خداؐ نے فرمایا: "اسی صدقے کی وجہ سے تمہاری زندگی محفوظ رہی ورنہ آج تیری قضا آنے ہی والی تھی۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "الصدقة تدفع میتة السؤ عن الانسان" صدقہ انسان سے مرگ ناگہانی کو دور کرتا ہے۔" (فروع کافی ج ۴ ص ۵)

صدقہ سے مال کی حفاظت کریں

ایک مرتبہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے تجار کے قافلے کے ہمراہ سفر کیا۔ تاجروں کے پاس بہت سا سامان تھا۔ ایک مقام پر پہنچے تو وہاں اطلاع ملی کہ آگے فلاں مقام پر ڈاکو جمع ہیں اور قافلوں کو لوٹ رہے ہیں۔

یہ سن کر تاجر بہت پریشان ہوئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "تم لوگ اس قدر پریشان کیوں ہو؟"

انہوں نے کہا: "ہمارے پاس بہت سا سامان ہے ہمیں خوف ہے کہ ڈاکو ہمارا تمام مال لوٹ لیں گے۔ ہم آپؑ سے گزارش کرتے ہیں کہ آپؑ ہمارا تمام سامان ہم سے لے لیں ممکن ہے جب ڈاکو آپؑ کا نام سنیں تو آپؑ سے حیا کر جائیں اور یوں یہ سامان غارت ہونے سے بچ جائے۔"

آپؑ نے فرمایا: "تمہیں کیسے پتا چلا کہ ڈاکو میرا سامان نہیں لوٹیں گے؟ یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ صرف میرے سامان کو لوٹنے کے لئے جمع ہوئے ہوں اور میری وجہ سے تمہارا نقصان بھی ہو سکتا ہے۔"

تاجروں نے عرض کی: "آقا! آپؑ ہمیں کوئی تدبیر بتائیں ہم اس بلائے ناگہانی سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ اگر آپؑ کہیں تو ہم اپنا سامان زمین میں دفن

کر دیتے ہیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "یہ طریقہ بالکل غلط ہے، ممکن ہے کہ کسی کو علم ہو جائے تو وہ زمین سے تمہارا سامان نکال لے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم خود ہی جگہ بھول جاؤ۔"

تاجروں نے کہا: "پھر آپؑ بتائیں ہم کیا کریں؟"

آپؑ نے فرمایا: "تم اپنا سامان اس کے حوالے کردو جو اس کا نگہبان ہے اور جو تمہارے مال میں افزائش بھی پیدا کرے اور بوقت احتیاج تمہاری ضرورت بھی پوری کرے۔"

تاجروں نے کہا: "وہ کون ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "تم اپنا مال اللہ کی حفاظت میں دے دو۔"

تاجروں نے کہا: "ہم اللہ کی حفاظت میں کیسے دیں؟"

آپؑ نے فرمایا: "ضرورت مند غرباء کی ضروریات پوری کرو اور انہیں صدقہ دو۔"

تاجروں نے کہا: "آقا! اس مقام پر تو کوئی غریب سائل موجود ہی نہیں ہے، اب ہم صدقہ دیں تو کسے دیں؟"

آپؑ نے فرمایا: "اس کا طریقہ یہ ہے کہ تم منت مان لو کہ اس مال کی تہائی بطور صدقہ غرباء و مساکین میں تقسیم کرو گے، اگر تم نے خلوص دل سے یہ منت مان لی تو اللہ تعالیٰ تمہارے بقیہ مال کی بھی حفاظت فرمائے گا اور اب اپنے مال کو اللہ کی حفاظت میں دے کر سفر جاری رکھو۔"

قافلہ کچھ دیر چلا، ڈاکو سامنے آگئے، اہل قافلہ گھبرا گئے، امام علیہ

السلام نے فرمایا: "جب تم اللہ کی حفاظت میں آچکے ہو تو پھر تمہیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

ڈاکوؤں کی نظر جیسے ہی امام جعفر صادق علیہ السلام پر پڑی تو وہ گھوڑوں سے اتر کر آپؑ کی قدم بوسی کرنے لگے اور ڈاکوؤں کے سردار نے کہا: "مولا! کل رات میں نے خواب میں جناب رسول خداؐ کو دیکھا، انہوں نے فرمایا کہ ہم آپؑ کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کریں۔ اب ہم آپؑ کی خدمت میں حاضر ہیں، ہم آپؑ کی حفاظت کے لئے آپ کے ہمراہ چلیں گے۔"

آپؑ نے فرمایا: "نہیں ہمیں تمہاری نگہبانی کی ضرورت نہیں ہے، جس ذات نے ہمیں تمہارے شر سے بچایا ہے وہی دوسرے شرپسندوں سے بھی ہمیں بچائے گا۔"

قافلہ خیر و عافیت روانہ ہوا اور ہر تاجر کو دس گنا منافع حاصل ہوا۔

تاجر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تم نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی برکت ملاحظہ کی ہے؟

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: "تم نے خدا کے ساتھ سودا کرنے کی برکت ملاحظہ کرلی ہے، اب آئندہ بھی اسی روش پر قائم رہنا۔" (کلمہء طیبہ ص ۲۶۲)

حضرت یعقوبؑ کی آزمائش

ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے جمعہ کے دن صبح کی نماز امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ ادا کی۔ پھر آپؑ کافی دیر تک ذکر

خداوندی میں مصروف رہے۔ بعدازاں تسبیح پڑھتے ہوئے اپنے خانہء کرامت آشیانہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ اپنے گھر پہنچے تو آپ نے اپنی ایک کنیز جس کا نام سکینہ تھا، کو حکم دیا کہ: "خیال کرنا اگر کوئی غریب و مسکین ہمارے دروازے پر آئے تو اسے خالی ہاتھ نہ لوٹانا، آج روز جمعہ ہے۔"

میں نے عرض کیا: "تمام سوالی مستحق تو نہیں ہوتے۔"

آپؑ نے فرمایا: "ثابت! (یہ ابوحمزہ ثمالی کا اصل نام ہے) میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ان سائلوں میں کوئی مستحق نہ ہو اور ہمارے در سے خالی نہ لوٹ جائے اور ہم پر وہ آزمائش نہ آجائے جو گھرانہء حضرت یعقوبؑ پر آئی تھی۔"

حضرت یعقوب علیہ السلام روزانہ ایک گوسفند ذبح کرتے تھے اور خود بھی تناول کرتے اور سائلوں کو بھی اس میں سے کھانا کھلایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب نظر فقیر ان کے دروازے پر آیا۔ وہ سارے دن کا روزہ دار تھا اور وہ مسافر بھی تھا۔ سائل نے ان کے دروازے پر صدا دی اور کہا: "میں مسافر ہوں اور بھوکا ہوں، اللہ کے نام پر مجھے کھانا کھلاؤ۔" اس نے کئی مرتبہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے دروازے پر صدا دی لیکن کسی نے اس کی جانب توجہ تک نہ کی۔

فقیر مایوس ہو گیا اور بے ساختہ کہا: "انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔" اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے اور پوری رات اس نے بھوک کی حالت میں بسر کی۔ صبح ہوئی تو اس نے روزہ رکھا اور خداوند عالم کی حمد و ثناء کی۔

صبح کے وقت اللہ نے حضرت یعقوبؑ کو وحی فرمائی کہ: "تو نے رات میرے مقبول بندے کو خوار کیا۔ جس کے سبب تم آزمائش کے حقدار ٹھہرے

اور اب میری طرف سے تمہارے خاندان پر بلائیں نازل ہوں گی۔

یعقوبؑ! یاد رکھو: "ان احب انبیائی الی واکرمهم علی من رحم مساکین عبادی و قربهم الیه واطعمهم و کان لهم مادی وملجاء." میرے انبیاء میں سے مجھے وہ نبی سب سے زیادہ محبوب ہے جو میرے مسکین بندوں پر رحم کرے اور انہیں اپنے قریب جگہ دے اور ان کا ملجا و ماویٰ بنے۔

یعقوبؑ! کل رات میرا محبوب بندہ ذمیال بھوکا تھا، اس نے تم سے باربار روٹی کا سوال کیا لیکن تم نے اسے روٹی کھلانا گوارانہ کی اس نے رو رو کر اپنی بھوک کی شکایت مجھ سے کی اور تم اور تمہارے اہل خانہ نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور تمہارے گھر میں کافی مقدار میں کھانا بچا ہوا بھی تھا۔

یعقوبؑ! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں اپنے دوستوں کی خطا کا جلدی مؤاخذہ کرتا ہوں اور اپنے دشمنوں کو ڈھیل دیتا ہوں تاکہ وہ استغفار و توبہ سے محروم رہیں۔

مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں تجھے اور تیری اولاد کو گرفتار مصائب کروں گا اور تمہارے گھرانے پر آزمائش نازل کروں گا، اب تم آزمائش کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کرلو اور اب جو کچھ تم پر نازل ہو اس پر صبر کرنا اور راضی رہنا۔"

ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ میں نے زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا کہ: "یوسف علیہ السلام نے کس رات خواب دیکھا تھا؟"

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: "جس رات ان کے دروازے پر سائل آیا تھا اور خالی ہاتھ لوٹا تھا، اسی رات یوسفؑ نے خواب دیکھا تھا اور صبح کے وقت

اپنے والد کو سنایا تھا، خواب سن کر یعقوب افسردہ ہوئے تھے اور بیٹے سے فرمایا تھا کہ تم اپنا خواب اپنے بھائیوں کو مت سنانا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے، بے شک شیطان انسانوں کا کھلم کھلا دشمن ہے۔(بحارالانوار ج ۱۲ ص ۲۷۲ چاپ اخوندی)

صدقہ سے نحوست دور ہوتی ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ایک شخص کے ساتھ میری زمین مشترک تھی، میں نے اس سے تقسیم کا مطالبہ کیا، وہ شخص علم نجوم سے بھی شغف رکھتا تھا، وہ جان بوجھ کر تقسیم میں تاخیر کرتا رہا تاکہ سعد ساعت آسکے۔

آخرکار ایک دن اس نے تقسیم کے لئے حامی بھری اور میں تقسیم کے لئے روانہ ہوا تو وہ ساعت اس کے علم کے مطابق اس کے لئے سعد تھی اور میرے لئے نحس تھی۔

ہم نے زمین تقسیم کی، قرعہ اندازی ہوئی تو اسے زمین کا وہ ٹکڑا ملا جو غیر آباد تھا اور آباد ٹکڑا میرے حصے میں آیا۔

یہ دیکھ کر اس نے ٹھنڈی سانس بھری اور کہا: "اس دن جیسا نحس دن میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

میں نے کہا: "کیا ہوا؟"

اس نے کہا: "میں نے تقسیم کے لئے اس ساعت کا انتخاب کیا تھا جو میرے لئے سعد اور آپؑ کے لئے نحس تھی، مگر قرعہ اندازی میں الٹا مجھے ہی

نقصان پہنچا۔

میں نے کہا: "اگر چاہو تو میں تمہیں وہ حدیث سناؤں جو میرے والد نے مجھے سنائی تھی؟"

اس نے کہا: "ضرور سنائیں۔"

میں نے کہا: "پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص یہ چاہتا ہو کہ دن کی نحوست اس سے دور رہے تو اپنے دن کا آغاز صدقہ سے کرے اور جو چاہتا ہو کہ رات کی نحوست سے محفوظ رہے تو رات کا آغاز صدقہ سے کرے۔" اور آج صبح جب میں تقسیم کے لئے روانہ ہوا تو میں نے پہلے صدقہ دیا تھا۔

یاد رکھو! "علم نجوم پر بھروسہ کرنے سے صدقہ دینا زیادہ بہتر ہے۔" (کافی ج ۴ ص ۷)

تاتوانی بجهاں خدمت محتاجاں کنی
بدمی یا درمی یا قلمی یا قدمی

جہاں تک ممکن ہو محتاجوں کی دامے، درمے، سخنے اور قدمی مدد کرو۔

صدقہ کے بعد احسان نہ جتلائیں

ایک شخص امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ اس کے چہرے سے خوشی ٹپک رہی تھی۔

آپؑ نے فرمایا: "آج میں تمہیں بہت خوش خوش دیکھ رہا ہوں، اس کا سبب کیا ہے؟"

اس نے عرض کی: "میں نے آپؑ کے والد ماجد علیہ السلام سے سنا تھا کہ انسان کے لئے وہ دن نہایت مبارک ہے جس دن کا آغاز اس نے اپنے دینی بھائیوں کی خدمت سے کیا ہو اور میری خوش نصیبی یہ ہے کہ آج میرے پاس صبح سویرے دس ضرورت مند مؤمن آئے، میں نے ان کی مہمان نوازی کی اور حسب حیثیت ان کی مدد کی، اس لئے میں آج بہت خوش ہوں۔"

یہ سن کر امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: "مجھے اپنی جان کی قسم تم نے بہت ہی اچھا کیا ہے مگر شرط یہ ہے کہ تم نے اگر اس عمل کو برباد نہیں کیا اور مستقبل میں بھی اسے برباد نہ کرو تو یہ تمہارے لئے بہت ہی اچھا ہے۔"

اس شخص نے کہا: "آقا! بھلا یہ کیسے ممکن ہے میں اپنی نیکی کیوں کر برباد کروں گا جبکہ میں تو آپؑ کا خالص شیعہ ہوں۔"

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: "تم نے اپنے بھائیوں سے کی ہوئی نیکی تباہ کر دی ہے۔"

اس شخص نے کہا: "مولا! میں نے اپنی نیکی کیسے برباد کی ہے؟"

آپؑ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: "**لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی**" اے ایمان دارو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور اذیت دے کر باطل نہ کرو۔"

اس شخص نے عرض کی: "مولا! میں نے ان پر نہ تو اپنا احسان جتلایا ہے اور نہ ہی میں نے انہیں اذیت دی ہے، بھلا میری نیکی کیوں برباد ہوئی ہے؟"

امام عالی مقامؑ نے فرمایا: "اس اذیت سے مراد صرف سائلین کو

اذیت دینا نہیں ہے، یہ اذیت عام ہے، بھلا یہ بتاؤ کہ کسی سائل کو اذیت دینا زیادہ برا ہے یا کراماً کاتبین فرشتوں اور ہمیں اذیت دینا برا ہے؟"

اس شخص نے کہا: "مولا! واضح سی بات ہے کہ سائل کی بہ نسبت ملائکہ اور آپ کو اذیت دینا زیادہ برا ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "تو سنو! تم نے ہمیں اور اپنے کراماً کاتبین کو اذیت دی ہے۔"

مذکورہ شخص نے کہا: "آقا! میں نے آپؑ کو اور کراماً کاتبین کو کیسے اذیت دی ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "تم نے ابھی دعویٰ کیا ہے کہ تم ہمارے خالص شیعہ ہو، کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ ہمارے خالص شیعہ کون ہیں؟"

اس شخص نے کہا: "آقا! مجھے نہیں معلوم۔"

آپؑ نے فرمایا: "تو سنو! ہمارے خالص شیعوں میں حزقیل مؤمن آل فرعون اور صاحب یٰسین ہے، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**وجاء رجل من اقصا المدینۃ یسعی**" شہر کے آخری کونے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ ہمارے شیعوں میں سلمانؓ، ابوذرؓ، مقداد و عمار جیسے لوگ ہیں۔ تو نے اپنے آپ کو ہمارا خالص شیعہ کہہ کر ان لوگوں کے ساتھ برابری کا دعویٰ کیا ہے۔ تو کیا تمہارے اس دعویٰ سے ہمیں اور ملائکہ مقربین کو اذیت نہ ہوگی؟"

مذکورہ شخص نے کہا: "آقا! میں اپنی غفلت و غلطی کی معافی چاہتا ہوں، آپؑ بتائیں کہ ہم لوگ اپنے آپؑ کو کیا کہیں؟"

امام عالی مقامؑ نے فرمایا: "تم یہ کہو کہ ہم تمہارے دوست ہیں اور

تمہارے دشمنوں کے دشمن اور تمہارے دوستوں کے دوست ہیں۔"

اس شخص نے کہا: "مولا! میں پھر یہی الفاظ اپنے متعلق کہتا ہوں اور سابقہ الفاظ سے توبہ کرتا ہوں۔"

امام عالی مقامؑ نے فرمایا: "اب جب کہ تم نے توبہ کرلی تو تمہارا رائیگاں ہونے والا ثواب تمہیں دوبارہ مل جائے گا۔"

جواں مرد اگر راست خواہی ولیست
کرم، پیشہء شاہ مردان علیست

ایسا بھی ممکن ہے

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا تھا اور دسترخوان پر مرغ بریاں رکھا ہوا تھا۔ دروازے پر سائل نے صدا دی اور روٹی کا سوال کیا۔

مالک مکان بڑے غصے سے دسترخوان سے اٹھا اور فقیر کو جھڑکیاں دے کر ہٹا دیا۔

کچھ عرصے کے بعد وہ شخص مفلس ہوگیا اور تنگ دستی کی وجہ سے اس نے بیوی کو طلاق دے دی۔

پھر ایک عرصے کے بعد اس عورت کی دوسری جگہ شادی ہوگئی، ایک مرتبہ وہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھی ہوئی تھی اور ان کے سامنے مرغ بریاں رکھا ہوا تھا۔ اتنے میں دروازے پر ایک سائل نے صدا دی اور روٹی کا سوال کیا۔

شوہر نے بیوی سے کہا: "یہ بھنا ہوا مرغ جاکر سائل کو دے دو۔"
عورت نے مرغ کو ایک برتن میں رکھا اور دروازے پر گئی، پھر دروازے سے روتی ہوئی اپنے شوہر کے پاس آئی۔
شوہر نے رونے کا سبب پوچھا تو عورت نے کہا: "دروازے پر جو سائل آیا ہے یہ میرا سابقہ شوہر ہے۔ ایک دفعہ میں اور یہ آج کی طرح دسترخوان پر بیٹھے تھے اور ہمارے سامنے بھنا ہوا مرغ رکھا تھا کہ سائل نے دروازے پر صدادی تھی، میرا شوہر ناراض ہو کر گیا تھا اور سائل کو دھکے دے کر بھگا دیا تھا اور آج وہ خود سائل بن کر روٹی کا سوال کر رہا ہے۔"
یہ سن کر شوہر نے بیوی سے کہا: "اچھا تو سنو! اس دن تمہارے شوہر نے جس سائل کو دھکے دیئے تھے وہ سائل میں ہی تھا۔" (ثمرات الاوراق ابن حجۃ حمدی، حاشیہ مظرف ج ۲ ص ۱۴۸)

حاجت برآری کا خوبصورت انداز

یسع بن حمزہ کہتے ہیں کہ میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا اور میرے علاوہ اور بھی بہت سے افراد امام علیہ السلام کے پاس بیٹھے حلال و حرام کے مسائل کا استفادہ کر رہے تھے کہ اس اثناء میں ایک بلند قد اور گندمی رنگ والا ایک خراسانی حاضر ہوا اور سلام کے بعد اس نے کہا: "اے فرزند رسولؐ! میں آپؑ کا اور آپؑ کے آباء و اجداد کا محبّ ہوں، سفر حج پر گیا تھا اور واپسی کا زاد راہ بھی میرے پاس موجود تھا لیکن بد قسمتی سے میری رقم گم ہوگئی، آپؑ سے التماس ہے کہ آپؑ میری مدد فرمائیں تاکہ میں اپنے وطن واپس پہنچ

سکوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے دولت مند بنایا ہے اسی لئے میں صدقہ کا مستحق نہیں ہوں، البتہ آپؑ جو کچھ مجھے عطا کریں گے میں اتنی رقم گھر جاکر آپؑ کی طرف سے صدقہ کر دوں گا۔"
آپؑ نے فرمایا: "بیٹھ جاؤ، خدا تمہاری مغفرت کرے۔ پھر آپؑ نے وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد حاضرین آپؑ سے رخصت ہو کر چلے گئے۔ آخر میں میں اور سلیمان جعفری اور خیثمہ اور وہ مرد خراسانی باقی رہ گئے۔ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "مجھے گھر جانے کی اجازت دو۔"
ہم نے عرض کی: "آقا! آپؑ شوق سے جائیں۔"
امام عالی مقامؑ گھر تشریف لے گئے۔ پھر آپؑ نے دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کر آواز دی: "خراسانی کہاں ہو؟"
اس نے کہا: "مولا! میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوں۔"
آپؑ نے فرمایا: "دروازے کے قریب آجاؤ، پھر آپؑ نے دروازے سے اپنا ہاتھ نکالا اور فرمایا کہ میری طرف سے دو سو دینار لے لو اور گھر جاکر ان کو صدقہ کرنے کی تمہیں ضرورت نہیں ہے، اب تم یہاں سے چلے جاؤ، میں چاہتا ہوں کہ مجھے تم نہ دیکھو اور نہ ہی میں تمہیں دیکھوں۔"
اس شخص نے رقم لی اور دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔
کچھ دیر بعد امام علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لائے تو سلیمان جعفری نے کہا: "مولا! آپؑ نے خراسانی کے ساتھ نیکی کی لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ آپؑ نے دروازے کی دوسری طرف منہ کیا ہوا تھا، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "بات یہ ہے کہ میں سائل کے چہرے کے انکسار اور شرمندگی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا، اسی لئے میں نے اس کی جانب نظر کرنا مناسب نہیں سمجھا اور میں نے اسے چلے جانے کا حکم بھی اسی لئے دیا کہ وہ مجھ سے شرمندہ نہ ہوسکے۔ کیا تم نے پیغمبر خداؐ کی یہ حدیث نہیں سنی کہ آپؐ نے فرمایا: "المستتر بالحسنة يعدل سبعين حجة والمذيع بالسيئة مخذول والمستتر بها مغفورله" جو شخص چھپ کر نیکی کرے تو اسے ستر حج کا ثواب دیا جائے گا اور جو کھل کر برائی کرے وہ مردود ہے اور جو چھپ کر برائی کرے وہ بخشا جائے گا؟"

اور کیا تم نے عرب شاعر کا یہ شعر نہیں سنا:

متى اته يوما لاطلب حاجة

رجعت الى اهلى و وجهى بمائه

میں جب بھی اس کے پاس کسی چیز کی درخواست کے لئے گیا تو اس نے میری حاجت پوری کی پھر میں اپنے گھر واپس گیا تو میری آبرو قائم تھی۔ (فروع کافی ج ۴ ص ۲۴)

امام زین العابدین کا کردار

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "جب میرے والد طاہر امام زین العابدین علیہ السلام کو غسل میت دیا گیا تو اس وقت قریب کھڑے ہوئے افراد میرے والد کے زانوں اور پاؤں کی جانب متوجہ ہوئے جن پر سفید رنگ کے داغ تھے، پھر ان کی نگاہ آپؑ کے شانوں پر پڑی تو ان پر بھی انہیں سفید رنگ

کے داغ نظر آئے۔

یہ داغ دیکھ کر لوگ پوچھنے لگے کہ زانوں اور پاؤں کے سفید داغ تو اس لئے پیدا ہوئے کہ آپؑ شب و روز رکوع و سجود میں مصروف رہتے تھے لیکن یہ شانوں پر سفید داغ کیوں ہیں؟

جب لوگوں نے شانے کے داغ کی بات کی تو میں نے کہا: "اگر میرے والد زندہ ہوتے تو میں تمہیں کبھی اس کی حقیقت سے مطلع نہ کرتا، میرے والد کا دستور تھا کہ جو کھانا بھی گھر میں زائد بچتا تو رات کے وقت میرے والد ایک چادر میں اس کھانے کو ڈالتے تھے اور چادر کو اپنے شانوں پر ڈال دیتے تھے، پھر ان غرباء و مساکین کے دروازوں پر جاتے تھے جو سوال کرنا پسند نہیں کرتے تھے، آپؑ ان کے دروازے پر دستک دیتے اور کھانا پہنچاتے تھے اور ایسا کرتے وقت اپنے چہرے پر عبا کا دامن پھیلا دیتے تھے۔ اس طرح سے لوگوں کو پتہ ہی نہیں چلنے دیتے تھے کہ ان کی خبر گیری کرنے والا کون ہے؟ میرے علاوہ میرے افراد خانہ کو ان کے اس عمل کا کوئی علم نہیں تھا۔ میں نے کئی بار بوجھ اپنے شانے پر اٹھانے کی درخواست کی تو انہوں نے میری درخواست کو ہمیشہ رد کردیا تھا اور آپؑ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے: "ان صدقة السرتطفى غضب الرب كما يطفى الماء الحطب. فاذا تصدق احد كم فاعطى بيمينه فلينحصها بشماله" پوشیدہ طور پر دیا ہوا صدقہ اللہ کے غضب کی آگ تو ایسے بجھا دیتا ہے جیسا کہ پانی آگ کو بجھاتا ہے، جب تم میں سے کوئی شخص صدقہ دے تو اس انداز سے صدقہ دے کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے؟" (سفینۃ البحار ج ۲ ص ۲۴)

اولاد کی حفاظت صدقہ سے کریں

محمد بن عمر روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: "میرے دو بیٹے فوت ہو چکے ہیں اور اس وقت میرا ایک چھوٹا بیٹا زندہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: "اس کی زندگی کی حفاظت کے لئے صدقہ دو۔"

جب میں آپؑ سے رخصت ہونے لگا تو آپؑ نے فرمایا: "جب صدقہ دینا چاہو تو اسی بچے کے ہاتھ سے صدقہ دو، صدقہ میں اگرچہ روٹی کا ٹکڑا ہو یا کھانے کی کوئی دوسری چیز ہو، بہر نوع جو کچھ بھی ہو وہ صدقہ بچے کے ہاتھ سے دلاؤ اور صدقہ کے متعلق یہ کبھی نہ سوچا کرو کہ یہ کم ہے کیونکہ جو چیز خالص نیت کے ساتھ خدا کی راہ میں دی جائے وہ کبھی کم نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ" جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا تو وہ اپنی نیکی کو دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

"فلا اقتحم العقبة وما ادراك ما العقبة فك رقبة او اطعام فى يوم ذى مسغبة يتيما ذا مقربة او مسكينا ذا متربة."

پھر وہ گھاٹی سے نہیں گزرا اور تم کو کیا معلوم گھاٹی کیا ہے؟ کسی کی گردن کا چھڑانا یا بھوک کے دن رشتہ دار یتیم یا خاک دار محتاج کو کھانا کھلانا۔

آپؑ نے فرمایا: "خدا کو علم تھا کہ ہر شخص غلام آزاد کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا اسی لئے اللہ نے یتیم و مسکین کو کھانا کھلانے کا حکم دیا اور مسکین و

یتیم کے کھانا کھلانے کو غلام آزاد کرنے کے برابر قرار دیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: "اپنے بیٹے کی طرف سے صدقہ دو۔" (فروع کافی ج۴ ص۴)

صدقہ دے کر رزق میں اضافہ کریں

ایک مرتبہ امام صادق علیہ السلام نے اپنے فرزند محمد سے فرمایا: "بیٹا دیکھو! اخراجات سے کیا کچھ بچا ہے؟"

بیٹے نے عرض کی: "چالیس دینار۔"

آپؑ نے فرمایا: "چالیس دینار اٹھاؤ اور راہ خدا میں انہیں تقسیم کردو۔"

بیٹے نے عرض کی: "ابا جان! اس وقت گھر میں صرف یہی چالیس دینار موجود ہیں اس کے علاوہ گھر میں کچھ بھی موجود نہیں ہے۔"

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "بیٹا! چاہے کچھ بھی ہو اس رقم کو خدا کے نام پر تقسیم کردو۔ "اماعلمت ان لکل شیء مفتاح و مفتاح الرزق الصدقة" بیٹا! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہر چیز کی ایک چابی ہوتی ہے اور صدقہ رزق کی چابی ہے؟"

بیٹے نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ ابھی صدقہ دیئے دس دن نہ گزرے تھے کہ ایک مقام سے چار ہزار دینار آئے۔

آپؑ نے بیٹے کو مخاطب کر کے فرمایا: "جان پدر! تم نے دیکھا ہم نے چالیس دینار صدقہ دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں چار ہزار دینار عطا فرمائے ہیں۔" (کافی ج۴ ص۱۰)

سوال نہ کرنا شرطِ جنت ہے

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ انصار کا ایک گروہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کرنے کے بعد انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! ہم ایک حاجت لے کر آپؐ کے پاس آئے ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا: "اپنی حاجت بیان کرو۔"

انہوں نے کہا: "ہماری حاجت بہت بڑی ہے۔"

آپؐ نے فرمایا: "تمہاری جو بھی حاجت ہو بیان کرو۔"

انہوں نے کہا: "یارسول اللہؐ! ہماری حاجت یہ ہے کہ آپؐ ہمارے لئے جنت کی ضمانت دیں۔"

یہ سن کر کچھ دیر تک آپؐ نے سر جھکائے رکھا اور زمین پر کچھ لکیریں کھینچیں، پھر سر اٹھا کر فرمایا: "میں تمہیں اس شرط پر جنت کی ضمانت دیتا ہوں کہ تم کسی سے سوال نہیں کرو گے۔"

انصار نے کہا: "ہمیں یہ شرط منظور ہے۔"

امام صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ انصار نے اپنے وعدہ کو اس طرح سے نبھایا کہ اگر وہ گھوڑے پر سوار ہوتے اور ان کے ہاتھ سے چابک گر پڑتا تو وہ کسی سے چابک اٹھانے کا سوال نہیں کرتے تھے۔ فوراً گھوڑا روک لیتے اور خود اتر کر اپنا چابک اٹھاتے تھے اور اگر دسترخوان پر بیٹھے ہوتے تو ساتھ والے شخص سے کبھی پانی طلب نہیں کرتے تھے خود ہی اٹھ کر پانی پی لیتے تھے۔ (فروع کافی ج ۴ ص ۲۱)

انداز سوال

مسمع بن عبدالملک کا بیان ہے کہ ہم مقام منیٰ میں امام صادق علیہ السلام کے ساتھ تھے اور انگور کھا رہے تھے۔ اتنے میں ایک سائل آیا اور خیرات طلب کی۔

آپؑ نے فرمایا: "اسے انگور کا ایک خوشہ دے دو۔"

جب اسے خوشہ دیا جانے لگا تو اس نے کہا: "اس کی بجائے مجھے کچھ نقد رقم دے دیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "خدا تمہیں فراخی دے (یعنی معاف کرو)۔"

سائل چلا گیا، کچھ دیر بعد سائل دوبارہ آیا اور کہا: "وہی خوشہ انگور ہی دے دیں۔"

حضرت امام صادق علیہ السلام نے اسے کچھ نہ دیا اور فرمایا: "جاؤ معاف کرو۔"

کچھ دیر بعد دوسرا فقیر آیا تو امامؑ نے اسے انگور کے تین دانے دیئے۔

فقیر نے وہ انگور لئے اور کہا: "رب العالمین کی حمد ہے جس نے مجھے روزی عطا کی۔"

آپؑ نے اس کا جذبہء شکر دیکھ کر حکم دیا کہ: "دو مشت بھر کر اسے انگور دیئے جائیں۔"

جب فقیر کو دو مشت انگور ملے تو اس نے کہا: "الحمدللہ رب العالمین۔"

امامؑ نے غلام سے پوچھا: "اس وقت تمہارے پاس کیا ہے؟"

غلام نے کہا: "میرا اندازہ ہے کہ اس وقت میرے پاس بیس درہم موجود ہیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "یہ درہم اس فقیر کو دے دو۔"

غلام نے فقیر کو درہم دیئے تو اس نے کہا: "الحمدلله هذا منك وحدك لا شريك لك" اللہ تیری حمد ہے تو واحد لاشریک ہے اور یہ تیری عطا ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا پیراہن اتار کر اسے دیا اور کہا: "لو یہ پہن لو۔"

فقیر نے وہ پیراہن لے کر کہا: "اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے لباس دیا اور پھر کہا کہ امامؑ آپ کو اللہ جزائے خیر دے۔" یہ کہہ کر فقیر چلا گیا۔

اس دن ہم نے اندازہ لگایا کہ اگر سائل مسلسل اللہ کی تعریف و ثناء کرتا رہتا تو امام علیہ السلام اسے مسلسل عطا کرتے رہتے لیکن جب اس نے آپؑ کو دعا دی اور آپؑ کا شکریہ ادا کیا تو آپؑ نے ہاتھ کھینچ لیا۔(کافی ج ۴ ص ۴۹)

قال رسول اللهؐ الايدى ثلاث: يدالله العليا ويدالمعطى الت تليها ويد المعطى اسفل الايدى، فاستعفوا عن السوال ما استطعتم ان الارزاق دونها حجب فمن شاء قنى حيائه واخذ برزقه ومن شاء هتك الحجاب واخذرزقه والذى نفسى بيده لان ياخذ احدكم حبلا ثم يدخل عرض هذا الوادى فيحتطب حتى لا يلتقى طرفاه ثم يدخل به السوق فيبيعه بمد من

تمرو ياخذ ثمنه ويتصدق بثلثيه خير له من ان يسال الناس اعطوه اوحرموه.

"فروع کافی ج ۴ ص ۲۰"

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاتھ تین طرح کے ہیں، اللہ کا ہاتھ بلند و برتر ہے، اس کے بعد عطا کرنے والے شخص کے ہاتھ کا رتبہ ہے اور لینے والا ہاتھ سب ہاتھوں سے پست ہے۔ لہذا جہاں تک ممکن ہو سوال کرنے سے پرہیز کرو۔ رزق کے آگے کئی حجاب اور پردے ہیں۔

اب ہر شخص کی مرضی پر منحصر ہے چاہے تو شرم و حیا قائم رکھ کر رزق حاصل کرے اور اگر چاہے تو شرم و حیا کی چادر اتار کر رزق حاصل کرے۔

مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہء اختیار میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی شخص رسی لے کر اس وادی میں چلا جائے اور لکڑیاں جمع کرے اور محنت کر کے اتنی لکڑیاں اکٹھی کرے کہ رسی کے دونوں سرے ایک دوسرے سے نہ مل سکیں اور پھر وہ لکڑیاں شہر میں لاکر فروخت کرے اور اس کی اجرت کے طور پر مٹھی بھر کھجوریں حاصل کرے اور اپنی اجرت میں سے دو تہائی حصہ کو اللہ کی راہ میں خیرات کردے تو یہ اس کے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر سوال کرتا پھرے اور پھر لوگوں کی مرضی اسے کچھ دیں یا محروم رکھیں۔"

فى وصية اميرالمؤمنينؑ لا بنه الحسنؑ واعلم ان امامك طريقاً ذامسافة بعيدة و مشقة شديدة وانه لاغنى بك فيه من حسن الارتياد وقدر بلاغك من الزاد مع خفة الظهر فلا تحملن على ظهرك فوق طاقتك فيكون ثقل

ذلك و بالاعليك واذا وجدت من اهل الفاقة منيحمل زادك الى يوم القيامة فيوا فيك به غدا حيث تحتاج اليه فاغتنمه وحمله اياه و اكثر من تزويده وانت قادر عليه فلعلك تطلبه فلا تجده.

"نہج البلاغہ کتب وسائل"

امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند حسن مجتبیٰؑ کو وصیت فرمائی جس میں یہ الفاظ بھی تھے:

"پیارے فرزند! متوجہ رہو کہ تم نے ایک طویل سفر کرنا ہے، جس کو طے کرنا انتہائی دشوار ہے اس راہ پر چلنے کے لئے تمہیں نیکی کے زادِ راہ کی شدید ضرورت ہے، تم اتنا توشہ اپنے ساتھ لے کر جاؤ جس سے تم منزل مقصود پر پہنچ سکو اور اپنی پشت کو ہلکا رکھو، یعنی گناہوں کا بوجھ اپنی پشت پر مت لادو۔

یاد رکھو! اپنی پشت پر اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ مت لادو اور یہ بوجھ تمہارے لئے وبال بن جائے گا اور جب تمہیں کوئی ایسا ضرورت مند مل جائے جو تمہارا بوجھ اٹھا سکے اور قیامت کے دن جب تم کو اس کی ضرورت ہو وہ نیکی نہیں مل جائے تو ایسے شخص کو غنیمت جانو اور اپنا زادِ راہ اس کی کمر پر رکھ دو اور یوں اپنا توشہ آگے روانہ کردو بشرطیکہ تمہیں اس کی قدرت ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایسے افراد کو تلاش کرو لیکن تم انہیں نہ پاسکو۔"

عن ابی جعفرؑ قال: لان احج حجة احب الى من ان اعتق رقبة ورقبة حتى انتهى عشرة و مثلها حتى انتهى الى سبعين ولان اعول اهل بيت من المسلمين اشبع جوعتهم واكسو عودتهم واكف وجوههم عن الناس

احب الى من ان احج حجة وحجة وحجة انتهى الى عشر و عشر و عشر و مثلها حتى انتهى الى سبعين.

"فروع کافی ج ۴ باب صدقہ"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "ستر غلام آزاد کرنے سے مجھے ایک حج کرنا زیادہ پسند ہے اور ایک مسلمان خاندان کو روٹی کھلانا اور کپڑے دینا اور ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا مجھے ستر حج کرنے سے زیادہ پسند ہے۔"

عن ابی جعفرؑ ایضاً قال ان الصدقه لتدفع سبعين بلية من بلايا الدنيا مع ميتة السؤ ان صاحبها لايموت يستة السؤ ابداً مع ما يدخر لصاحبها فى الاخرى.

عن ابى ولاد قال سمعت ابا عبداللهؑ يقول بكروا بالصدقة وارغبوا فيها فما من مؤمن يتصدق بصدقة يريد بها ماعندالله ليدفع الله بها عنه شر ما ينزل من السماء الى الارض فى ذلك اليوم الا وقاه الله شرما ينزل من السماء الى الارض فى ذلك اليوم.

"فروع کافی ج ۴ ص ۱۶"

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ صدقہ سے دنیا کی ستر بلائیں دور ہوتی ہیں اور صدقہ بری موت سے بچاتا ہے، صدقہ دینے والے شخص کو بری موت نہیں آئے گی، اس کے علاوہ اس کے لئے ثواب آخرت ذخیرہ کیا جاتا ہے۔

ابو ولاد کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا: "اپنی صبح کا آغاز صدقہ سے کرو اور اس کی رغبت رکھو کیونکہ جو بھی مؤمن خدا سے جزا حاصل کرنے کی نیت سے صدقہ دے تاکہ اللہ اس سے اس شر کو دور رکھے جو آسمان سے زمین پر نازل ہوتا ہے تو یقیناً اللہ اسے اس دن کے اس شر سے

محفوظ رکھے گا جو آسمان سے زمین پر نازل ہوگا۔"

عبداللّٰہ بن سنان قال: قال ابو عبداللّٰہؑ داو وامرضا کم بالصدقة و ادفعوا البلاء بالدعاء و استنزلوا الرزق بالصدقة فانها تفك من بين طی سبع مائة شيطان وليس شیء اثقل علی الشيطان من الصدقة علی المؤمن وهی تقع فی يدالرب تبارك و تعالی قبل ان تقع فی يدالعبد.

"فروع کافی ج ۴ ص ۳"

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اپنے بیماروں کی دوا صدقہ دے کر کرو اور بلاؤں کو دعا کے ذریعے سے دور کرو اور صدقہ کے ذریعے سے رزق کو اپنی جانب کھینچ لو، صدقہ سات سو شیطانوں کے منہ سے نکالتا ہے، مؤمن کا صدقہ دینا شیطان کے لئے بہت گراں ثابت ہوتا ہے اور صدقہ بندے کے ہاتھ میں جانے سے قبل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں جاتا ہے۔"

قال ابو عبداللّٰہؑ اعط الكبير و الكبيرة والصغير و الصغيرة ومن وقعت له فی قلبك الرحمة و اياك و كل وقال بيده هزها.

عن عمرو بن ابی نصر قال قلت لابی عبداللّٰہؑ ان اهل السواد يقتحمون علينا و فيهم اليهود والنصاری والمجوس فنتصدق عليهم فقال نعم.

"فروع کافی ج ۴ ص ۸"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت اور چھوٹے مرد و عورت غرضیکہ تمہارے دل میں جس پر رحم کا مادہ پیدا ہو، اسے صدقہ دے دو اور ان لوگوں کو صدقہ نہ دو۔" پھر آپؑ نے ہاتھ سے اشارہ کیا، غالباً اس سے مراد مخالفین ولایت آل محمدؐ ہیں۔

عمرو بن ابی نصر کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: "ہمارے پاس بادیہ نشین لوگ خیرات مانگنے کے لئے آتے ہیں ان میں یہودی، نصرانی اور مجوسی بھی ہوتے ہیں، تو کیا ہم انہیں صدقہ دے سکتے ہیں؟" آپؑ نے فرمایا: "ہاں!۔"

باب ششم

دعا و توسل

ادعونی استجب لکم ...... (القرآن)

"تم مجھ سے دعا کرو، میں قبول کروں گا۔"

یا ایھا الذین امنوا تقو اللّٰہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ ...... (القرآن)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے پاس جانے کا وسیلہ تلاش کرو۔"

دعا کی حیرت انگیز قبولیت

یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو تیس سال تک تبلیغ کی۔ دو افراد کے علاوہ اور کوئی شخص ایمان نہ لایا۔ ان میں سے ایک عابد تھا، جس کا نام ملیخا یا تنوخا تھا اور دوسرا عالم تھا اس کا نام روبیل تھا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہم نے جس قوم پر عذاب کا وعدہ کیا ہم نے وہ عذاب کبھی دور نہیں کیا سوائے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے۔"

حضرت یونس علیہ السلام نے دن رات تبلیغ فرمائی لیکن کوئی اور شخص

حلقہ ء اسلام میں داخل نہیں ہوا۔ آپؑ نے بد دعا کا ارادہ کیا اور عابد نے بھی آپؑ کو بد دعا کی ترغیب دی لیکن روبیل نے عرض کی: "آپؑ بد دعا نہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپؑ کی بد دعا کو نامنظور نہیں کرے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے وہ اپنے بندوں کی ہلاکت پر بھی راضی نہیں ہے۔"

حضرت یونس علیہ السلام نے عابد کے مشورے کو ترجیح دی اور قوم پر بد دعا کی۔

اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ فلاں روز اور فلاں وقت عذاب نازل ہوگا۔

عذاب کی تاریخ نزدیک آئی تو حضرت یونس علیہ السلام عابد کو لے کر شہر سے باہر چلے گئے اور روبیل وہاں ٹھہرا رہا۔ عذاب کا وقت قریب ہونے لگا اور عذاب کے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے تو قوم یونسؑ پریشان ہوئی۔ انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا لیکن وہ انہیں کہیں نظر نہ آئے۔

روبیل نے قوم کو تسلی دیتے ہوئے کہا: "اگر حضرت یونس علیہ السلام نہیں ہیں تو تم یونسؑ کے خدا کے حضور تضرع اور عاجزی کرو، ممکن ہے کہ اسے تم پر رحم آجائے۔"

قوم نے روبیل سے دریافت کیا کہ ہم تضرع و زاری کیسے کریں تاکہ اللہ ہم پر رحم کرے؟

روبیل نے سوچ کر کہا: "تم لوگ اپنے مال و مویشی سمیت ایک کھلے میدان میں جمع ہو جاؤ، شیر خوار بچوں کو ماؤں سے جدا کردو، مویشیوں کے شیر خوار بچے ان کی ماؤں سے جدا کردو اور رب العالمین کے حضور رو رو کر اپنے

گناہوں کی معافی مانگو۔"

لوگوں نے روبیل کے حکم پر عمل کیا، چھوٹے بچے رونے لگے، جانور علیحدہ آوازیں نکالنے لگے اللہ کا عذاب پوری طرح سے ظاہر ہوا اور ہر طرف تاریکی پھیلنے لگی اور قوم یونسؑ رو رو کر ارحم لراحمین سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگی، ان کی یہ ادا دیکھ کر رب العالمین کو ان پر ترس آیا اور آیا ہوا عذاب ان سے ہٹا دیا اور وہ عذاب پہاڑوں پر آن کر گرا۔

عذاب کی تاریخ گزر گئی، یونس علیہ السلام بربادی و تباہی کا ہولناک منظر دیکھنے کے لئے اپنے علاقے کی طرف آئے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ سب لوگ اپنے معمول کے کاموں میں لگے ہوئے تھے، آپؑ نے ایک شخص سے پوچھا کہ: "قوم یونس کا کیا بنا؟"

وہ شخص آپؑ کو نہیں پہچانتا تھا، اس نے جواب دیا کہ: "حضرت یونس علیہ السلام نے قوم پر بد دعا کی تھی اللہ نے عذاب نازل کرنے کا وعدہ فرمایا تھا لیکن عذاب کے وقت تمام لوگ ایک میدان میں جمع ہوگئے تھے اور انہوں نے رو رو کر اللہ سے گناہوں کی معافی مانگی تو اللہ نے قوم پر رحم کیا اور آیا ہوا عذاب دور کر دیا، اس وقت پوری قوم کو ان کی جستجو ہے پوری قوم ان کے ہاتھ پر ایمان لانا چاہتی ہے۔"

یہ سن کر حضرت یونسؑ ناراض ہوئے اور ایک دریا پر گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قصہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "وذا النون اذ ذهب مغاضبا فظن ان لن نقدر عليه ...." دریا کے کنارے پر تشریف لائے، ایک کشتی روانگی کے لئے بالکل تیار کھڑی تھی، آپؑ اس پر سوار ہوئے اور کشتی

کے اگلے حصے پر تشریف فرما ہوئے، کشتی چل پڑی جب دریا کے درمیان گہرے پانیوں میں پہنچی تو اچانک ایک بہت بڑی مچھلی ظاہر ہوئی، ملاح اس مچھلی کو دیکھ کر خوفزدہ ہوگئے۔

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کی ہیبت سے کشتی کے پچھلے حصے پر آگئے، مگر وہ مچھلی فوراً پچھلے حصے کی طرف آئی، تمام مسافروں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔

ملاحوں نے کہا: "معلوم ہوتا ہے کہ اس کشتی میں کوئی ایسا غلام سوار ہے جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے، اس غلام کو چاہئے کہ باقی مسافروں کی جان بچانے کیلئے خود ہی دریا میں چھلانگ لگادے۔" لیکن کسی نے چھلانگ نہ لگائی۔

آخرکار قرعہ اندازی ہوئی کہ کس شخص کو کشتی سے دھکا دے کر دریا میں ڈالا جائے؟ قرعہ حضرت یونسؑ کے نام پر نکلا۔

حضرت یونسؑ نے فوراً چھلانگ لگائی، مچھلی نے انہیں فوراً نگل لیا۔

ابوالجارود نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت یونسؑ پورے تین شب و روز مچھلی کے شکم میں رہے اور دریا اور شکم ماہی کی تاریکیوں میں اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے: "فنادى في الظلمات ان لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين" انہوں نے تاریکیوں میں ندا دی کہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو پاک ہے بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "فلو لا انه كان من المسبحين للبث في بطنه الى يوم يبعثون" اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے

نہ بنتا تو وہ مچھلی کے شکم میں قیامت کے دن تک رہتا۔"

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں نجات عطا فرمائی۔

مچھلی نے انہیں ساحل دریا پر اگلا، جب آپؑ شکم ماہی سے بر آمد ہوئے تو آپؑ کی جلد سے بال اتر چکے تھے اور آپؑ کی جلد بہت نازک ہو چکی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کدو کا درخت اگایا، آپؑ اس کے سائے میں آرام کرتے رہے، آخرکار آپؑ کی جلد مضبوط ہو گئی اور آپؑ تنومند و صحتیاب ہو گئے تو آپؑ نے دریا کے کنارے چلنا شروع کیا، جب اپنی جگہ پر واپس آئے تو دیکھا کہ کدو کی بیل خشک ہو چکی تھی۔ آپؑ یہ دیکھ کر بہت غمگین ہوئے، اس وقت انہیں ندائے قدرت سنائی دی: "اے یونسؑ! کیوں غمگین کھڑے ہو؟"

آپؑ نے عرض کی: "یہ بیل سوکھ گئی ہے میں اس کے سائے میں آرام کیا کرتا تھا اسی لئے میں غمگین ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے یونسؑ! یہ بیل تم نے اپنے ہاتھوں کاشت نہیں کی تھی اور نہ ہی تم نے اسے پانی پلایا تھا، یہ سوکھ گئی تو تم غمگین ہو گئے لیکن ایک لاکھ سے زائد ہماری مخلوق کی بربادی کی دعا کرتے وقت تم غمگین نہیں ہوئے، آخر میں نے انہیں پیدا کیا اور انہیں رزق دے کر پروان چڑھایا، وہ میری مخلوق ہیں اور میری مخلوق مجھے پیاری ہے۔ اب تم قوم کے پاس جاؤ انہیں تمہارا شدت سے انتظار ہے۔"

آپؑ حکم خداوندی سن کر قوم کے پاس تشریف لے گئے، پوری قوم ان کے ہاتھ پر ایمان لے آئی۔ (نقل از دو روایت در جزء ۱۴ بحار الانوار)

دعا کے لئے صفائے دل کی ضرورت ہے

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ ایک سال قحط پڑا۔ لوگ نماز استسقاء کے لئے شہر سے باہر ایک کھلے میدان میں جمع ہوئے۔ مجمع کے اندر میں نے ایک سیاہ فام غلام کو دیکھا جو مجمع سے الگ کھڑا تھا، پھر وہ غلام مجمع سے دور ایک ٹیلے پر چلا گیا اور وہاں کچھ دعا مانگنے لگا۔ میں اس کی دعا سننے کے واسطے اس کے نزدیک گیا۔ اس کی دعا کے الفاظ تو میں نہ سن سکا البتہ میں نے یہ ضرور دیکھا کہ جیسے ہی اس کی دعا مکمل ہوئی آسمان پر بادل چھا گئے، بادلوں کو دیکھ کر غلام نے اللہ کی حمد کی اور اٹھ کر چل پڑا۔

بارش کھل کر برسی اور اتنی زیادہ بارش ہوئی کہ ہمیں سیلاب کا خطرہ محسوس ہونے لگا۔

بارش کے پہلے قطرے کے ساتھ ہی سب لوگ خوشی خوشی اپنے گھروں کو جانے لگے میں نے اس غلام کا تعاقب شروع کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ غلام امام علی زین العابدین علیہ السلام کے گھر آیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ امام عالی مقامؑ کا غلام ہے۔

دوسرے دن میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "آقا! آپ مجھ پر احسان فرمائیں، آپؑ اپنا ایک غلام میرے ہاتھ فروخت کر دیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "تمہیں قیمت ادا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں اپنے غلام کو تمہاری غلامی میں دینے پر آمادہ ہوں۔"

پھر آپؑ نے تمام غلاموں کو بلایا اور فرمایا: "تم کس غلام کو اپنے ساتھ

لے جانا چاہتے ہو؟"

میں نے تمام غلاموں کو دیکھا اور عرض کی: "میرا مطلوبہ غلام ان میں موجود نہیں ہے۔ کا ان کے علاوہ آپؑ کے پاس کوئی غلام نہیں ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "ان کے علاوہ میرے پاس ایک اور غلام بھی ہے، وہ اونٹوں کی نگہبانی پر مامور ہے۔"

میں نے عرض کی: "آپؑ اسے بلائیں، جب وہ آیا تو میں نے دیکھا کہ یہ وہی غلام تھا جس نے ٹیلے پر اللہ سے بارش کی دعا کی تھی۔"

میں نے کہا: "آقا! میں اسی غلام کا خواہش مند ہوں۔"

امام علیہ السلام نے اس حکم دیا کہ آج سے تمہارا مالک میں نہیں یہ ہے، تم اس کے ساتھ چلے جاؤ۔

غلام نے میری طرف دیکھ کر کہا: "تو نے مجھے میرے آقا و مولا سے کیوں جدا کیا؟"

میں نے کہا: "تو مستجاب الدعوات ہے، اللہ تیری دعا قبول کرتا ہے، اسی لئے میں تجھے اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں میں اپنی دعاؤں کے لئے تجھے واسطہ بنانا چاہتا ہوں۔"

جب غلام نے میری گفتگو سنی تو اس نے جاں سوز آواز نکالی اور دونوں ہاتھ آسمان کی جانب بلند کر کے کہا:

"پروردگار! تیرے اور میرے درمیان اب تک ایک راز پوشیدہ تھا لیکن اب وہ راز کھل چکا ہے، اب میری یہی درخواست ہے کہ تو مجھے اپنے پاس بلالے۔"

اس کی آواز میں اس قدر درد تھا کہ امام زین العابدینؑ اور باقی تمام حاضرین رونے لگے اور میں بھی بے ساختہ رونے لگا۔

میں وہاں سے اٹھ کر گھر آیا، تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میرے دروازے پر امام زین العابدینؑ کا ایک قاصد یہ پیغام لے کر آیا کہ اگر اپنے دوست کے جنازے کو کندھا دے سکتے ہو تو چلے آؤ۔

میں وہاں گیا تو غلام میرے جانے سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ (اثبات الوصیۃ مسعودی صاحب مروج الذہب چاپ نجف ص ۱۴۳)

وہ جس کے لئے جنت سے سواری آئی

مالک دینار کہتے ہیں کہ لوگ حج بیت اللہ کے لئے شہر سے روانہ ہو رہے تھے تو ایک ضعیفہ خاتون کو ہم نے دیکھا جس کے پاس سواری کے لئے ایک لاغر اونٹ تھا۔ تمام عازمین حج نے اس بی بی سے کہا کہ یہ سواری آپ کو مکہ تک نہیں پہنچائے گی۔ اگر آپ کے پاس استطاعت ہو تو موٹا تازہ اونٹ خریدیں، اگر اونٹ خریدنے کی سکت نہیں ہے تو آپ اپنے گھر میں بیٹھی رہیں، اس اونٹ کے ساتھ مکہ جانا محال ہے۔

مگر اس ضعیفہ خاتون نے کسی کی بات پر توجہ نہ کی اور قافلے کے ساتھ روانہ ہوئی۔

راستے میں اس خاتون کا اونٹ تھک ہار کر بیٹھ گیا اور کسی طرح سے اٹھنے میں نہ آیا، تمام اہل قافلہ اس افتاد پر پریشان ہوئے۔

میں اس خاتون کے پاس گیا اور اسے ملامت آمیز لہجے میں کہا: "آپ

بھی کیا ضدی خاتون ہیں، تمام قافلہ والوں نے آپ کو سمجھایا تھا لیکن اس وقت آپ نے کسی کی بات نہ مانی تھی، اب تمہیں ہماری بات کے صحیح ہونے کا اندازہ بخوبی ہو گیا ہو گا۔"

اس خاتون نے مجھے کوئی جواب نہ دیا، آسمان کی طرف اس نے سر اٹھا کر کہا: "خدایا! تو نے مجھے میرے اپنے گھر بھی نہ رہنے دیا اور اپنے گھر بھی نہ پہنچایا۔ "لو فعل بی غیرك لما شكته الا اليك" اگر تیرے علاوہ کسی اور نے میرے ساتھ ایسا کیا ہوتا تو میں اس کی شکایت تیرے پاس کرتی لیکن اب میں تیری شکایت کس کے پاس کروں؟"

مالک کہتے ہیں، اتنے میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص ناقہ دوڑا کر اس خاتون کے پاس آیا اور اس خاتون سے کہا کہ آپ سوار ہو جائیں۔

خاتون ناقہ پر سوار ہوئی، وہ ناقہ بجلی کی طرح تیز تھا، تمام اہل قافلہ پیچھے رہ گئے اکیلی خاتون اس ناقہ پر سوار ہو کر ہم سے آگے نکل گئی، پھر کسی منزل پر میں نے اس خاتون کو دوبارہ نہ دیکھا۔

ایک مرتبہ جب میں حرم شریف میں طواف کر رہا تھا تو وہی خاتون مجھے طواف کرتی نظر آئی۔ میں نے خاتون کو قسم دے کر کہا کہ وہ اپنا تعارف کرائے۔

تو اس نے کہا: "میرا نام شہرہ ہے۔ میری ماں کا نام مسکہ ہے اور میری نانی کا نام فضہ ہے، جو حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی کنیز تھیں اور تم نے جو ناقہ دیکھا یہ جنت کا ناقہ تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی عظمت و حرمت کی قسم دی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کے

ہاتھ جنت کے ناقہ کو میرے پاس روانہ کیا تاکہ میں پیدل نہ چلتی رہوں۔" (مجمع النورین ص ۹۴)

خدا نے فرعون کی دعا بھی قبول فرمائی

فرعون کے زمانے میں ایک دفعہ دریائے نیل میں پانی کی شدید قلت ہو گئی لوگ بڑے پریشان ہوئے کیونکہ ان کی کھیتیاں پانی کی کمی سے متاثر ہوئی تھیں۔ لوگ وفد بنا کر فرعون کے پاس آئے اور کہا: "تو ہمارا خدا بنا بیٹھا ہے، نیل میں پانی کی شدید قلت ہے، نیل کا پانی بڑھاؤ۔"

فرعون نے کہا: "اس کا پانی اس لئے کم ہو گیا کہ میں تم سے ناراض ہوں۔"

یہ سن کر زمینداروں کا وفد چلا گیا۔ چند دنوں بعد مذکورہ وفد دوبارہ فرعون کے پاس آیا اور پانی کی کمی کی شکایت کی۔ اس مرتبہ بھی فرعون نے انہیں وہی جواب دیا۔

پھر چند دنوں کے بعد مذکورہ وفد تیسری بار فرعون کے پاس آیا اور پانی جاری کرنے کی درخواست کی۔

فرعون نے کہا: "میں تم سے ناراض ہوں۔"

ایک سا جواب تین مرتبہ سن کر وفد نے فرعون سے کہا کہ پانی کی قلت سے ہمارے حیوان مر رہے ہیں، ہماری کھیتیاں سوکھ رہی ہیں، اگر تو نے دریا کو جاری نہ کیا تو ہم تجھے چھوڑ کر اور معبود کا انتخاب کر لیں گے۔

ان کی یہ دھمکی کارگر ثابت ہوئی، فرعون نے کہا کہ آپ بیابان میں

جمع ہو جائیں، میں بھی وہاں پہنچ رہا ہوں۔ لوگ بیابان میں جمع ہوئے، فرعون بھی کچھ دیر بعد وہاں گیا، ان لوگوں سے دور ہٹ کر ایک جگہ پر گیا جہاں اسے کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا اور نہ ہی کوئی اس کی آواز سن سکتا تھا۔ پھر اس نے خاک اٹھا کر اپنے منہ پر ماری اور انگشت شہادت آسمان کی جانب اٹھائی اور کہا: "خدایا! جس طرح سے ایک حقیر و ذلیل بندہ اپنے مالک کے پاس آتا ہے اسی طرح سے میں بھی تیرے حضور حاضر ہوں، میں بخوبی جانتا ہوں کہ تیرے علاوہ نیل کو اور کوئی جاری نہیں کر سکتا، خدایا! اپنے لطف و کرم سے نیل کو جاری فرما۔"

بعد ازاں فرعون ان لوگوں کے پاس گیا اور کہا: "تم مطمئن ہو کر چلے جاؤ، نیل کو میں نے جاری کر دیا اور اب وہ اپنی پوری آب و تاب سے بہے گا۔"

نیل پانی سے بھر گیا اور پوری روانی سے بہنے لگا۔ لوگ یہ دیکھ کر فرعون کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔

عین اسی وقت جبرئیل امینؑ انسانی شکل میں فرعون کے دربار میں تشریف لائے اور کہا: "فرعون بادشاہ! میں بھی ایک علاقے کا سردار ہوں، میرے بہت سے غلام ہیں، ان غلاموں میں سے میں نے ایک غلام کو ممتاز کیا اور باقی غلام اس کے دست تصرف میں دیئے اور اپنے مال و خزائن کی چابیاں بھی اس کے حوالے کی ہیں لیکن میرا وہ غلام سرکشی پر اتر آیا، اب وہ مجھے اپنا دشمن سمجھتا ہے اور میرے دوستوں سے دشمنی اور میرے دشمنوں سے دوستی کرنے لگا ہے۔ بتاؤ اس غلام کو کونسی سزا ملنی چاہئے؟"

فرعون نے کہا: "وہ غلام بے حد نالائق اور نمک حرام ہے۔ اگر ایسا شخص میرے اختیار میں ہوتا تو میں اسے نیل میں ڈبو دیتا۔"

جبرئیل امینؑ نے کہا: "لیکن بادشاہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تو نے جو سزا مقرر کی ہے اسے تحریری طور پر لکھ کر دے اور اس پر مہر بھی لگا دے۔"

فرعون نے لکھا کہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ نمک حرام اور نالائق غلام کو دریائے نیل میں ڈبو دیا جائے اور اس پر کسی طرح کا رحم نہ کیا جائے۔ پھر اس تحریر پر فرعون نے اپنی مہر لگا دی۔ جبرئیلؑ وہ تحریر لے کر چلے گئے۔

جب فرعون دریائے نیل میں اپنے لشکر سمیت غرق ہونے لگا تو کہنے لگا کہ: "ہائے اللہ نے مجھے یہ سزا کیوں دی؟"

اس وقت جبرئیل امینؑ نے اس کی تحریر اس کے سامنے کر دی اور فرمایا: "تیرے لئے یہ سزا اللہ نے مقرر نہیں کی، تو نے خود اپنے لئے یہ سزا تجویز کی تھی اور یہ تمہاری تحریر ہے، تم نے خود لکھا ہے کہ نمک حرام غلام کو نیل میں غرق کیا جائے۔" (علل الشرائع ج ۱ ص ۵۵ چاپ قم)

اجابت دعا میں تاخیر کیوں ہوتی ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کوہ بیت المقدس کے قریب اپنی بھیڑوں کے لئے چراگاہ تلاش کرنے گئے۔ آپؑ نے وہاں ایک صدا سنی۔ آپؑ نے اس طرف نظر کی تو ایک بلند قامت شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

آپؑ نے پوچھا: "بندۂ خدا! کس کی عبادت کر رہے ہو؟"

اس نے جواب دیا: "میں آسمانوں کے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "کیا تمہارے اہل و عیال بھی ہیں؟"

اس نے کہا: "اس وقت میرا کوئی رشتہ دار موجود نہیں ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "پھر تم کھانا کہاں سے کھاتے ہو؟"

اس نے کہا: "میں اس درخت کا پھل کھاتا ہوں اور سردیوں کے لئے اس کے پھل کو ذخیرہ کر لیتا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "تمہاری رہائش کہاں ہے؟"

اس نے پہاڑ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: "اس پہاڑ کے قریب میری رہائش ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو اور ایک رات اپنا مہمان بناؤ۔"

اس شخص نے کہا: "آپؑ میرے گھر نہیں جاسکتے کیونکہ راستے میں ایک دریا ہے، آپؑ اسے عبور نہیں کرسکتے۔"

آپؑ نے فرمایا: "بندۂ خدا! تم اس دریا کو کس طرح سے عبور کرتے ہو؟"

اس نے جواب دیا: "میں دریا کے اوپر چلتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے دریا سے گزرنے کی قوت عطا کی ہے۔"

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ: "تم مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو اور میرا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے پار کراؤ، ممکن ہے اللہ تمہارے ذریعے سے مجھے بھی دریا عبور کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔"

دونوں بزرگ وہاں سے چلے اور اللہ کا نام لے کر دریا کو پار کیا اور اس

کے گھر پہنچ گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے پوچھا: "تمہاری نظر میں سب سے مشکل دن کونسا ہے؟"

اس شخص نے کہا: "قیامت کا دن بہت ہی مشکل دن ہے، اس دن تمام لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "آؤ ہم دونوں مل کر دعا کریں کہ اللہ ہمیں اس دن کے شر سے محفوظ رکھے۔"

اس شخص نے کہا: "آپؑ مجھ سے دعا کرا کے کیا حاصل کریں گے؟ خدا کی قسم تین سال سے میں ایک دعا مانگ رہا ہوں، لیکن وہ ابھی تک قبول نہیں ہوئی۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "اگر پسند کرو تو میں تمہیں اجابت دعا میں تاخیر کی وجہ بتاؤں؟"

اس شخص نے کہا: "ضرور! آپؑ بیان فرمائیں کہ دعا کا اثر مرتب کیوں نہیں ہوتا؟"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "بعض اوقات تاخیر کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اللہ کسی کی آواز کو باربار سننا پسند کرتا ہے، اسی لئے اس کی دعا کو فوراً شرف قبولیت نہیں بخشتا اور بعض اوقات اپنے نافرمان بندے کی دعا کو فوراً اس لئے قبول کرتا ہے کہ وہ اس کی آواز سننا پسند نہیں کرتا یا اس کے دل کو امید قبولیت سے مایوس کر دیتا ہے، نتیجہ کے طور پر دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "تم بتاؤ تم تین سال سے

کونسی دعا مانگ رہے ہو؟"

اس شخص نے کہا: "آج سے تین سال قبل ایک خوبصورت نوجوان کو میں نے گلہ بانی کرتے دیکھا تھا جس کی زلفیں دراز تھیں، میں نے اس جوان سے سوال کیا تھا کہ یہ گلہ کس کا ہے؟"

نوجوان نے جواب دیا تھا کہ: "بھیڑوں کا یہ گلہ اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا ہے اس دن سے میں اللہ سے روزانہ دعا مانگتا ہوں کہ وہ مجھے اپنے خلیل کی زیارت سے مشرف فرمائے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "تمہاری دعا مستجاب ہے، میں ابراہیم خلیلؑ ہوں۔"

یہ سن کر وہ شخص بہت خوش ہوا سجدہ شکر بجالایا اور حضرت ابراہیم سے مصافحہ کیا۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جب پیغمبر خداؐ مبعوث ہوئے تو آپؐ نے اپنی امت کو مصافحہ کا حکم دیا۔" (بحار الانوار ج ۱۶ ص ۲۴۸)

دعا مستجاب کیوں نہیں ہوتی؟

ایک مرتبہ ابراہیم ادہم بازار بصرہ سے گزر رہے تھے۔ لوگ ان کے اردگرد جمع ہو گئے اور ان سے کہا: "اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اعلان کیا ہے "ادعونی استجب لکم"، تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔ لیکن ہم دعا مانگتے ہیں مگر اللہ قبول نہیں کرتا، اس کی کیا وجہ ہے؟"

ابراہیم ادہم نے کہا: "دس وجوہات کی بناء پر اللہ تمہاری دعاؤں کو

قبول نہیں کرتا اور سنو وہ دس وجوہات یہ ہیں:

۱۔ تم نے اللہ کو پہچانا لیکن تم نے اس کا حق ادا نہیں کیا۔
۲۔ تم نے قرآن کی تلاوت کی لیکن اس کے احکام پر عمل نہیں کیا۔
۳۔ تم نے پیغمبر اکرمؐ سے محبت کی دعویٰ کیا لیکن ان کی اولاد سے دشمنی رکھی۔
۴۔ تم نے شیطان سے دشمنی رکھنے کا دعویٰ تو کیا لیکن عمل میں تم نے اس کی موافقت کی۔
۵۔ تم نے زبان سے تو کہا کہ تم جنت کے خواہش مند ہو لیکن تم نے جنت کے حصول کے لئے کوئی کام نہیں کیا۔
۶۔ تم نے زبان سے تو کہا کہ ہمیں دوزخ کا خوف ہے لیکن تم نے اس سے بچنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔
۷۔ دوسروں کے عیب تمہیں برے لگتے ہیں لیکن تم نے اپنے عیوب پر نظر نہیں کی۔
۸۔ تم نے زبان سے یہ دعویٰ کیا کہ ہم دنیا سے پیار نہیں کرتے لیکن دنیا جمع کرتے رہے۔
۹۔ تم نے موت کا اقرار تو کیا لیکن موت کے لئے تم نے کسی طرح کی تیاری نہیں کی۔
۱۰۔ تم نے اپنے ہاتھوں سے بہت سے مردے دفن کئے لیکن تم نے خود کوئی عبرت حاصل نہ کی۔

یہی دس اسباب ہیں جن کی وجہ سے تمہاری دعائیں قبول نہیں

ہو تیں۔(روضات الجنات لفظ ابراہیم)

محدث قمی نے تتمۃ المنتہی میں یہی دس اسباب پیغمبر اکرمؐ کی زبانی نقل کئے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم ادہم نے یہ اسباب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے اخذ کئے تھے۔

یك صبح به اخلاص بیا بر درما

گر کام تو برنیاید آنگه گله کن

(ابوسعید ابوالخیر)

کسی وقت اخلاص کے ساتھ ہمارے دروازے پر آکر تو دیکھ، اگر تیری حاجت روائی نہ ہو تو پھر گلہ کرنا۔

وقت مصیبت معصومینؑ سے متوسل ہونا چاہئے

آیت اللہ حاج شیخ عبدالکریم حائری بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرزا علی آقا اور آقا سید محمد سنگجی ایک رات سامرا میں مرحوم آقا محمد تقی شیرازی کے مکان کی چھت پر بیٹھے درس پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں مرحوم آیت اللہ سید محمد فشارکی بڑے پریشان ہو کر وہاں تشریف لائے۔

ہم نے مرحوم آیت اللہ سے اس پریشانی کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ آج کل عراق میں طاعون کی وبا پھیل رہی ہے، میں اس کی وجہ سے پریشان ہوں۔

پھر انہوں نے فرمایا: "آپ لوگ مجھے مجتہد تسلیم کرتے ہیں؟"

ہم نے عرض کی: "جی ہاں! آپ کو ہم مجتہد مانتے ہیں۔"

انہوں نے کہا: "تو کیا آپ مجھے عادل مانتے ہیں؟"

ہم نے عرض کی: "جی ہاں! ہم آپ کو عادل مانتے ہیں۔"

انہوں نے کہا: "تو پھر میں سامرا کے تمام شیعہ مرد و زن کو حکم دیتا ہوں کہ وہ کل روضہء امام علی نقی و حسن و عسکری پر حاضر ہوں اور بی بی نرجس خاتون والدۂ امام صاحب الزمان (عج) کی نیابت میں زیارت عاشورا پڑھیں اور بی بی نرجس خاتون سلام اللہ علیہا کو ان کے فرزند ارجمند کے حضور شفیع بنائیں تاکہ امام زمانہ خدا کے حضور ہماری شفاعت فرمائیںؑ اور شیعان سامرا کو اس وبا سے محفوظ رکھیں۔

مجتہد اعظم کا جب یہ حکم شیعان سامرا نے سنا تو سب کے سب افراد نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ طاعون کے زمانے میں شہر سامرا کا ایک شیعہ بھی اس وبا سے متاثر نہ ہوا جبکہ روزانہ دوسرے مذاہب کے افراد بڑی تعداد میں اس وبا سے مرتے رہے۔(الکلام یجر الکلام ج۱ ص۵۵)

الٰهی بعزت که خوارم مکن

بجرم و گنه شرمسارم مکن

اگر دعوتم رد کنی و رقبول

فن و دست دامان آل رسول

جب توسل ذریعہء نجات بنا

محمد بن ہارون نے ابوالحسین بن ابی البغل سے روایت کی ہے، وہ کہتے

ہیں کہ میں نے وزیر ابو منصور بن صالحان کی کچھ عرصے ملازمت کی، پھر ہمارے درمیان اختلافات نے جنم لیا، وزیر میری جان کا دشمن ہوگیا، مجبوراً میں نے روپوشی اختیار کی۔

ایک مرتبہ شب جمعہ کو میں نے امام موسیٰ کاظم و امام محمد تقی علیہما السلام کے روضہ ء اطہر جانے کا ارادہ کیا اور سوچا کہ پوری رات حرم مطہر میں بسر کروں گا اور رو رو کر خداوند کریم کو ان بزرگوں کا واسطہ دوں گا تاکہ میری یہ مصیبت دور ہوسکے۔

شب جمعہ آئی اور اس رات بارش ٹوٹ کر برس رہی تھی، میں کاظمین آیا اور حرم میں داخل ہوا، کچھ دیر بعد زائرین یکے بعد دیگرے حرم سے روانہ ہونے لگے، آخر میں حرم میں صرف میں اکیلا رہ گیا، میں نے حرم کے خادم ابو جعفر سے عرض کی کہ وہ حرم بند کردیں اور مجھے تمام رات اندر رہنے کی اجازت دیں۔

خادم نے اجازت دے دی، پھر اس نے حرم مطہر کے تمام دروازے بند کردیئے اور وہ خود چلا گیا۔

اس شب طوفانی بارش ٹوٹ کر برس رہی تھی، لوگوں کی آمد و رفت بالکل موقوف تھی، میں نے آدھی رات کے بعد ایک خوبصورت نوجوان کو دیکھا جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی قبر مطہر کے قریب کھڑا زیارت پڑھ رہا تھا۔

اس جوان کے لہجے میں اس قدر مٹھاس تھی کہ میں اپنی مناجات بھول کر اس کی زیارت کے الفاظ سننے میں محو ہوگیا، اس نے حضرت آدم اور انبیائے اولوالعزم علیہم السلام پر سلام پڑھا، پھر ائمہ طاہرین علیہم السلام پر نام بنام سلام

پڑھا، مگر اس نے سلام کا سلسلہ امام یازدہم تک جاری رکھا۔

مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ اس نے امام صاحب الزمان پر سلام نہیں پڑھا۔ میں نے دل میں سوچا ممکن ہے کہ اس نے سہواً ایسا کیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا مذہب و عقیدہ ہی یہی ہو۔

جوان نے زیارت مکمل کی، پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی۔

پھر وہ جوان امام محمد تقی علیہ السلام کی قبر مطہر پر آیا اور ہاں بھی اس نے وہی زیارت پڑھی جو وہ پہلے پڑھ چکا تھا، پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی۔

میں نے اس جوان کو پہلے کبھی دیکھا ہوا نہیں تھا، اسی لئے میں دل میں خوف کھانے لگا۔ پھر میں نے اچھی طرح سے اس کی جانب دیکھا تو میں نے جوان کو سفید لباس میں ملبوس دیکھا اور اس نے عمامہ باندھا ہوا تھا اور تحت الحنك بھی موجود تھی، اس کے کندھے پر چادر تھی۔

جب اس نے نماز زیادرت سے فراغت حاصل کی تو میری طرف متوجہ ہو کر کہا: "ابوالحسين بن ابی البغل! این انت من دعاء الفرج."

ابوالحسین بن ابی البغل! اگر پریشان ہو تو دعائے فرج کیوں نہیں پڑھتے؟

میں نے پوچھا: "وہ کونسی دعا ہے؟"

انہوں نے فرمایا: "پہلے دو رکعت نماز پڑھو اور پھر یہ دعا پڑھو "یامن اظهر الجميل و ستر القبيح يامن لم يؤاخذ بالجريرة و من يهتك الستر يا عظيم لمن يا كريم الصفح ياحسن التجاوز يا واسع المغفرة يا باسط اليدين بالعطية يا منتهى كل بخوى و يا غاية كل شكو يا عون كل متعين و

یا مبتداء بالنعم قبل استحقاقها."

یارباه (دس مرتبہ) یاغایة رغبتاه (دس مرتبہ) اسئلك بحق هذه الاسماء و بحق محمد وآله الطاهرين الا ماكشفت كربي و نفست همي و فرجت غمي و اصلحت حالي.

پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرو اور اس کے بعد اپنے داہنے رخسار کو زمین پر رکھ کر ایک سو مرتبہ یہ الفاظ کہو: "یا محمد یا علی یا علی یامحمد اکفیانی فانکما کافیان . وانصرانی فانکما ناصران.

پھر اپنے بائیں رخسار کو زمین پر رکھ کر ایک سو مرتبہ کہو: "ادرکنی."

پھر کہو: "الغوث، الغوث، الغوث."

اس لفظ کو اتنی بار کہو کہ تمہاری سانس ٹوٹ جائے اور کئی بار ایسا کرو پھر زمین سے سر اٹھالو، انشاء اللہ تمہاری حاجت پوری ہوگی۔

میں نے جوان کے فرمان کے مطابق عمل کیا۔ نماز تہجد کا وقت ہوا، خادم حرم ابو جعفر نے دروازہ کھولا، میں نے اس سے پوچھا: "بندۂ خدا! کیا تمہیں یقین ہے کہ رات تم نے تمام دروازے بند کر دیئے تھے؟"

اس نے کہا: "جی ہاں۔"

میں نے کہا: "یہاں کوئی خفیہ دروازہ تو نہیں ہے؟"

اس نے کہا: "نہیں۔"

میں نے کہا: "پھر رات میں نے ایک جوان کو دیکھا وہ اندر کیسے آگیا جبکہ تمام دروازے بند تھے؟"

ابو جعفر نے کہا: "وہ امام صاحب الزمان (عج) تھے، میں نے اس سے قبل بھی اس حرم مطہر میں ان کی کئی مرتبہ زیارت کی ہے۔"

یہ سن کر مجھے انتہائی غم ہوا کہ میں امام زمانہ کو پہچان نہ سکا اور ان کی صحبت سے مستفید نہ ہوسکا۔ میں حرم سے باہر آیا، صبح صادق ہو رہی تھی اور میں اپنے آپ کو چھپاتا ہوا محلّہ کرخ کے اس مکان تک پہنچا جہاں میں کئی دنوں سے روپوش تھا۔

تھوڑی دیر بعد میرے مکان پر دستک ہوئی، میں نے دروازہ کھولا تو وزیر کے چند دوست میرے دروازے پر کھڑے تھے، میں بڑا پریشان ہوا۔

انہوں نے کہا: "تمہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، وزیر نے تمہارے لئے امان نامہ تحریر کیا ہے۔"

میں نے امان نامہ کی عبارت کو دیکھا تو تحریر واقعی وزیر کی ہی تھی اور پھر دوستوں نے کہا کہ اب روپوشی ختم کرو، وزیر نے تمہیں بلایا ہے اور وہ بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ میں اٹھ کر ان کے ساتھ چلا گیا، جب میں وزیر کے مکان پر پہنچا تو جیسے ہی اس کی نظر مجھ پر پڑی دوڑتا ہوا آیا اور مجھے گلے لگایا اور کہا: "دوست! تم اتنے تنگ ہوگئے تھے کہ تم نے میری شکایت امام زمانہ (عج) کے حضور کرڈالی۔ امام زمانہ نے مجھے تجھ سے نیکی و بھلائی کا حکم دیا ہے۔" پھر وزیر نے کہا کہ آپ تفصیل سے مجھے واقعہ سنائیں کہ آپ کے امام سے کب ملاقات ہوئی اور تم نے یہ توسل کیسے کیا؟"

میں نے تمام واقعات وزیر کو سنائے تو وزیر نے کہا: "بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ پوری کائنات کے امام برحق اور نائب رسول ہیں۔"

وزیر نے مجھے بہت کچھ عطیات دیئے۔ یہ سب کچھ امام زمانہ (عج) کے انفاس قدسیہ کی وساطت سے ہوا۔ (فرج المہموم سید ابن طاؤوس در تاریخ علماء نجوم ص ۲۴۷)

افسوس که عمری پی اغیار دویدیم
از یار بما ندیم و بمقصد نر سیدیم
سرمایه زکف رفت تجارت ننمودیم
جز حسرت واندوه متاعی نخریدیم
بس سعی نمودیم ببینیم رخ دوست
جانها بلب آمد رخ دلدار ندیدیم
ماتشنه لب اندر لب دریا متحیر
آبی بجز از خون دل خود پخسیدیم
ای بسته بزنجیر تو دلها محبان
رحمی که در این بادیه بس رنج کشیدیم
چند انکه شب و روز بیاد تو نشستیم
از شام فراقت چو سحرگه ندمیدیم
تارشتهء طاعت بتو پیوست نمودیم
هر رشته که بر غیر به بستیم بریدیم
شاها! بتولای تو درمهد غنودیم
برياد لب لعل تو ماشیر مکیدیم

ای حجت حق پرده زرخسار برافگن
گزهجر تو پیرهن صبر دریدیم
ایدست خدا دست برآور که ز دشمن
بس ظلم بدیدیم و بس طعنه شنیدیم
شمشیر کجت، راست کند قامت دین را
هم قامت مارا که ز هجر تو خمیدیم
شاها! ز فقریان درت روی مگر دان
بردر گهت افتاده بصد گونه امیدیم

(از حجۃ الاسلام مرحوم شیخ علی اکبر نوغانی)

مفہوم اشعار:

ہائے افسوس کہ ہم غیروں کے پیچھے دوڑتے رہے۔ محبوب سے رہ گئے اور مقصد تک نہ پہنچے۔

ہاتھوں سے سرمایہ چلا گیا کوئی تجارت نہ کرسکے۔ حسرت و ملال کے سوا کوئی متاع نہ خریدا۔

رخ دوست دیکھنے کی بڑی کوشش کی۔ جان لبوں پر آگئی مگر دلدار کو نہ دیکھ پائے۔

لب دریا پہنچ کر بھی ہم تشنہ لب رہے۔ خون دل کے سوا ہمیں پینے کے لئے کچھ نہ ملا۔

محبوب! تیری زنجیر سے عشاق کے دل پیوستہ ہیں۔ رحم کر ہم اس کوچہ میں بہت دکھ اٹھا چکے ہیں۔

ہم شب و روز آپ کی یاد میں بیٹھے رہے۔ لیکن ابھی تک ہماری شام فراق سحر میں تبدیل نہیں ہوئی۔

جب سے ہم نے آپ کی اطاعت کا سلسلہ قائم کیا ہے تب سے تمام سلسلے ہم نے چھوڑ دیئے ہیں۔

اے شاہ! ہم تو مہد سے ہی آپ سے تولا رکھتے تھے اور آپ کے لب لعل کی یاد کی امید پر ہم شیر مادر پیتے رہے۔

اے حق کی حجت! اپنے رخسار سے پردہ ہٹائیں۔ آپ کے ہجر کی وجہ سے ہم نے قبائے صبر کو پھاڑ دیا ہے۔

اے دست خدا! اب تو ظہور فرمائیں۔ دشمنوں نے ہم پر بہت ظلم کئے ہیں اور ہمیں بہت طعنے دیئے ہیں۔

آپ کی شمشیر کج قامت دین کو سیدھا کرے گی اور ہماری قامت جو کہ آپ کے ہجر کی وجہ سے خمیدہ ہو چکی ہے اسے بھی سیدھا کرے گی۔

اے شاہ! اپنے در کے فقیروں سے منہ نہ موڑیں۔ ہم سینکڑوں امیدیں لے کر آپ کے دروازے پر گرے ہوئے ہیں۔

دعا مانگی تو نجات ملی

خواجہ ابو صلت ہروی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مجھے میرے مولا و آقا امام علی رضا علیہ السلام نے طلب فرمایا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا: "تم اس مقبرے پر جاؤ جہاں ہارون الرشید دفن ہے۔ اس کے دروازے کے سامنے اور اس کی قبر کے دائیں اور بائیں سے مٹی اٹھا لاؤ۔"

امام عالی مقام علیہ السلام کے فرمان کے مطابق میں نے علیحدہ علیحدہ مٹی حاصل کی۔

امام علیہ السلام نے سب سے پہلے ایک مٹی کو مشاہدہ کیا پھر فرمایا:

"یہ مٹی دروازے کے سامنے والی ہے؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں۔"

آپؑ نے فرمایا: "کل اسی سمت میں میرے لئے قبر کھودی جائے گی مگر ایک سخت پتھر نمودار ہوگا، جس کی وجہ سے قبر کھودنی ناممکن ہو جائے گی۔

پھر آپؑ نے اس مٹی کو پھینک دیا۔

پھر آپؑ نے دوسری مشت خاک کو اٹھا کر اپنے ہاتھوں پر رکھا اور فرمایا: "یہ مٹی قبر ہارون کی دائیں جانب سے لی گئی ہے؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں۔"

آپؑ نے فرمایا: "پھر اس طرف میری قبر کھودی جائے گی، مگر یہاں بھی پتھروں کا ایک ٹیلہ نمودار ہوگا جس کی وجہ سے کدالیں کام نہ کر سکیں گی۔

پھر آپؑ نے اس مٹی کو بھی پھینک دیا۔ بعد ازاں آپؑ نے ایک مشت خاک اٹھائی اور فرمایا: "یہ مٹی قبر کے بائیں طرف سے حاصل کی گئی ہے؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں۔"

آپؑ نے فرمایا: "اس طرف میری قبر کھودنے کی کوشش کی جائے گی، مگر اس طرف سنگ خارا نمودار ہوگا جس کی وجہ سے قبر کھودنا ناممکن ہو جائے گا۔ پھر آپؑ نے اس مشت خاک کو بھی پھینک دیا۔ بعد ازاں آپؑ نے ایک اور مشت خاک اٹھائی اور فرمایا: "یہ مٹی ہارون کے بالائے سر کی جانب سے لائی

گئی ہے؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں۔"

آپؑ نے فرمایا: "جب اس طرف قبر کھودی جائے گی تو کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے گی۔"

مزید فرمایا: "جب میری قبر تیار ہو جائے تو تم میری قبر کی پائنتی کی جانب بیٹھ کر اپنا ہاتھ میری قبر پر رکھنا اور یہ کلمات پڑھنا۔ تم دیکھو گے کہ میری قبر میں شفاف پانی بھر جائے گا۔ بعد ازاں اس پانی میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں جمع ہوں گی۔ تم روٹی کے چھوٹے ٹکڑے بنا کر پانی میں ڈالنا۔ مچھلیاں اسے کھائیں گی۔ پھر تم دیکھو گے کہ ایک بڑی مچھلی نمودار ہوگی وہ ان سب مچھلیوں کو کھا جائے گی اور پھر وہ بھی گم ہو جائے گی۔ پھر تم پانی پر ہاتھ رکھ کر وہی کلمات دوبارہ پڑھنا، پانی خشک ہو جائے گا اور مامون سے کہنا کہ قبر کھودنے کے وقت وہ موجود رہے تاکہ ان عجائبات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔

ابوصلت ہروی کہتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام کو زہر ستم سے شہید کردیا گیا۔ مامون نے حکم دیا کہ امام علی رضاؑ کو میرے باپ کے مقبرے میں دفن کیا جائے۔

میں مامون کے پاس گیا اور کہا: "امام علی رضاؑ کی وصیت تھی کہ قبر کی کھدائی کے وقت تم وہاں موجود رہنا۔"

مامون اٹھا اور مقبرۂ ہارون پر آیا اور ایک کرسی پر بیٹھا۔ اس نے حکم دیا کہ امام کی قبر دروازے کی سمت میں کھودی جائے۔ تھوڑی دیر بعد وہاں پتھر برآمد ہوا جس کا توڑنا کسی کے لئے ممکن نہ ہوا۔

مامون نے کہا: "کوئی بات نہیں امام کی قبر میرے باپ کے دائیں جانب کھودی جائے۔ مگر وہاں بھی سخت پتھر کھدائی میں مانع ہوئے۔

بعد ازاں مامون نے حکم دیا کہ امام کی قبر ہارون کے بائیں جانب کھودی جائے۔ مگر اس دفعہ بھی سخت پتھروں کی وجہ سے کھودنا ممکن نہ ہوا۔

آخرکار مامون نے حکم دیا کہ امام کی قبر ہارون کے سرہانے کھودی جائے۔ چنانچہ اس مرتبہ کوئی رکاوٹ پیش نہ آئی اور بڑی آسانی سے قبر تیار ہوگئی۔

میں قبر کی پائنتی بیٹھا اور دایاں ہاتھ قبر اطہر پر رکھا اور امام علیہ السلام کے بتائے ہوئے کلمات پڑھے تو قبر میں شفاف پانی بھر گیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے چھوٹی چھوٹی مچھلیاں اس پانی میں جمع ہوگئیں۔ پھر میں نے انہیں روٹی کے ٹکڑے ڈالے جو انہوں نے کھائے۔ پھر ایک بڑی مچھلی نمودار ہوئی جو ان سب مچھلیوں کو کھا گئی۔

اس کے بعد میں نے پانی پر ہاتھ رکھا اور مولا کے بتائے ہوئے کلمات پڑھے تو پانی خشک ہوگیا، جیسے ہی پانی خشک ہوا وہ کلمات میرے ذہن سے اتر گئے۔

مامون نے کہا: "کیا تجھے امام علی رضا علیہ السلام نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا؟"

میں نے کہا: "جی ہاں۔"

مامون نے کہا: "واقعی علی رضاؑ اپنی زندگی میں بھی عجیب و غریب کرامات دکھاتے تھے اور وفات کے بعد بھی انہوں نے اپنی کرامت کا اظہار

کیا ہے۔"

پھر مامون نے اپنے ایک وزیر سے دریافت کیا کہ : "پانی میں چھوٹی مچھلیاں نمودار ہوئیں، بعد ازاں ایک بڑی مچھلی ظاہر ہوئی جس نے تمام مچھلیوں کو نگل لیا، اس سے کیا کنایہ مراد ہو سکتا ہے؟"

وزیر نے کہا: "میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے تمہیں یہ پیغام دیا گیا کہ اپنی حکومت پر ناز مت کرو، عنقریب اللہ تعالیٰ ایک بڑے سر والے شخص کو تم پر مسلط کرے گا جو تمہاری حکومت کو تہس نہس کردے گا۔"

امام علی رضا علیہ السلام کی تجہیز و تدفین مکمل ہوگئی۔ مامون الرشید نے مجھے بلایا اور کہا: "امام علی رضا علیہ السلام نے جو کلمات تمہیں تعلیم کئے تھے وہ کلمات مجھے بتاؤ۔"

میں نے کہا: "وہ کلمات مجھے بھول چکے ہیں۔"

ملعون کو میری بات پر یقین نہ آیا اور مجھے قید کردیا۔ پھر روزانہ زندان سے مجھے بلاتا اور کہتا کہ تم وہ کلمات مجھے تعلیم کرو۔ میں نے قسم کھا کر کہا کہ وہ کلمات میرے ذہن سے اتر چکے ہیں۔

مامون نے کئی مرتبہ مجھے قتل کی دھمکیاں دیں لیکن جب مجھے کچھ یاد ہی نہیں رہا تھا تو میں اسے کیا تعلیم دیتا۔

زندان میں پورا سال گزر گیا اور میں قید و بند کی زندگی سے تنگ ہوگیا تو ایک شب جمعہ میں نے غسل کیا اور تمام رات رکوع و سجود میں گزاری اور خداوند عالم کو رو رو کر امام علی رضاؑ کا واسطہ دے کر سوال کیا کہ مجھے اس زندان سے نجات عطا فرمائے۔

رات بیت گئی اور نماز فجر کو میں نے اول وقت میں پڑھا تو اچانک میں نے دیکھا کہ امام محمد تقی علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: "ابوصلت! زندان سے تنگ آگئے ہو؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں مولا و آقا۔"

آپؑ نے فرمایا: "امالو فعلت قبل هذا مافعلته الليلة لكان الله قد خلصك كما يخلصك الساعة." اگر تو نے اس سے پہلے وہ کچھ کیا ہوتا جو تو نے آج رات کیا ہے تو اللہ نے بھی تجھے قید و بند سے نجات دے دی ہوتی، جیسا کہ وہ اب تمہیں نجات دے رہا ہے۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: "اب اٹھو چلیں۔"

میں نے کہا: "آقا! دروازے پر محافظ و نگران کھڑے ہیں وہ مجھے جانے نہ دیں گے۔"

آپؑ نے فرمایا: "مت گھبراؤ تم میرے ساتھ چلو وہ تمہیں نہیں دیکھ سکیں گے۔"

میں اٹھا اور امام علیہ السلام کے ساتھ چل پڑا۔ ہم پہرے داروں کے درمیان میں سے گزر گئے لیکن کسی نے بھی ہم کو جاتے ہوئے نہ دیکھا۔ جب ہم زندان سے باہر آگئے تو امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: "ابوصلت! اب کہاں جانا پسند کرو گے؟"

میں نے کہا: "میں اپنے شہر ہرات جانا چاہتا ہوں اور اپنے خاندان سے ملاقات کا خواہش مند ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "اپنے چہرے پر چادر ڈالو۔"

میں نے چہرے پر چادر ڈالی اور امام علیہ السلام نے میرے بازو سے پکڑا مجھے ایسا معلوم ہوا جیسا کہ دائیں سے بائیں جانب مجھے لایا جارہا ہو۔

پھر آپؑ نے فرمایا: "چادر چہرے سے ہٹاؤ۔"

جب میں نے چہرے سے چادر ہٹائی تو امام محمد تقی علیہ السلام موجود نہیں تھے۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا تو میں اپنے گھر کے صحن میں کھڑا تھا۔ اللہ نے پھر مجھے مامون اور اس کے کارندوں سے ملاقات نہ کرائی۔(بحار الانوار ج ۱۲ ص ۱۱۳)

استجابت دعا کی ایک شرط یہ بھی ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو تین سال تک مسلسل اولاد کے لئے دعا کرتا رہا، لیکن اس کی دعا قبول نہ ہوئی۔

ایک دن اس نے دوران مناجات کہا: "یارب ابعید انا منك فلا فسمعنی ام قریب فلا تجیبنی" پروردگار کیا میں تجھ سے دور ہوں اور تجھے میری آواز سنائی نہیں دیتی یا قریب ہوں تو تو مجھے جواب نہیں دیتا۔"

خواب میں اسے کہا گیا کہ تو تین سال سے اللہ کو اس زبان سے پکار رہا ہے جو فحش و ناسزا کہنے کی عادی ہے اور تو آلودہ دل اور جھوٹی نیت سے رب کو پکارتا ہے۔ خدا کا خوف کر اور اپنے قلب کو آلودگی سے پاک کر اور اپنی نیت درست کر۔

صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا کہ عابد نے ان ہدایات پر عمل کیا

تو اللہ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اسے بیٹا عطا کیا۔(اصول کافی ج ۲ ص ۳۲۵، ۳۲۶)

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے پیروکاروں کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے، سامعین میں سے ایک شخص نے وعظ سے متاثر ہو کر اپنے پیراہن کو پھاڑ دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اس سے کہو: "لا تشق قمیصك و لكن اشرح لی عن قلبك" اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنی قمیص پھاڑو، اللہ تو چاہتا ہے کہ اپنا قلب اس کے لئے کھول دو۔"

امام صادق علیہ السلام نے اپنی تقریر کے آخر میں فرمایا: "حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مقام سے گزرے تو انہوں نے اپنے ایک پیروکار کو سجدہ میں دیکھا۔ آپؑ کام کرنے کے بعد جب واپس وہاں سے گزرے تو وہ شخص بدستور سجدے میں پڑا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: "اگر تیری حاجت میرے بس میں ہوتی تو میں اسے ضرور برلاتا۔"

اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ندائے قدرت سنائی دی: "لو سجد حتی ینقطع عنقه ماقبلته حتی یتحول عما اکره الی ما احب۔"

اے موسیٰؑ! اس سے کہہ دو کہ اگر یہ اتنے سجدے کرے کہ سجدے میں اس کی گردن ٹوٹ جائے تو بھی میں اس کا سجدہ قبول نہیں کروں گا یہاں تک کہ وہ اپنے قلب کو پاک نہ کرے اور جسے میں پسند کرتا ہوں اسے یہ پسند کرے اور جسے میں ناپسند کرتا ہوں اسے ناپسند نہ کرے۔"(روضہ کافی ص ۱۲۸، ۱۲۹)

دعا کا طریقہ

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے جب اللہ سے کسی حاجت کا سوال کرنا چاہو تو سب سے پہلے اس کی حمد و ثناء کرو اور حمد و ثناء کے لئے اس طرح کے کلمات انتہائی موزوں ہیں :

یااجود من اعطی و یاخیر من سئل یاارحم من استرحم یااحد یاصمد یامن لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد یامن لم یتخذ صاحبة ولا ولدا ویامن یفعل مایشاء ویحکم مایرید.

اللہ تعالیٰ کے ایسے نام بہت زیادہ ہیں جو اس کی شان رحمانیت پر دلالت کرتے ہیں انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ کے ایسے نام بیان کرے۔ پھر محمد و آل محمد علیہم السلام پر درود و سلام پڑھے اور کہے :

ویقضی مایحب یامن یحول بین المرء وقلبه یامن هو بالمنظر الاعلی یامن لیس کمثله شیء یاسمیع یابصیر اللهم اوسع علی من رزقك الحلال ما اکف به وجهی واؤدی به عن امانتی واصل به رحمی ویکون عونا لی فی الحج والعمرة.

اے پروردگار! میرے رزق حلال میں فراخی عطا فرما جس سے میں اپنی آبرو کی حفاظت اور امانت کی ادائیگی اور صلہ رحم کر سکوں اور مجھے ایسا مال عطا کر جو حج و عمرہ کے لئے میرا معاون ثابت ہو۔

بعد ازاں امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "ایک شخص مسجد نبویؐ میں آیا اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اللہ سے اپنی حاجت طلب کرنے لگا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس

شخص نے جلد بازی اور بے صبری کا مظاہرہ کیا ہے۔

پھر ایک دن ایک اور شخص آیا اس نے دو رکعت نماز پڑھی بعد میں اللہ کی حمد و ثناء کی اور محمدؐ و آل محمدؑ پر درود پڑھی۔ رسول خداؐ نے اس سے فرمایا: "اب اللہ سے سوال کر، اللہ تجھے عطا فرمائے گا۔" (اصول کافی ج ۲ ص ۴۸۵)

دعا اور توسل کے لئے بلند ہمتی

دمیری اپنی کتاب حیات الحیوان میں لکھتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوران سفر ایک شخص کے مہمان بنے اور اس نے آپؐ کی شایان شان خدمت کی۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رخصت ہونے لگے تو میزبان سے فرمایا: "تمہاری جو بھی حاجت ہو بیان کرو میں اللہ تعالیٰ سے اس کی درخواست کروں گا اور کریم و رحیم اللہ تمہاری حاجت پوری کرے گا۔"

میزبان نے کہا: "آپؐ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ وہ مجھے ایک اونٹ عطا کرے جس پر میں اپنا اسباب لادوں اور اس کے علاوہ چند بھیڑوں کا بھی سوال کریں جن کا دودھ پیوں۔"

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے دعا مانگی اور اپنے اصحاب سے فرمایا: "کاش آج یہ شخص بنی اسرائیل کی بوڑھی عورت جیسا سوال کرتا تو اس کے لئے بہتر ہوتا۔"

اصحاب نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! بنی اسرائیل کی بوڑھی عورت نے کیا سوال کیا تھا؟"

آپؑ نے فرمایا: "جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے شام کی طرف روانہ ہوئے تو وہ راستے سے بھٹک گئے، ہر چند انہوں نے راستہ تلاش کیا مگر انہیں راستہ نہ ملا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ اب وہ پہلے کی طرح بھٹکتے نہ پھریں۔"

پھر آپؑ نے اپنے اصحاب کو جمع کر کے فرمایا: "کیا تم نے اہل مصر میں سے کسی کے ساتھ کوئی وعدہ تو نہیں کیا تھا اور اب وعدہ خلافی ہوئی ہو جس کی وجہ سے ہمیں راستہ نہیں مل رہا؟"

اصحاب موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "جی ہاں! ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا تھا وہ کہا کرتے تھے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کا وقت ہوا تو انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ میری آخری وصیت یہ ہے کہ جب تم لوگ مصر چھوڑ کر شام جاؤ تو میری میت کو بھی اپنے ساتھ لے جانا اور وہاں مجھے میرے والد جناب یعقوب علیہ السلام کے پہلو میں دفن کرنا۔ ہمارے بزرگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ضرور ایسا کریں گے۔"

یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "پھر واپس مصر چلو اور اپنا وعدہ پورا کرو ورنہ ہم اس سرگردانی سے نجات حاصل نہ کر سکیں گے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام دوبارہ مصر تشریف لائے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے متعلق لوگوں سے پوچھا تو لوگوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا گیا کہ ایک بوڑھی عورت یہاں رہتی ہے جس کا دعویٰ ہے کہ اسے قبر یوسف کا علم ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس بوڑھی کو لایا جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چند ساتھی بوڑھی عورت کے پاس گئے اور اسے کہا کہ تمہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام بلاتے ہیں تم ان کے پاس حاضری دو۔

بڑھیا نے کہا: "تم موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جاکر عرض کرو کہ انہیں میرے علم کی احتیاج ہے تو انہیں چاہئے کہ وہ خود چل کر میرے پاس آئیں، کیونکہ علم کا تقاضا یہ ہے کہ طالب علم کو خود چل کر علم حاصل کرنے کے لئے جانا چاہئے۔"

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑھیا کا جواب سنا تو آپؑ نے اسے داد دی اور فرمایا: "واقعی علم کا تقاضا ہے کہ انسان خد چل کر اسے حاصل کرنے جائے۔" پھر حضرت موسیٰؑ اس بڑھیا کے پاس گئے اور قبر یوسف علیہ السلام کے متعلق اس سے دریافت کیا۔

بڑھیا نے کہا: "اے موسیٰؑ! علم مفت ہاتھ نہیں آتا اس کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ میں نے بچپنے سے اس راز کو اپنے سینے میں محفوظ رکھا ہوا ہے۔ اگر آپؑ میری تین حاجتیں پوری کردیں تو میں آپؑ کو قبر یوسفؑ کے متعلق بتادوں گی۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "اپنی حاجات بیان کرو۔"

بڑھیا نے کہا: "میری پہلی حاجت یہ ہے کہ میں ازسرنو جوان ہو جاؤں۔

دوسری خواہش یہ ہے کہ آپؑ مجھ سے نکاح کر کے اپنی بیوی بنائیں۔

تیسری خواہش یہ ہے کہ آخرت میں بھی میں آپؑ کی بیوی بنوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی، اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی، بڑھیا فوراً جوان بن گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے عقد کیا۔ پھر اس نے قبر یوسفؑ کے متعلق یہ انکشاف کیا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات ہوئی تھی تو مصر کے ہر قبیلے کی خواہش تھی کہ یوسفؑ کی قبر ان کے محلے میں ہو۔ یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ تلواریں نیاموں سے باہر نکل آئیں، جنگ کے شعلے اس مسئلے پر بھڑکا ہی چاہتے تھے کہ ایک عقل مند نے مشورہ کیا کہ قبائل اس مسئلہ کے لئے جنگ نہ کریں، حضرت یوسفؑ کو ایک بلوری تابوت میں رکھا جائے اور تابوت کو اچھی طرح سے بند کر کے دریا میں دفن کردیا جائے، دریا کا پانی ان کے تابوت سے مس ہو کر آئے گا، پھر یہی پانی پورے مصر کے کھیتوں کو سیراب کرے گا، یہی پانی محلات میں گردش کرے گا، تمام قبائل نے اس مشورے کو تسلیم کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بلور کے تابوت میں رکھ کر دریا میں دفن کیا گیا تھا۔

بعدازاں اس عورت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس مقام کی نشان دہی کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے ان کے تابوت کو دریا سے نکالا گیا اور بیت المقدس کے قریب چھ فرسخ کے فاصلے پر مقام الخلیل میں حضرت ابراہیم و حضرت یعقوب علیہم السلام کے پہلو میں انہیں دفن کیا گیا۔

چند روایات

قال امیرالمؤمنینؑ الدعاء مفاتیح النجاح و مقالید الفلاح و خیرالدعاء ماصدر عن صدر نقی و قلب تقی وفی المناجاة سبب النجاة و بالاخلاص یکون الخلاص فاذا اشتد الغزع فالی اللّٰه المغزع، الدعاء ترس المؤمن و تی تکثر قرع الباب یفتح لك وعن الرضاؑ انه کان یقول لاصحابه علیکم بسلاح الانبیاء فقیل وما سلاح الانبیاء قال الدعاء.

"اصول کافی ج ۲ ص ۴۶۸"

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: "دعا کامیابی و کامرانی کی چابی ہے اور بہترین دعا وہ ہے جو صاف سینے اور پاک دل سے برآمد اور مناجات میں نجات کا سبب مضمر ہے اور اخلاص چھٹکارے کا ذریعہ ہے اور وحشت و ہولناکی کے وقت اللہ کی ذات ہی پناہ گاہ ہے۔

دعامؤمن کی سپر ہے اور جبتم باربار دروازے پر دستک دو گے تو آخرکار وہ دروازہ تمہارے لئے کھول دیا جائے گا۔

امام علی رضا علیہ السلام اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے آپ کو انبیاءؑ کے ہتھیار سے لیس کرو۔

آپؑ سے پوچھا گیا: "انبیاء کا ہتھیار کیا ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "دعا انبیاء کا ہتھیار ہے۔"

عن ابی جعفرؑ قال ان اللّٰه عزوجل یحب من عباده المؤمنین کل عبد دعاء فعلیکم بالدعاء فی السحر الی طلوع الشمس فانها ساعة تفتح فیها

ابواب السماء و تقسم فیها الارماق و تقضی فیها الحوائج العظام.

"اصول کافی ج ۲ ص ۴۷۸"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ کو اپنے مؤمن بندوں میں وہ شخص محبوب ہے جو اس سے دعا مانگے، تمہیں سحر کے وقت سے طلوع آفتاب تک دعا مانگنی چاہئے کیونکہ یہ وہ وقت ہے جس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس ساعت میں رزق تقسیم کیا جاتا ہے اور بڑی بڑی حاجات اسی وقت پوری کی جاتی ہیں۔"

عن میسر بن عبدالعزیز عن ابی عبداللہ قال: قال لی یامیسر ادع ولا تقل ان الامر قد فرغ منه، ان عنداللہ منزلة لا تنال الا بمسئلة ولو ان عبداسد فاه ولم یسال لم یعط شیئا فسل تعط، یامیسر انه لیس من باب یقرع الایوشك ان یفتح لصاحبه.

"اصول کافی ج ۲ ص ۴۴۴"

میسر بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: میسر! دعا مانگا کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ تقدیر کے تحت ہر چیز کا پہلے ہی فیصلہ ہوچکا ہے اور اب دعا مانگنا بے کار ہے خداوند عالم کے ہاں ایک بزرگ مقام ہے جس پر دعا کے سوا پہنچا نہیں جاسکتا۔

اگر بندہ اپنے منہ کو بند رکھے اور سوال نہ کرے تو اسے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ تم خدا سے سوال کرو خدا تمہیں عطا فرمائے گا۔

میسر! یاد رکھو جو شخص کسی دروازے پر دستک دیتا رہے تو آخرکار اس کے لئے دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

عن عبداللہ بن سنان قال سمعت ابا عبداللہؑ یقول الدعاء یرد القضاء بعد ما ابرم ابراما فاکثر من الدعاء فانه مفتاح کل رحمة ونجاح کل حاجة ولا ینال ما عنداللہ عزوجل الا بالدعاء وانه لیس باب یکثر قرعه الایوشك ان یفتح لصاحبه قال ابوالحسن موسیٰؑ علیکم بالدعاء فان الدعاء للہ والطلب الی اللہ یردالبلاء وقد قدر و قضی ولم یبق الا امضائه فاذا دعا اللہ عزوجل وسئل صرف البلاء صرفه.

"اصول کافی ج ۱ ص ۴۷۰"

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ دعا محکم قضا کو بھی ٹال دیتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ دعا مانگو کیونکہ دعا ہر رحمت کی کلید اور ہر حاجت بر آری کا وسیلہ ہے، جو لطف و کرم اللہ کے پاس موجود ہے انسان اسے دعا کے بغیر حاصل نہیں کرسکتا، جو دروازہ باربار کھٹکھٹایا جائے آخرکار وہ کھل ہی جاتا ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: "میں تمہیں دعا کرنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ دعا خالص اللہ کے لئے ہے اور خداوند عالم کے حضور دعا و طلب سے ایسی بلائیں دور ہوتی ہیں جن کا فیصلہ ہوچکا ہوتا ہے اور صرف ان کا نفاذ باقی ہوتا ہے اور جب بندۂ اللہ سے دعا کرتا ہے اور بلاء و آزمائش کے دور کرنے کا سوال کرتا ہے تو اللہ اس سے بلا کو دور کردیتا ہے۔

عن ابی جعفرؑ قال مامن قطرة احب الی اللہ عزوجل من قطرة دموع فی سواد اللیل مخالفة من اللہ لا یراد بها غیره.

عن ابی عبداللہؑ قال کل عین باکیة یوم القیامة الا ثلاثة (راعین ظ) عین

غضت من محارم اللّٰه وعین سهرت فی طاعة اللّٰه وعین بکت فی جوف اللیل من خشیة اللّٰه.

"اصول کافی ج ۱ ص ۴۸۴"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "تاریکی شب میں خوف خدا سے بہنے والے آنسو سے بڑھ کر اللہ کو کوئی اور قطرہ پسند نہیں ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "قیامت کے دن ہر آنکھ روئے گی مگر تین آنکھیں نہ روئیں گی:

۱۔ وہ آنکھ جو حرام کاموں سے چشم پوشی کرے۔
۲۔ وہ آنکھ جو اطاعت خدا کے لئے جاگتی رہی۔
۳۔ وہ آنکھ جو نصف شب کے وقت خوف خدا میں روئی۔

عن ابی بصیر عن ابی عبداللّٰہؑ قال لایزال المؤمن بخیر و رجاء رحمة من اللّٰه عزوجل مالم یستعجل فیقنط ویترك الدعاء قلت له کیف یستعجل قال یقول قد دعوت منذ کذا ولکن لا اری الا جابة.

ایضاً قالؑ ان المؤمن لیدعواللّٰه عزوجل فی حاجته فیقول اللّٰه عزوجل اخروا اجابته شوقا الی صوته ودعائه فانه فاذا کان یوم القیامة قال اللّٰه عزوجل عبدی اخرت اجابتك وثوابك کذا و دعوتنی فی کذا و کذا فاخرت اجابتك وثوابك کذا وکذا فیتمنی المؤمن انه لم یستجب له دعوة فی الدنیا مما یری من حسن الثواب.

"اصول کافی ج ۲ ص ۴۹۰، ۴۹۱"

ابوبصیر نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا: "مؤمن بہتری اور رب کی رحمت کی امید سے اس وقت تک وابستہ رہتا ہے جب تک وہ

جلد بازی نہ کرے اور رحمت سے مایوس نہ ہو جائے۔"

میں نے عرض کی: "جلد بازی سے کیا مراد ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "وہ یہ کہے کہ میں نے اتنے عرصے سے دعا مانگی ہے لیکن دعا کا اثر مجھے نظر نہیں آیا۔"

آپؑ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: "بندۂ مؤمن اللہ سے دعا کرتا ہے اللہ کو اس کی آواز اور اشتیاق پسند ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی حاجت کو مؤخر کردو اور جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے خطاب کر کے فرمائے گا: "اے میرے بندے تو نے مجھ سے دعا مانگی تھی، میں نے اس کی اجابت میں تاخیر کی تھی، اس دعا کا ثواب یہ ہے اور تو نے فلاں موقع پر دعا مانگی تھی، میں نے اس میں تاخیر کی تھی تو اس کے بدلے میں آج تجھے اتنا اتنا ثواب عطا کرتا ہوں۔"

اس وقت مؤمن کہے گا: "کاش! دنیا میں میری کوئی دعا قبول نہ ہوئی ہوتی اور آج مجھے اس کے بدلے میں یہ عظیم القدر ثواب ملتا۔"

باب ہفتم

غازیانِ دین کی ایک جھلک

ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا والبشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاؤ کم فی الحیاۃ الدنیا و فی الاخرۃ ولکم فیھا ماتشتھی انفسکم ولکم فیھا ماتدعون نزلا من غفور رحیم. (القرآن)

”جن لوگوں نے سچے دل سے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اس پر قائم رہے ان پر فرشتے نازل ہوں گے اور کہیں گے کہ کچھ خوف نہ کرو اور کوئی غم نہ کھاؤ اور جس جنت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اس میں خوشیاں مناؤ، ہم دنیا کی زندگی میں تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی رفیق ہیں اور جس چیز کو تمہارا جی چاہے بہشت میں تمہارے واسطے موجود ہے اور تم جو چیز طلب کرو گے موجود ہوں گی، یہ بخشنے والے مہربان خدا کی طرف سے تمہاری مہمانی ہے۔“

میثم تمارؒ کا تعارف

حضرت میثم بنی اسد کی ایک عورت کے غلام تھے۔ مولائے کائنات امیر المؤمنین علیہ السلام نے اسے خرید کر آزاد کیا تھا۔

آپؑ نے اس سے نام پوچھا تو اس نے کہا: ”میرا نام سالم ہے۔“

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: ”پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تیرے متعلق بتایا تھا کہ تیرے والدین نے تیرا نام میثم رکھا تھا۔“

میثم نے عرض کی: ”قربان جاؤں! یہ بات بالکل صحیح ہے۔“

پھر آپؑ نے فرمایا: ”تم اپنا سابقہ نام اختیار کرو اور اپنی کنیت ابوسالم رکھو۔

حضرت میثم مولا علی علیہ السلام سے مسلسل کسبِ فیض کرتے رہے میثم مسجد کوفہ کے دروازے پر کھجوریں بیچا کرتے تھے، اسی لئے ان کا لقب تمار مشہور ہو گیا یعنی کھجوریں بیچنے والا۔

کبھی کبھی مولائے کائنات حضرت علیؑ اس کی دکان پر تشریف لاتے تھے اور اسے فرماتے کہ تم جاؤ کھانا کھاؤ اور میں تمہاری جگہ تمہاری کھجوریں فروخت کروں گا۔ چنانچہ ایک مرتبہ میثم کھانا کھانے گئے ہوئے تھے اور دکان پر مولائے کائنات حضرت علیؑ تشریف فرما تھے کہ ایک سائل آیا اور اس نے کھجوروں کا سوال کیا۔

مولائے کائناتؑ نے میثم کے ٹوکرے کی تمام کھجوریں سائل کو دے دیں۔

کچھ دیر بعد میثم آئے تو دیکھا کہ کھجوریں ختم ہو گئی ہیں، سمجھے کہ بک

چکی ہیں۔

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: "میثم وہ کھجوریں ہم نے راہِ خدا میں دے دی ہیں۔

میثم نے عرض کی: "پھر آپؑ راہِ خدا میں مجھے بھی کچھ عنایت فرمائیں۔

مولا علی علیہ السلام نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا تو میثم کو علم المنایا والبلایا کا علم ہوگیا، اس علم کی وجہ سے میثم لوگوں کو پیش آنے والے واقعات کی خبر کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ بازار کوفہ میں میثم گھوڑے پر سوار ہو کر جارہے تھے، سامنے سے حضرت حبیب بن مظاہر گھوڑے پر آتے ہوئے نظر آئے۔ جب گھوڑوں کی کلوتیاں ایک دوسرے سے ملیں تو حبیب بن مظاہر نے انہیں سلام کیا، حضرت میثم نے سلام کا جواب دے کر فرمایا: "میں خوش آمدید کہتا ہوں اس جوان کو جو ایک دن فرزند رسولؐ کی نصرت میں شہید کیا جائے گا۔"

جیسے ہی یہ جملے جناب حبیب بن مظاہر نے سنے تو فوراً کہا: "میں بھی اس بزرگ کو خوش آمدید کہتا ہوں جسے وصی رسولؐ کی الفت میں سولی پر لٹکایا جائے گا۔"

میثم نے جیسے ہی حبیب کی زبانی اپنے انجام کی خبر سنی تو تعجب سے کہا: "میں نے تو یہ علم مولا علیؑ سے لیا ہے، تم نے یہ علم کہاں سے لیا ہے؟"

حبیب نے کہا: "ہمارا سرچشمہء علم ایک ہی ہے تم نے یہ علم مولا علیؑ سے لیا ہے اور میں نے یہ علم ان کے فرزند حسینؑ ابن علیؑ سے لیا ہے۔"

ابوخالد تمار کہتا ہے کہ ایک مرتبہ ہم میثم تمار کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے، اتنے میں زور کی آندھی چلنے لگی، حضرت میثم نے فرمایا: "اپنی کشتیوں کو مضبوطی سے باندھ دو آندھی میں مزید شدت پیدا ہونے والی ہے ابھی ابھی معاویہ بن ابوسفیان مر گیا ہے۔"

ابوخالد کہتا ہے کہ اس دان جمعہ کا روز تھا اور ماہِ رجب کی بائیس تاریخ تھی۔ میں نے دن اور وقت ایک کاغذ پر لکھ لیا ایک ہفتے کے بعد شام سے قاصد آیا تو میں نے اس سے حالات دریافت کئے تو اس نے کہا: "حاکم شام معاویہ مر گیا اور لوگوں نے بتایا کہ بائیس رجب بروز جمعہ فوت ہوا۔"

حضرت میثم شب و روز امیرالمؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، میثم کہتے ہیں کہ ایک شب میں امیرالمؤمنینؑ کے ساتھ تھا، آپؑ کوفہ سے نکل کر مسجد جعفی تشریف لائے۔ آپؑ نے اس مسجد میں چار رکعت نماز ادا کی اور نماز و تسبیح سے فارغ ہو کر آپؑ نے آسمان کی جانب ہاتھ بلند کر کے یہ دعا پڑھی: "الھی **کیف اعدوك وقد عصیتك و کیف لا ادعوك وقدعرفتك وحبك فی قلبی مکین مددت الیك یدا بالذنوب مملوة وعینا بالرجاء ممدودة...... الخ**

پروردگار میں تجھے کیسے پکاروں جب کہ میں تیری نافرمانی کرچکا ہوں اور میں تجھے کیسے نہ پکاروں جب کہ مجھے تیری معرفت حاصل ہے اور تیری محبت میرے دل میں جاگزیں ہے میں نے گناہوں سے بھرا ہوا ہاتھ تیری جانب پھیلایا ہے اور میں نے اس نگاہ کو تیرے لطف کی طرف متوجہ کیا جو امید سے لبریز ہے۔

پھر آپؑ نے سر سجدے میں رکھا اور سجدے میں آپؑ نے ایک سو مرتبہ الغفور کہا، بعد ازاں آپؑ نے سجدے سے سر اٹھایا اور وہاں سے چل دیئے میں بھی آپؑ کے پیچھے چلنے لگا، آپؑ بیابان میں تشریف لائے اور زمین پر ایک لکیر کھینچ کر مجھے فرمایا: "میرے آنے تک تم اس لکیر سے باہر نہ جانا۔"

میں رک گیا، آپؑ آگے چلے گئے۔ بیابان کا ماحول تھا اور رات تاریک تھی میں نے اپنے آپ سے کہا کہ میں نے یہ کیا کیا ہے، میں نے اس بیابان میں اپنے آقا و مولا کو تنہا چھوڑ دیا ہے جبکہ مولا کے دشمنوں سے پورا عرب بھرا ہوا ہے، اگر خدانخواستہ میرے مولا کو کوئی گزند پہنچی تو میں قیامت کے دن خدا اور رسولؐ کو کیا جواب دوں گا؟ ہائے افسوس مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ پھر میں نے عزم مصمم کیا کہ میں اس لکیر کی سرحد سے باہر نکل کر اپنے آقا و مولا کا پتا چلاؤں، اگرچہ میرا یہ عمل آپؑ کے فرمان کے مطابق نہیں ہے۔

چنانچہ عشق علیؑ کے جذبہ سے مجبور ہو کر میں لکیر سے باہر آیا اور بیابان میں انہیں ڈھونڈنے لگا۔ ایک جگہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ مولا ایک کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھے ہیں اور آپؑ نے اپنا چہرہ کنوئیں کی طرف کیا ہوا ہے اور آپؑ محوِ کلام ہیں اور کنوئیں سے بھی جواب آرہا ہے، جیسے ہی آپؑ نے میرے قدموں کی چاپ سنی تو فرمایا: "کون ہے؟"

میں نے عرض کی: "میثم ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "کیا میں نے تجھے اس خط کی سرحد میں رہنے کا حکم نہیں دیا تھا؟"

میں نے عرض کی: "مجھے آپؑ کے دشمنوں کا اندیشہ تھا اس لئے آپؑ

کو اس بیابان میں تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا اگر خدانخواستہ آپؑ کو کوئی گزند پہنچا تو میں اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکوں گا۔"

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: "تو نے میری گفتگو سنی ہے؟"

میں نے عرض کی: "مولا! صرف آواز سنی ہے مگر سمجھا کچھ نہیں۔"

آپؑ نے میری طرف رخ کر کے یہ اشعار پڑھے:

وجی الصدر لبانات
اذا ضاق لها صدری
نکت الارض بالکف
و ابدیت لها سری
فمهما شنبت الارض
فذاك النسبت من بذری

میرے دل میں بہت سے درد ہیں، جب میں افسردہ اور تنگ دل ہوتا ہوں تو اپنے ہاتھ سے زمین کو کھود لیتا ہوں اور اپنے دکھ درد زمین سے بیان کرتا ہوں اور انہیں اس میں چھپا دیتا ہوں۔

زمین سے جو گھاس برآمد ہوتی ہے تو اس کا بیج میں نے ڈالا ہوتا ہے یعنی اس کا بیج میری آہ اور سوزو گداز ہے۔

اکثر اوقات امیرالمؤمنین علیہ السلام مسجد سے فارغ ہو کر میثم کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؑ نے میثم سے فرمایا: "میثم! تجھے ایک خوشخبری سناؤں۔"

میثم نے کہا: "ضرور سنائیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "لوگ تجھے سولی پر لٹکائیں گے۔"

میثم نے کہا: "مولا! یہ بتائیں کیا اس دن میں فطرتِ اسلام اور عقیدہ و مذہب پر ثابت قدم ہوں گا؟"

آپؑ نے فرمایا: "جی ہاں۔"

مرحوم قاضی نوراللہ شوستریؒ اپنی کتاب مجالس المؤمنین کے صفحہ ۳۰۷ پر لکھتے ہیں کہ مولائے کائنات نے میثم سے فرمایا تھا: "میثم! اس دن تم کیا کرو گے جب عبیداللہ بن زیاد تمہیں مجھ سے بیزاری کے اعلان کرنے کا حکم دے گا؟"

میثم نے کہا: "مولا! میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔"

امیرالمؤمنینؑ نے فرمایا: "اگر تم ایسا نہ کرو گے تو وہ تجھے سولی پر لٹکا دے گا۔"

میثم نے کہا: "مولا! میں صبر کروں گا اور راہ خدا میں اس معمولی تکلیف کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔"

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: "اگر تم اس دن صابر اور ثابت قدم رہے تو قیامت کے دن تم میرے ساتھ ہو گے اور میرے درجہ میں ہو گے۔(۱)

جس دن کی مولا نے میثم کو خبر دی تھی آخرکار وہ دن آگیا، عبیداللہ بن زیاد نے میثم کو گرفتار کیا، اس ملعون کو ایک شخص نے کہا: "یہ علیؑ کے محبوب ترین اشخاص میں سے ایک ہے۔"

ابن زیاد نے ازراہ تمسخر کہا: "یہ عجمی علیؑ کا دوست ہے جو صحیح طرح

۱۔ اسی کتاب کی جلد اول میں ہم میثم کا علمی مقام لکھ چکے ہیں۔ اس طرف رجوع کریں۔

سے بات بھی نہیں کر سکتا۔"

درباریوں نے کہا: "جی ہاں۔"

ابن زیاد نے میثم سے پوچھا: "این ربك" تیرا رب کہاں ہے؟"

میثم نے فرمایا: "**بالمرصاد لکل ظالم وانت احد الظلمة**" میرا خدا ظالموں کی گھات میں ہے اور تو بھی ایک ظالم ہے۔"

ابن زیاد نے کہا: "علیؑ نے تجھے کیا خبر دی تھی کہ میں تجھ سے کیا سلوک کروں گا؟"

میثم نے فرمایا: "میرے آقا و مولا نے مجھے بتایا تھا تو مجھے سولی چڑھائے گا اور میری سولی دسویں نمبر پر ہو گی اور میری سولی کی لکڑی سب سے چھوٹی ہو گی اور زمین سے زیادہ قریب ہو گی۔"

ابن زیاد نے کہا: "علیؑ نے تجھے جو خبر دی ہے میں اسے جھوٹا کرونگا۔"

میثم نے کہا: "ایسا ناممکن ہے کیونکہ علیؑ نے جو کچھ کہا ہے انہوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر کہا ہے اور پیغمبرؐ نے جبرئیلؑ سے سن کر کہا اور جبرئیلؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہا۔ علیؑ کے فرمان کو جھوٹا کرنے کے لئے پیغمبر اسلامؐ اور جبرئیلؑ اور خدا کے کلام کو جھوٹا ثابت کرنا ہو گا اور ایسا ہونا ناممکن ہے۔ خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ کوفہ کے کس مقام پر مجھے صلیب دی جائے گی اور تاریخ اسلام میں میں پہلا شخص ہوں گا جس کے منہ میں لگام ڈالی جائے گی۔"

ابن زیاد نے انہیں زندان بھیج دیا، اس وقت قید خانے میں مختار بن ابو عبیدہ ثقفی بھی قید تھے۔

میثم نے مختار سے فرمایا: "تو رہا ہو جائے گا اور قاتلین امام حسینؑ سے تو انتقام لے گا اور میرے قاتل عبیداللہ بن زیاد کو تو قتل کرے گا۔"

ایک دن ابن زیاد نے امیر مختار کو قتل کرنے کے لئے زندان سے نکالا۔ ابن زیاد جلاد کو حکم دے چکا تھا کہ مختار کا سر قلم کردو کہ اتنے میں معلم عمیر یزید سے مختار کی رہائی کا پروانہ لے کر آ گیا اور مختار کو رہائی مل گئی۔ اس کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ میثم کو سولی پر چڑھا دیا جائے۔ چنانچہ عمرو بن حریث کے گھر کے سامنے انہیں شاخ خرما پر لٹکا دیا گیا اور ان کے ہاتھ پاؤں اور ریڑھ کی ہڈی میں میخیں مار دی گئیں۔

یہ منظر دیکھ کر عمرو بن حریث نے کہا: "خدا کی قسم! میثم نے کئی بار مجھ سے کہا تھا کہ میں عنقریب تمہارا ہمسایہ ہوں گا، میں یہ سمجھتا تھا کہ میثم میرے قریب ابن مسعود یا کسی اور کا مکان خرید کر میرا ہمسایہ بننا چاہتا ہے۔"

عمرو بن حریث نے اپنی کنیز کو حکم دیا کہ میثم کی صلیب کے نیچے جھاڑو پھیر اور اس جگہ کو اچھی طرح سے صاف کر۔

میثم سولی پر چڑھے تو لوگ ان کو دیکھنے کے لئے آئے۔ میثم نے سولی پر کھڑے ہو کر فضائل امیر المؤمنینؑ کی احادیث پڑھنی شروع کردیں اور فضائل علیؑ کے خطبات صلیب پر دیئے۔

حکومت کے مخبروں نے ابن زیاد کو اطلاع دی کہ میثم صلیب پر چڑھ کر فضائل علیؑ کی نشر و اشاعت کر رہا ہے اور اگر یہ سلسلہ بند نہ ہوا تو کوفہ میں انقلاب آجائے گا اور تیرا ٹھکانہ یہاں نہیں ہوگا۔

اس وقت ابن زیاد لعین نے حکم دیا کہ اس کے منہ میں جا کر لگام ڈالو

تاکہ یہ بول نہ سکے۔ تیسرے دن میثم کے جسم پر نیزہ مارا گیا اور شام کے وقت ان کے دماغ اور منہ سے خون جاری ہوا اور انہوں نے صلیب پر جان دیدی۔

میثم کی لاش صلیب پر لٹکی ہوئی تھی اور رات کے وقت کچھ پہرہ دار ان کی صلیب سے کچھ فاصلے پر آگ جلا کر لاش پر پہرہ دے رہے تھے۔

سات خرما فروشوں نے آپس میں اجتماع کیا کہ میثم کی لاش کو کسی طرح سے وہاں سے نکال کر دفن کرنا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھایا اور صلیب سمیت میثم کی لاش کو اٹھا کر چل دیئے۔ میثم کی لاش کو انہوں نے صلیب سے اتارا اور بنی مراد کی ایک نہر میں انہوں نے میثم کی لاش کو دفن کر کے پانی جاری کر دیا اور چوب دار کو ویرانہ میں پھینک دیا۔ صبح ہوئی تو پہرہ داروں نے دیکھا کہ میثم کی لاش موجود نہیں ہے، انہوں نے اس کو بہت تلاش کیا لیکن انہیں میثم کی لاش کا کوئی پتا نہ چل سکا۔(۱)

آخری سانس تک نصرتِ حق کرنے والے

حضرت حجر بن عدی پیغمبر خداؐ کے جلیل القدر صحابی تھے، وہ صائم النہار اور قائم اللیل شخص تھے، ان کے زہد و تقویٰ کی وجہ سے لوگ انہیں "حجر الخیر" کہا کرتے تھے، ان کے متعلق مشہور ہے کہ وہ دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور مستجاب الدعوات انسان تھے، اللہ تعالیٰ سے وہ جو بھی درخواست کرتے تھے، خداوند کریم ان کی دعا کو رد نہیں کرتا تھا۔

۱۔ زندگی میثم کے یہ حالات مجالس المؤمنین جلد۱، ص ۳۰۷، ارشاد مفید طبع اصفہان ص ۱۱۲ اور نفس المہموم ص ۸۰ سے نقل کئے گئے۔

اہلیان کوفہ کہا کرتے تھے کہ کوفہ پر جو پہلی خواری آئی وہ امام حسنؑ مجتبیٰ کی شہادت اور حجر بن عدی کی شہادت اور معاویہ کا مجہول النسب زیاد کو اپنا بھائی قرار دینا تھا۔

۵۱ھ میں حجر نے شہادت پائی، کیفیت شہادت یہ ہے کہ معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا، وہ بدبخت منبر پر بیٹھ کر علیؑ اور شیعان علیؑ کو ردبد کہتا تھا اور قاتلینِ عثمان پر لعنت کرتا اور عثمان اور بنی امیہ کے لئے مغفرت طلب کرتا۔

حجر بن عدی جس کی ہر رگ میں علی علیہ السلام کی محبت بھری ہوئی تھی اور ان کے دل میں علیؑ کی محبت شیر مادر کی طرح گردش کیا کرتی تھی، وہ خاموش نہ رہ سکتے تھے وہ کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ آیت پڑھا کرتے تھے :

"یاایها الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شهداء لله ولو علی انفسکم."

اے ایمان والو! حق و انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے ہو اگرچہ تمہیں سچی گواہی اپنے خلاف ہی کیوں نہ دینی پڑے۔

یہ آیت پڑھنے کے بعد حجر کہا کرتے تھے : "مغیرہ! میں گواہی دیتا ہوں جس کا تو شکوہ کر رہا ہے تو قابل تکریم شخصیت ہے اور جس کی تو صفت و ثناء کر رہا ہے وہ ملامت و سرزنش کے لائق ہے۔"

کافی عرصہ اس طرح سے گزرا ایک دن مغیرہ نے بے حیائی کی تمام حدود پار کرتے ہوئے جمعہ کے خطبے میں امیرالمؤمنین علیہ السلام کو ناسزا کہا اور مولائے کائنات پر لعنت کی۔

حجر بن عدی یہ سب کچھ برداشت نہ کرسکے غیرت ایمانی سے معمور

ہو کر نعرۂ مستانہ بلند کر کے فرمایا: "ملعون! اپنی زبان پر قابو رکھ، علیؑ نفس رسولؐ اور زوج بتول ہیں، علیؑ اول المؤمنین ہیں، لعنت کا حقدار تو اور تیرا امیر ہے۔"

۵۰ھ میں مغیرہ ہلاک ہوا، معاویہ نے کوفہ و بصرہ کا گورنر زیاد بن ابیہ کو مقرر کیا، زیاد کوفہ آیا۔ کسی زمانے میں اس کے حجر سے اچھے تعلقات تھے اس نے حجر سے کہا: "مجھے معلوم ہے کہ مغیرہ کے ساتھ تیری کیا گفتگو ہوا کرتی تھی اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ صبر و تحمل سے کام لیتا تھا لیکن اب تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ میں اپنے پیش رو کی طرح صبر نہیں کروں گا اور میرے دل میں جو پہلے علیؑ اور علیؑ کی اولاد کی محبت موجود تھی وہ محبت میرے دل سے نکل چکی ہے اور قبل ازیں میرے دل میں آل ابوسفیان کی جو عداوت تھی وہ عداوت اب محبت میں تبدیل ہوچکی ہے۔ لہذا میں تمہیں متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے آئیندہ شکوہ کا موقع نہیں ملنا چاہئے۔"

حجر نے کہا: "زیاد! میں نہ تو مفسد ہوں اور نہ ہی باغی و سرکش ہوں، میں فساد کو سخت ناپسند کرتا ہوں البتہ میں تجھ سے امید کرتا ہوں کہ تو بھی امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے متعلق بدزبانی نہیں کرے گا۔

زیاد گرمیاں کوفہ میں بسر کرتا تھا اور سردیاں بصرہ میں بسر کرتا تھا، جب زیاد بصرہ روانہ ہوتا تھا تو عمرو بن حریث کو کوفہ میں اپنا قائم مقام بنا کر جاتا تھا اور جب وہ کوفہ میں ہوتا تو بصرہ میں سمرہ بن جندب کو اپنا نائب مقرر کیا کرتا تھا۔

شیعان امیرالمؤمنینؑ حجر بن عدی کے پاس جمع ہوتے تھے اور اس سے

تعلیم حاصل کرتے تھے اور حجر مسجد میں بیٹھ کر انہیں دین و ایمان کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ مسجد سارا دن شیعان حیدر کرار سے بھری رہتی تھی۔

عمرو بن حریث کو اس کے مخبر لحہ لحہ کی اطلاع فراہم کیا کرتے تھے، مخبروں نے عمرو بن حریث کو اطلاع دی کہ مسجد میں معاویہ کی بدگوئی کی جاتی ہے اور اسے سخت ست کہا جاتا ہے۔

عمرو بن حریث مسجد میں آیا اور حکومت کی فرماں برداری کی ترغیب دی اور مخالفت سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔

اس کی تقریر سن کر حجر کے چند ساتھی کھڑے ہوگئے اور کہا: "تم نے بھی خوب کہی، جس گروہ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں باغی کہہ کر گئے تھے ہم اس کی اطاعت کریں، جس کے حکم سے ہزاروں بے گناہ افراد کا خون بہایا گیا ہے ہم اس کی فرماں برداری کریں۔"

عمرو بن حریث نے مجمع کے جوش کو دیکھا تو منبر سے اترا اور دارالامارہ میں چلا گیا اور دارالامارہ کے دروازے بند کر دیئے اور زیاد کو خط لکھ کر تمام حالات سے مطلع کیا۔

زیاد کوفہ آیا تو اس نے دیکھا کہ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے اور حضرت حجر انہیں مسائل حلال و حرام سے آگاہ کر رہے ہیں۔

زیاد نے ہر قبیلے کے سردار کو طلب کیا اور کہا: "تم لوگ اپنے قبیلوں کے نوجوانوں کو حجر بن عدی کے پاس سے اٹھا کر لے جاؤ ورنہ میں تم سب کو گرفتار کر کے سخت سزا دوں گا۔"

تمام قبائل کے سردار اپنے قبیلے کے نوجوانوں کو اپنے ساتھ لے گئے

اور حجر کے پاس تھوڑے سے افراد رہ گئے۔

زیاد نے اپنے پولیس افسر کو جس کا نام شداد تھا، حکم دیا کہ حجر کو گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ۔

حجر کے ساتھیوں نے مزاحمت کا ارادہ کیا تو حضرت حجر نے فرمایا: "تم لوگ مزاحمت نہ کرو، اس دن کی اطلاع مجھے امیرالمؤمنین علیہ السلام نے بہت پہلے کردی تھی جس دن ابن ملجم لعین نے آپؑ کو ضرب ماری تھی تو میں ان کی عیادت کرنے ان کے بیت الشرف گیا تھا تو میں نے اپنے آقا و مولا کو زخمی حالت میں دیکھا تو میں نے یہ شعر پڑھا تھا۔

فیا اسفی علی المولا التقی

ابی الاطهار حیدرة الزکی

ہائے مجھے مولائے متقیان پر افسوس ہے مجھے طیب و طاہر حیدر پر افسوس ہے جو کہ پاک وپاکیزہ نسل کا باپ ہے۔

اس وقت میرے آقا و مولا نے مجھے فرمایا تھا کہ تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تمہیں مجھ سے بیزاری کرنے کے لئے کہا جائے گا؟

میں نے عرض کی تھی خدا کی قسم میں ایسا ہرگز نہ کروں گا۔ **ولو قطعت بالسیف اربا اربا و اخرم لی النار والقیت فیها لاثرت ذلك علی البرأة منك.**

مجھے اگر تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے اور آگ جلا کر مجھے اس میں جلا دیا جائے تو میں تلوار اور آگ کو پسند کروں گا لیکن آپؑ سے بیزاری پسند نہیں کروں گا۔

زیاد بن ابیہ نے حجر سے کہا: "تو ابو تراب کے متعلق کیا کہتا ہے؟"

حجر نے کہا: "میں ابو تراب کو نہیں جانتا۔"

زیاد نے کہا: "کیا تو علی ابن ابی طالبؑ کو نہیں پہچانتا؟"

حجر نے کہا: "میں انہیں جانتا ہوں۔"

زیاد نے کہا: "وہی تو ابو تراب ہے۔"

حجر بن عدی نے کہا: "مگر وہ تو ابوالحسنؑ اور ابوالحسینؑ ہیں۔"

پولیس افسر نے کہا: "امیر کہتا ہے کہ وہ ابو تراب ہے اور تو کہتا ہے کہ وہ ابوالحسنؑ ہے۔

حجر نے کہا: "اگر امیر جھوٹ بولے تو کیا میں بھی جھوٹ بولوں؟"

زیاد نے کہا: "لکڑی لے آؤ اور پھر کہا اب کہو تم علیؑ کے متعلق کیا کہتے ہو؟"

زیاد نے کہا: "اسے مارو پیٹو۔"

حجر کو بہت زیادہ زدو کوب کیا گیا، بے ہوش ہو کر زمین پر گرے، جب ہوش میں آئے تو زیاد نے کہا: "اب بتاؤ علیؑ کے متعلق کیا کہتے ہو؟"

حجر نے کہا: "میں نے جو کچھ پہلے کہا ہے اس کے علاوہ تم مجھ سے اور کچھ نہیں سن سکو گے۔"

زیاد نے کہا: "تو علیؑ پر لعنت کر ورنہ میں تجھے قتل کردوں گا۔"

حجر نے کہا: "اگر قتل ہونے سے میرا دین بچ سکتا ہے تو میں اس پر راضی ہوں لیکن تم بھی یاد رکھو میرے قتل کی وجہ سے تم بھی ہمیشہ کے لئے بدبخت اور شقی بن جاؤ گے۔"

زیاد نے انہیں طوق و زنجیر میں مقید کر کے زندان بھیج دیا اور کہا کہ اس کے باقی دوستوں کو گرفتار کرو۔ بارہ دیگر افراد کو بھی قید کرلیا گیا۔ زیاد نے سردارانِ قبائل کو جمع کر کے کہا کہ تم اس کے خلاف اپنی گواہی تحریر کرو۔ چنانچہ بنی امیہ سے انعام و اکرام حاصل کرنے والوں نے لکھا کہ وہ گواہی دیتے ہیں کہ حجر لوگوں کو اپنے پاس جمع کرتا ہے اور خلیفہ کو گالیاں دیتا ہے اور زیاد کو حرام زادہ کہتا ہے اور علیؑ سے محبت کرتا ہے اور جن لوگوں نے علیؑ سے جنگ کی ہے ان سے برأت کرتا ہے۔

زیاد نے یہ گواہی پڑھ کر کہا کہ اتنی گواہی کافی نہیں ہے اس سے بہتر گواہی کی ضرورت ہے۔

چنانچہ ابو موسیٰ اشعری کے بیٹے ابوبردہ نے لکھا کہ ابوبردہ خدا کی رضا کے لئے گواہی دیتا ہے کہ حجر بن عدی نے خلیفہ کے احکام کی خلاف ورزی کی ہے اور شہر میں شورش بپا کی ہے اور شہر کے بہت سے بے گناہ لوگوں کو اس نے قتل کیا ہے اور خلیفہ پر لعنت کرتا ہے اور ایک بڑی تعداد جمع کر کے معاویہ کے خلاف جنگ کی تیاری میں مصروف ہے اور خدا کے متعلق اس نے کفر کیا۔

زیاد نے اس گواہی کو پسند کیا اور لوگوں سے کہا کہ وہ بھی اسی قسم کی گواہی تحریر کریں۔ ستر ہوا خواہانِ بنی امیہ نے اس طرح کی گواہی تحریر کی۔

حجر بن عدی اور ان کے ساتھی دس دن تک کوفہ کے زندان میں مقید رہے۔ گیارہویں دن قیدیوں کو فوجی دستہ کی نگہبانی میں شام بھیجا گیا۔ ان بے گناہ قیدیوں میں ایک قیدی کا نام قبیصہ بن ضبیعہ تھا اور اس کا گھر کوفہ کے قریب مقام جبانہ میں تھا، جب قیدیوں کا قافلہ اس کے گھر کے پاس سے گزرا

تو اس نے دیکھا کہ اس کی بیٹیاں چھت پر چڑھ کر قیدیوں کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھ رہی تھیں۔

قبیعہ نے کہا: "مجھے میرے گھر کے قریب لے چلو میں اپنی بیٹیوں کو تسلی دینا چاہتا ہوں۔"

جب بے گناہ قیدی طوق و زنجیر پہنے ہوئے اپنے مکان کے نیچے پہنچا تو بیٹیوں میں کہرام مچ گیا۔

جب معصوم بیٹیاں اچھی طرح سے گریہ کر چکیں تو قبیعہ نے اپنی بیٹیوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: "خدا سے ڈرو اور صبر کرو اس راہ میں دو میں سے ایک سعادت میری منتظر ہے یا تو میں شہید کر دیا جاؤں گا اور یہ میرے لئے معراج سعادت ہے اور میں مدت دراز سے شہادت کا خواہش مند ہوں۔ یا پھر میں آزاد ہو کر واپس آجاؤں گا۔ خدا تمام جہانوں کا رازق ہے اور تمہاری تمام ضروریات کا وہی کفیل ہے، وہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی اور میں اپنے خدا سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ تمہیں ضائع نہ ہونے دے گا اور میری بھی حفاظت کرے گا۔"

بیٹیوں نے رو رو کر اپنے باپ کی سلامتی کی دعائیں کیں اور اشک بار آنکھوں سے اسے الوداع کیا۔

حجر اور اس کے ساتھیوں کو شام سے بارہ میل کے فاصلے پر "مرج عذرا" نامی مقام پر روک دیا گیا اور ایک قاصد معاویہ کے پاس گیا اور قیدیوں کے آنے کی اطلاع دی۔ معاویہ نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

یزید بن اسد بجلی نے کہا: "قیدیوں کو شام کے اطراف میں پراگندہ کر دیا جائے، اہل شام کا رویہ انہیں خود بخود درست کر دے گا۔"

چند شامی مشیروں کی سفارش پر حجر کے چھ ساتھیوں کو رہائی ملی۔

معاویہ نے اپنے چند ساتھی باقی قیدیوں کے پاس بھیجے کہ وہ علیؑ سے اظہار بیزاری یا قتل ہونے میں سے ایک چیز کا انتخاب کریں۔

معاویہ کے فرستادہ افراد شام کے وقت وہاں آئے ان میں ایک شخص کانا تھا اسے دیکھ کر حجر بن عدی کے ایک ساتھی کریم بن عفیف خثعمی نے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ ہم میں سے آدھے افراد بچ جائیں گے اور آدھے شہید کر دیئے جائیں گے۔

چھ افراد کو رہا کر دیا گیا، باقی آٹھ افراد سے کہا گیا کہ تمہارے شہر کے لوگوں نے تمہارے خلاف گواہی تحریر کی ہے جس کے تحت تمہارا خون مباح ہو چکا ہے، اس کے باوجود اگر تم علیؑ سے اظہار بیزاری کرو تو تمہیں معاف کر دیا جائے گا۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اپنے آپ کو قتل کے لئے آمادہ کر لو۔

سب مجاہدین نے بغیر کسی شک و تردد کے بیک زبان ہو کر کہا: "ہم مولائے کائنات سے بیزاری نہیں کریں گے۔"

پھر تمام رات قیدی نماز و مناجات میں مصروف رہے۔ معاویہ کے نمائندوں نے کہا: "تم نے تمام رات عبادت خدا میں بسر کی ہے تم انتہائی نیک لوگ ہو لیکن یہ بتاؤ کہ عثمان کے متعلق تمہارا نظریہ کیا ہے؟"

قیدیوں نے جواب دیا: "سب سے پہلے ظلم کی بنیاد اسی نے رکھی اور اپنے خاندان کو امت اسلامیہ کی گردن پر سوار کیا اور مسلمانوں کے بیت المال کو

بے دریغ خاندان مروان میں تقسیم کیا۔"

یہ جواب سن کر معاویہ کے نمائندوں نے کہا: "واقعی معاویہ تمہیں بہتر طور پر پہچانتا ہے۔"

مظلوم قیدیوں سے کہا گیا کہ اب تم مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ لیکن ہم تمہیں آخری موقع دیتے ہیں اگر علیؑ سے بیزاری کا اعلان کردو تو تمہاری زندگی محفوظ رہ سکتی ہے۔

خدا پرست قیدیوں نے جواب دیا: "یہ ایک جان ہے ہمارے پاس ہزاروں جانیں ہوتیں تو بھی علیؑ پر نثار تھیں۔ تم نے جو کچھ کرنا ہے جلد کرو۔"

قیدیوں کو کفن پہنا دیئے گئے، حضرت حجر نے جلاد سے کہا کہ مجھے وضو کرنے دو۔ اجازت ملی۔

انہوں نے وضو کے بعد فرمایا: "میری پوری زندگی کا معمول رہا ہے کہ میں نے جب بھی وضو کیا تو اس کے بعد دو رکعت نماز ضرور پڑھی۔"

پھر انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا: "خدا جانتا ہے اس نماز سے زیادہ مختصر نماز میں نے زندگی میں کبھی نہیں پڑھی۔ نماز میں نے اس لئے مختصر پڑھی کہ تم یہ نہ کہو کہ موت کے خوف سے طویل نماز پڑھی ہے۔"

جلاد نے تلوار لہرائی تو حجر کے جسم پر لرزہ طاری ہوا۔ جلاد نے ہنس کر کہا: "تو کہتا تھا کہ موت سے نہیں ڈرتا اب لرز کیوں رہا ہے؟"

حجر نے فرمایا: "اس تلوار اور کفن اور قبر کو دیکھ کر کون خوفزدہ نہیں ہوتا؟ لیکن یاد رکھو میں اس عالم میں بھی ایسی بات نہیں کروں گا جس سے خدا ناراض ہو جائے۔"

پھر انہوں نے فرمایا: "میری آخری وصیت یہ ہے کہ قتل کے بعد میرے طوق و زنجیر نہ اتارے جائیں اور مجھے غسل میت نہ دیا جائے، میں چاہتا ہوں کہ اسی عالم میں قیامت کے روز معاویہ سے ملاقات کروں۔"

حضرت حجر بن عدی کے بعد ان کے ایک ایک ساتھی کو بے دردی سے قتل کیا گیا اور مقتولین میں حضرت قبیعہ بھی شامل تھے جن کی بیٹیاں ان کے لئے چشم براہ تھیں۔

چھ افراد شہید ہوگئے باقی دو افراد نے کہا: "تم ہمیں معاویہ کے پاس لے جاؤ۔"

ان دو میں سے ایک کا نام کریم بن عفیف تھا، اس نے معاویہ سے کہا: "کچھ تو خدا کا خوف کر قیامت کے دن ان بے گناہوں کے خون کا تو کیا جواب دے گا؟"

معاویہ نے کہا: "علیؑ کے متعلق تو کیا کہتا ہے؟"

اس نے کہا: "علیؑ کے متعلق میں وہی کچھ کہتا ہوں جو کچھ تو علیؑ کو اپنے دل کی گہرائیوں میں کہتا ہے۔"

معاویہ نے کہا: "علیؑ سے بیزاری اختیار کر۔"

اس نے سر جھکایا اور کوئی جواب نہ دیا۔

حاضرین میں سے ایک نے اس کی سفارش کی تو معاویہ نے کہا: "یہ ایک ماہ قید میں رہے گا، پھر ہم اسے اس شرط پر رہائی دیں گے کہ یہ زندگی بھر دوبارہ اپنے وطن نہ جائے گا۔"

دوسرا شخص عبدالرحمٰن بن حسان تھا، معاویہ نے اس سے کہا: "علیؑ

کے متعلق تیرا عقیدہ کیا ہے؟"

اس نے قلب محکم سے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ علی ہمیشہ ذکر پروردگار میں مشغول رہتے تھے، وہ ہمیشہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہے، علیؑ جواں مرد تھے، علیؑ کریم تھے۔"

معاویہ نے کہا: "تم عثمان کے متعلق کیا کہتے ہو؟"

عبدالرحمٰن نے بڑے پر اعتماد لہجے میں کہا: "عثمان پہلا شخص ہے جس نے ظلم و ستم کی بنیاد رکھی، اس نے مسلمانوں کے لئے حق و حقیقت کے راستوں کو بند کردیا تھا۔"

معاویہ نے کہا: "تم نے یہ الفاظ کہہ کر اپنا خون مباح کردیا ہے۔"

عبدالرحمٰن نے کہا: "معاویہ تو نے غلط سمجھا، تو نے میرا خون مباح نہیں کیا بلکہ میں نے تیرے خون کو مباح کردیا ہے۔"

معاویہ نے زیاد کے نام خط لکھا: "تو نے جو قیدی شام بھیجے تھے ان سب قیدیوں میں سے یہ قیدی زیادہ خطرناک ہے، میں اسے دوبارہ تیرے پاس کوفہ بھیج رہا ہوں اور تجھے حکم دیتا ہوں کہ اسے بدترین طریقے سے قتل کرو۔"

عبدالرحمٰن کو دوبارہ زیاد کے پاس لایا گیا اس ملعون نے انہیں زندہ دفن کرادیا اور یوں راہ حق کے شہیدوں کی تعداد سات ہوگئی۔ (رضوان اللہ علیہم)۔(۱)

سعید بن جُبیرؒ اور حجاج ملعون

سعید بن جبیر مشہور تابعی تھے۔ انہوں نے مولائے کائنات اور ابن

۱۔ انتخاب و نقل از تاریخ طبری جلد چہارم، نفس المہموم ص ۱۹۲۔

عباس سے کسب فیض کیا تھا اور ان کا شمار امیرالمؤمنینؑ کے مشہور اصحاب میں ہوتا تھا۔ حجاج بن یوسف ثقفی کے ظلم و ستم سے انہوں نے روپوشی اختیار کرلی تھی۔

ایک مرتبہ حجاج کے سامنے ان کا ذکر چھڑا تو حجاج نے کہا: "میں چاہتا ہوں کہ اسے میرے سامنے پیش کیا جائے۔"

ایک شامی کی سرکردگی میں چند افراد کو ان کی تلاش کے لئے روانہ کیا گیا۔ حجاج کے سپاہی ایک راہب کی خانقاہ میں آئے اور اس سے سعید کے متعلق دریافت کیا۔

راہب نے کہا: "میں اسے ذاتی طور پر نہیں پہچانتا تم اس کی شکل و صورت بیان کرو اگر میں نے انہیں دیکھا ہوگا تو تمہیں بتادوں گا۔"

حجاج کے سپاہیوں نے اس کے سامنے جناب سعید کا حلیہ بیان کیا، اتفاقاً راہب نے انہیں دیکھا ہوا تھا اس نے ان کی جائے رہائش بتادی۔ جب سپاہی حضرت سعید کے مکان میں داخل ہوئے تو انہیں حالتِ سجدہ میں دیکھا اور انہیں پروردگار جہاں سے مصروف مناجات پایا۔

حضرت سعید نے نماز مکمل کی تو سپاہیوں نے کہا: "ہم تمہیں گرفتار کرنے آئے ہیں۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "کیا میرا تمہارے ساتھ جانا ضروری ہے؟"

سپاہیوں نے کہا: "جی ہاں! ہم آپ کو لئے بغیر نہیں جائیں گے۔"

حضرت سعید نے رب العزت کی ثناء کی اور رسول مقبولؐ پر درود پڑھی اور سپاہیوں کے ساتھ چل پڑے اور راہب کی خانقاہ پر آئے۔

راہب نے سپاہیوں سے پوچھا: "تمہیں تمہارا مطلوبہ شخص مل گیا؟"

سپاہیوں نے کہا: "جی ہاں۔"

رات ہونے لگی تو راہب نے کہا: "تم سب کی سلامتی اسی میں ہے کہ تم لوگ یہ رات اس خانقاہ میں بسر کرو، رات ہوتے ہی جنگل سے نر و مادہ شیر یہاں آتے ہیں وہ بڑے خطرناک ہیں اس لئے اگر تمہیں اپنی سلامتی مطلوب ہے تو اندر آجاؤ، وقت کم ہے کچھ دیر بعد شیر یہاں آجائیں گے۔"

سپاہیوں نے سعید سے کہا: "آؤ آج رات اس خانقاہ میں بسر کریں۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "میں ایک غیر مسلم کی خانقاہ کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔"

سپاہیوں نے پھر کہا: "باہر شیروں کا اندیشہ ہے، لہذا آپ وقت ضائع کئے بغیر خانقاہ میں داخل ہو جائیں۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "کوئی بات نہیں میں خدا سے پناہ طلب کروں گا اور وہی میری حفاظت فرمائے گا۔"

سپاہیوں نے کہا: "تو پھر آپ قسم کھائیں کہ آپ رات کو یہاں سے فرار نہیں کریں گے۔"

حضرت سعید نے قسم کھا کر کہا: "میں کہیں جاؤں گا۔"

راہب نے سپاہیوں کو آواز دے کر کہا: "بس تم لوگ جلدی سے اندر آجاؤ اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دو یہ مضبوط دل گردے کا مالک ہے وہ میری خانقاہ میں نہیں آئے گا۔"

سپاہی خانقاہ میں داخل ہو گئے اور دروازے بند کر دیئے اور خانقاہ کے دریچوں سے سعید کو دیکھتے رہے، چاندنی رات تھی، جیسے ہی رات کا ایک حصہ

گزرا تو سپاہیوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ شیرنی دور سے آرہی ہے انہیں یقین ہو گیا کہ سعید چند لمحات کے بعد اس جانور کے ہاتھوں قتل ہو جائے گا۔

جب شیرنی نے سعید کو دیکھا تو ادب سے ان کے قدموں سے لپٹ گئی اور اپنی دم زمین پر مارنے لگی، حضرت سعید اس کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگے اور وہ سعید کے قریب زمین پر لیٹ گئی۔ پھر کچھ دیر بعد نر شیر آیا اس نے بھی اپنی مادہ کی طرح سے سعید کے قدموں پر اپنا منہ رکھا اور سعید کے دوسری جانب لیٹ گیا۔ پھر صبح صادق کے وقت شیروں کا جوڑا وہاں سے چلا گیا۔

جیسے ہی دن طلوع ہوا تو راہب اپنی خانقاہ سے باہر آیا اور آتے ہی حضرت سعید سے دین اسلام کے احکام و خصوصیات دریافت کرنے لگا۔

حضرت سعید نے پوری تفصیل اور وضاحت سے اس کے تمام سوالات کے جولبات دیئے۔

راہب فوراً مسلمان ہو گیا اور حجاج کے سپاہی بھی ان کی اس کرامت سے متاثر ہوئے اور کہا: "ہم نے حجاج کے سامنے قسم کھا کر کہا تھا کہ اگر ہم نے سعید پر قابو پانے کے بعد اسے چھوڑا تو ہماری بیویوں کو طلاق ہو گی اور ہمارے غلام آزاد ہوں گے لیکن ہم آپ کی شخصیت سے متاثر ہیں اگر آپ کا ارادہ ہو تو ہم آپ کو آزاد کر دیتے ہیں۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "نہیں تمہیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور تقدیر کے لکھے کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔"

سپاہی انہیں لے کر واسط شہر پہنچے تو حضرت سعید نے کہا: "ممکن ہے کہ آج رات میری زندگی کی آخری رات ثابت ہو، تم آج رات مجھے میرے

حال پر چھوڑ دو میں یہ رات اپنے پروردگار سے مناجات میں بسر کرنا چاہتا ہوں۔"

سپاہیوں نے اجازت دی۔ آپ نے اپنے پیراہن کو دھویا اور غسل کر کے مناجات میں مصروف ہو گئے، یوں پوری رات انہوں نے عبادت الٰہی میں بسر کی، صبح ہوئی تو حضرت سعید اٹھ کر خود سپاہیوں کے پاس گئے اور سپاہی انہیں اپنے ساتھ حجاج کے دربار میں لے گئے۔

دربان دوڑتا ہوا حجاج کے پاس گیا اور کہا: "تمہیں مبارک ہو سعید گرفتار ہو کر آ گیا۔"

حضرت سعید حجاج کے سامنے پیش ہوئے تو اس ملعون نے کہا: "تیرا نام کیا ہے؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "میرا نام سعید بن جبیر ہے۔"

حجاج نے کہا: "نہیں بلکہ تیرا نام شقی بن کسیر ہے۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "میری ماں میرے نام سے تجھ سے زیادہ واقف تھیں۔"

حجاج نے کہا: "تو اور تیری ماں دونوں شقی و بدبخت ہیں۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "شقاوت و سعادت کا تعلق علم و غیب سے ہے۔ تجھے کب سے علم غیب عطا ہوا ہے؟"

حجاج نے کہا: "میں تیری دنیا کو تاریک بنادوں گا۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "اگر مجھے تیری اس قدرت کا پتہ ہوتا تو میں تجھے خدا مان لیتا۔"

حجاج نے کہا: "تیرا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کیا عقیدہ ہے؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "وہ پیغمبر رحمتؐ ہیں۔"

حجاج نے کہا: "تو ابوبکر و عمر کے متعلق کیا کہتا ہے، کیا وہ جنتی ہیں یا دوزخی ہیں؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "اگر میں بذات خود جنت یا جہنم میں سے کسی ایک میں گیا ہوتا تو تجھے ان کے متعلق خبر دیتا، ابھی تک تو میں جنت و جہنم میں سے کسی میں داخل نہیں ہوا مجھے ان کے انجام کی کیا خبر ہے؟"

حجاج نے کہا: "خلفاء کے متعلق تیرا عقیدہ کیا ہے؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "میں کسی کا وکیل صفائی نہیں ہوں۔"

حجاج نے کہا: "خلفاء میں سے تجھے سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "مجھے وہی زیادہ پیارا ہے جو اپنے خدا کو زیادہ پیارا ہے۔"

حجاج نے کہا: "تو پروردگار کس سے زیادہ راضی ہے؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "اللہ ان کے ظاہر و باطن سے باخبر ہے اور ان کے قلبی کیفیات بھی اس سے مخفی نہیں ہیں۔"

حجاج نے غصے میں آ کر کہا: "معلوم ہوتا ہے کہ تو میری کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہتا اور تو میری کسی بات کی تصدیق کرنا پسند نہیں کرتا۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "مجھے تیری تصدیق و تکذیب کا کوئی شوق نہیں ہے۔"

حجاج نے کہا: "اچھا یہ بتا کہ تو میرے متعلق کیا نظریہ رکھتا ہے؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "میں تجھے عادل اور قاسط جانتا ہوں۔"

حاضرین نے تعجب سے سعید کی یہ بات سنی کہ سعید حجاج کو ان الفاظ سے کس طرح منسوب کر رہا ہے؟

حجاج نے حاضرین سے کہا کہ تم لوگ کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ رہو یہ مجھے صاحب عدل و انصاف نہیں جانتا، یہ ان الفاظ سے مجھے ظالم و مشرک کہہ رہا ہے کیونکہ قرآن مجید کی آیت ہے: "**واما القاسطون فکانوا لجهنم حطبا** یعنی ظلم کرنے والے دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔ **ثم الذین کفروا بربهم بعدلون** یعنی پھر وہ لوگ جو کافر ہیں وہ اپنے رب سے اوروں کو ملاتے ہیں۔"

پھر اس نے سعید کی طرف منہ کر کے کہا: "اس معنی و مطلب پر تو کیوں نہیں ہنسا؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "آب و گل سے پیدا ہونے والا کیوں کر ہنسے ممکن ہے دوزخ کی آگ اس کو نابود کر دے۔"

حجاج نے کہا: "تو بتاؤ پھر ہم کیوں ہنستے ہیں؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "سارے انسان یکساں طبیعت کے مالک نہیں ہیں۔"

پھر حجاج نے بیت المال کے خازن کو حکم دیا کہ وہ بیت المال سے ہیرے جواہرات ایک تھالی میں بھر کر لائے۔

ہیرے جواہرات پیش ہوئے تو حضرت سعید نے فرمایا: "حجاج اگر تو اس دولت سے آخرت خریدنا چاہتا ہے تو انہیں فقراء و مساکین میں تقسیم

کر دے اور یاد رکھ یوم آخرت بڑا سخت ہے اس دن ماؤں کو اپنے شیر خوار بچے تک کا ہوش نہیں ہو گا۔"

پھر حجاج نے کہا: "موسیقی کے آلات پیش کئے جائیں۔"

حضرت سعید ان آلات کو دیکھ کر رو دیئے۔

حجاج نے کہا: "سعید! بتا تو میرے ہاتھوں کس طرح کی موت مرنا پسند کرتا ہے؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "جس طرح کی موت قیامت کے دن تو میرے ہاتھ سے مرنا پسند کرے کیونکہ تو جس طرح سے مجھے قتل کرے گا میں قیامت کے دن اسی طرح سے تجھے قتل کروں گا، خدا نے بدلہ کے لئے یوم آخرت مقرر کیا ہوا ہے۔"

حجاج نے کہا: "اگر تو چاہے تو میں تجھے معاف بھی کر سکتا ہوں۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "معافی کی درخواست میں اپنے خدا سے کروں گا تجھ جیسے شخص سے میں کبھی معافی کی درخواست نہیں کروں گا۔"

حجاج نے چیخ کر کہا: "میں تجھے پارہ پارہ کر دوں گا اور تیرے جسم کے ایک ایک بند کو علیحدہ کر دوں گا۔"

حضرت سعید نے فرمایا: "اس طرح سے تو میری فانی دنیا تباہ کرے گا اور میں تیری جاودانی دنیا تباہ و برباد کروں گا۔"

حجاج نے کہا: "اسے لے جاؤ اور قتل کر دو۔"

یہ سن کر حضرت سعید زور سے ہنسنے لگے۔

حجاج نے کہا: "ہنستے کس لئے ہو؟"

حضرت سعید نے فرمایا: "میں تیرا کردار دیکھتا ہوں اور اپنے پروردگار کا حلم دیکھتا ہوں تو مجھے ہنسی آجاتی ہے۔"

سعید موت کے لئے تیار ہوگئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کہا:

"**انی وجهت وجهی للذی فطرالسماوات والارض حنیفا مسلما وما انا من المشرکین**" یعنی میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف متوجہ کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا میں سارے علائق دنیا سے کٹ چکا ہوں اور اس کا فرماں بردار ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔"

حجاج نے کہا: "اس کا چہرہ قبلہ سے موڑ دو۔"

جلاد نے جیسے ہی ان کا چہرہ قبلہ سے موڑا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: "**اینما تولوا فثم وجه الله**" یعنی تم جدھر بھی رخ کرو ادھر خدا کا چہرہ موجود ہے۔"

یہ آیت سن کر حجاج کو زیادہ غصہ آیا اور ملعون نے حکم دیا کہ انہیں زمین پر لٹادیا جائے۔

حضرت سعید جیسے ہی زمین پر لیٹے تو آپ نے یہ آیت پڑھی: "**منها خلقنا کم و فیها نعید کم و منها نخرجکم تارة اخری**" ہم نے تمہیں زمین سے بنایا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور پھر اسی سے دوبارہ نکالیں گے۔"

حجاج کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی اور کہا: "بس اب اسے جلدی سے قتل کردو۔"

حضرت سعید نے کلمہ شہادتین پڑھا اور پھر بارگاہ احدیت میں عرض کی: "**اللهم لا تسلطه علی احد بعدی**" یعنی خدایا میرے بعد اسے کسی اور پر

مسلط نہ کرنا۔"

جلاد نے تلوار چلائی ان کا سر ان کے جسم سے جدا ہوا لیکن اس وقت حاضرین یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کے کٹے ہوئے سر سے **لا اله الا الله محمد رسول الله** کی صدا بلند ہو رہی تھی۔

حضرت سعید کی بد دعا نے حجاج پر اپنا اثر دکھایا، حضرت سعید کی شہادت کے بعد حجاج زیادہ عرصہ زندہ نہ رہا۔ ملعون بیمار ہوا اور اس پر غشی کے دورے پڑتے تھے اور اس بے ہوشی کے عالم میں بڑبڑاتا تھا: "مالی ولسعید" یعنی میرا سعید کے ساتھ کیا واسطہ ہے؟"

حضرت سعید امام زین العابدین علیہ السلام کے بااعتماد رفقاء میں سے تھے اور ان کے عقیدت مند تھے، حجاج نے بھی اسی لئے انہیں شہید کیا تھا۔(۱)

عدی بن حاتمؒ اور معاویہ

ایک مرتبہ حضرت عدی بن حاتم طائی معاویہ کے پاس گئے۔ معاویہ نے اسے مولائے کائناتؑ کی نصرت کے لئے سرزنش کرنے کی نیت سے پوچھا: "طرفات کا کیا بنا؟"

اس لفظ سے معاویہ کا اشارہ عدی کے تین بیٹوں طریف، طارف اور طرفہ کی طرف تھا اور یہ تینوں نوجوان "طرفات" کے نام سے مشہور تھے، صفین میں شہید ہوئے تھے۔

حضرت عدی نے کہا: "وہ تینوں اللہ کی راہ میں شہید ہوگئے۔"

۱۔ روضات الجنات لفظ سعید ص ۲۱۰، مجالس المؤمنین شہید نور اللہ شوستری۔

معاویہ نے کہا: "علیؑ نے تمہارے ساتھ اچھا نہیں کیا، علیؑ نے اپنے بیٹے بچا لئے لیکن تمہارے بیٹے میدان میں لا کر قتل کرا دیئے، آج علیؑ کے بیٹے زندہ ہیں مگر تمہارے بیٹے زندہ نہیں ہیں۔"

یہ سن کر حضرت عدی نے کہا: "نہیں یہ خیال درست نہیں ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے علیؑ کا حق رفاقت ادا نہیں کیا کیونکہ علیؑ شہید ہو کر خدا کے حضور جا پہنچے جبکہ میں ابھی تک زندہ ہوں۔"

معاویہ نے کہا: "ابھی تک خون عثمان کا ایک چھینٹا باقی ہے جو اس وقت تک دھل نہیں سکتا جب تک میں یمن کے کسی سردار کو قتل نہ کروں۔ ان الفاظ سے معاویہ نے عدی کو دھمکی دی۔"

حضرت عدی نے فرمایا: "معاویہ! جو دل تیرے بغض سے بھرے تھے ابھی تک وہ دل ہمارے سینے میں موجود ہیں اور برابر دھڑک رہے ہیں اور وہ تیز کاٹ والی تلواریں جن کے ساتھ ہم نے تیرا مقابلہ کیا تھا ابھی تک ہمارے کندھوں پر موجود ہیں، اگر تو مکرو حیلہ کے ذریعہ سے ایک ہاتھ ہم سے قریب ہوگا تو ہم مقابلہ میں مقاتلہ سے ایک ہاتھ تیرے قریب پہنچیں گے۔

معاویہ! متوجہ رہو اگر ہماری گردن کٹ جائے اور سکرات موت ہم پر سایہ فگن ہو جائے تو ہمیں یہ تو قبول ہے لیکن علیؑ کی تنقیص میں ایک لفظ بھی سننا قبول نہیں ہے۔

اور سن لو! اگر تم نے صرف ایک دھکا دیا تو اسی سے نہ ختم ہونے والی جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں گے اور تلواریں نیاموں سے نکل آئیں گی۔"

حضرت عدی کے دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے ان الفاظ نے

معاویہ کے دل پر اثر کیا اور اس نے اپنے کاتبوں سے کہا کہ عدی فصیح ترین شخص ہیں ان کی باتیں لکھ لو، ان کے ہر جملے میں حکمت و وعظ موجود ہے۔

پھر معاویہ نے ہنس ہنس کر عدی سے گفتگو شروع کردی۔ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے درمیان گویا تلخ و تند جملوں کا تبادلہ ہوا ہی نہیں ہے۔(۱)

پاسبان مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

محمد بن ابو حذیفہ، معاویہ کے ماموں کا بیٹا تھا لیکن وہ امیرالمؤمنینؑ کا محب صادق تھا۔ حبِ علیؑ کی وجہ سے معاویہ نے اسے قید کردیا۔

جب اسے قید خانے میں کافی عرصہ گزرا تو معاویہ نے دوستوں سے کہا: "میرا خیال ہے کہ محمد بن ابوحذیفہ نادان کو قید خانے سے نکالیں اور اس کی راہ نمائی کریں امید ہے کہ قید نے اس کے دماغ کو ٹھنڈا کردیا ہوگا اور اب وہ علیؑ کو سب و شتم کرنے پر آمادہ ہوچکا ہوگا۔"

ساتھیوں نے کہا: "ہاں یہ رائے بالکل درست ہے۔"

معاویہ نے اس کے متعلق حکم دیا کہ اسے زندان سے نکال کر اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

جب وہ معاویہ کے پاس آیا تو معاویہ نے کہا: "محمد! کیا ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ تو علیؑ کی حمایت سے دست بردار ہو جائے اور اس گمراہی سے چھٹکارا پا جائے، کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ عثمان مظلوم ہو کر مارا گیا اور طلحہ و زبیر اور ام المؤمنینؑ نے اس کے انتقام کے لئے جنگ لڑی۔ علیؑ خفیہ طور پر عثمان

۱۔ مروج الذہب مسعودی جلد ۲ ص ۱۳۔

کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا تھا اور ہم خون عثمان کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔"

محمد بن ابی حذیفہ نے کہا: "معاویہ! تو جانتا ہے کہ میں تیرا سب سے قریبی رشتہ دار ہوں اور لوگوں سے زیادہ میں تجھے پہچانتا ہوں کیا یہ بات غلط ہے؟"

معاویہ نے کہا: "نہیں! یہ بات درست ہے۔"

پھر محمد بن ابی حذیفہ نے معاویہ سے خطاب کر کے کہا: "میں سمجھتا ہوں کہ عثمان کے قاتل تو اور تیرے جیسے دوسرے لوگ ہیں جنہیں دور عثمانی میں بڑے بڑے مناصب پر فائز کیا گیا۔ تم لوگوں نے امت اسلامیہ کے مقدر کو تاریک کردیا تھا۔ مہاجرین و انصار عثمان کو بار بار کہتے تھے کہ وہ تجھ جیسے تمام افراد کو معزول کردے اور طلحہ و زبیر اور ام المؤمنینؓ بھی مخالفینِ عثمان میں سے تھے اور ان کے قتل میں ان کا ایک کردار ہے۔

والله انی لاشهد اننی مذعرفتك فی الجاهلیة والاسلام لعلی خلق واحد مازاد فیك الاسلام لاقلیلا ولا كثیرا وان علاقه ذلك لبینة تلوموننی علی حبی علیا خرج مع علی كل صوام و قوام و مهاجری و انصاری و خرج هك ابناء المنافقین والطلقاء والعتقاء خد عهم من دینهم و خدعوك من دنیاك.

معاویہ! میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں تجھے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام سے جانتا ہوں تیری ہر دور میں ایک ہی طبیعت رہی ہے اسلام کی وجہ سے اس میں کوئی بھی تبدیلی نہیں ہوئی اور اس کی علامت یہ ہے کہ تو مجھے علیؑ کی محبت پر ملامت کر رہا ہے۔

معاویہ یاد رکھو! علیؑ کے ساتھ "صائم النہار" اور "قائم اللیل" اور مہاجرین و انصار شامل تھے اور علیؑ کے ساتھ وہ میدان میں آئے اور تیرے ساتھ منافقین اور "طلقاء و عتقاء" کی نسلیں میدان میں گئیں اور تیرے اطراف میں بیٹھنے والے دوغلے لوگ ہیں۔ تو نے ان سے دین چھینا، انہوں نے تجھ سے دنیا چھینی، تو نے اب تک جو کچھ کیا ہے دل میں اسے بخوبی جانتا ہے اور تیرے ساتھی بھی اپنے کارناموں سے اچھی طرح واقف ہیں اور میں جب تک زندہ رہوں گا خدا اور رسولؐ کی رضامندی کے لئے علیؑ سے محبت کرتا رہوں گا اور تجھ سے اللہ و رسولؐ کی رضا کے حصول کے لئے بغض رکھوں گا۔"

معاویہ نے حکم دیا کہ اسے دوبارہ قید کردیا جائے۔ چنانچہ اسے قید کردیا گیا اور اس کی موت بھی قید میں واقع ہوئی۔(۱)

زید بن حارثہ کون ہیں؟

زید بن حارثہؓ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام تھے۔ پیغمبر اسلامؐ کے اعلان نبوت سے قبل زیدؓ اپنی ماں کے ساتھ ان کے قبیلے بنی معن کی طرف جارہا تھا کہ بنی قین کے چند سواروں نے اسے راستہ میں اٹھالیا اور اسے فروخت کرنے کے لئے بازار عکاظ میں لے آئے۔

اس وقت زیدؓ کی عمر آٹھ برس تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں اپنے مال سے خرید کر رسول خداؐ کو بخش دیا۔ کچھ عرصے

۱۔ مجالس المؤمنینؒ قاضی نور اللہ شوستری جلد۱ ص ۲۹۵۔
عربی عبارات منتہی الامال جلد۱ ص ۵۴ سے ماخوذ ہیں۔

تک زیدؓ کے خاندان کا کوئی پتا نہ چلا، پھر ایک مرتبہ بنی کلب کے افراد مکہ آئے تو انہوں نے زیدؓ کو دیکھ کر پہچان لیا کیونکہ زیدؓ کا تعلق بھی اسی خاندن سے تھا۔ انہوں نے وطن لوٹ کر زیدؓ کے والد حارثہ بن شرجیل کو زیدؓ کی اطلاع دی۔ حارثہ جو کہ اپنے بیٹے کی جدائی کی وجہ سے بہت غمگین تھا یہ خبر سن کر خوش ہوگیا اور اپنے بھائی کعب کے ساتھ مکہ آیا اور پیغمبر خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "اے فرزند عبدالمطلب! ہم ایک حاجت اور درخواست کے لئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ آپؐ ہم پر احسان کریں اور ہم سے وہ قیمت لے لیں جو آپؐ نے زیدؓ کی خریداری پر صرف کی ہے اور زیدؓ ہمارے حوالے کردیں۔"

آپؐ نے فرمایا: "میں تم سے کوئی رقم نہیں لیتا اس کے بدلے میں دوسرا طریقہ کار اختیار کرتے ہیں کہ اگر زیدؓ تمہارے ساتھ جانے پر آمادہ ہو تو تم قیمت کے بغیر اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اگر وہ رضامند نہ ہو تو وعدہ کرو تم اسے زبردستی نہیں لے جاؤ گے۔"

انہوں نے حضور اکرمؐ کی اس تجویز کو سراہا اور دل کھول کر آپؐ کی تعریف کی۔

رسول خداؐ نے زیدؓ کو صدا دی، جب وہ آیا تو آپؐ نے فرمایا: "زید! ان کو پہچانتے ہو؟"

زیدؓ نے کہا: "جی ہاں! ایک میرا والد حارثہ ہے اور دوسرا میرا چچا کعب ہے۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "تو مجھے بھی پہچانتا ہے تو کچھ عرصہ سے میرے

پاس رہ رہا ہے اگر تو اپنے باپ کے ساتھ جانے کا خواہش مند ہے تو اس کے ساتھ چلا جا اور اگر میرے ساتھ رہنا چاہتا ہے تو یہیں میرے پاس ٹھہر جا۔"

زیدؓ نے کہا: "میں آپؐ کی خدمت گزاری پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ آپؐ ہی میرے لئے بمنزلہ باپ و چچا کے ہیں۔"

حارثہ اور اس کے بھائی کعب نے زیدؓ کو ملامت کی اور کہا: "تو نادانی کر رہا ہے، تو آزادی پر غلامی کو ترجیح دے رہا ہے اور اپنے خاندان کو چھوڑ کر دوسرے خاندان میں رہنا چاہتا ہے۔"

زیدؓ نے اپنے باپ اور چچا سے کہا: "آپ جائیں میں نے ان میں ایسی خصوصیات دیکھی ہیں جن کی وجہ سے میں ان سے جدا ہونا پسند نہیں کرتا اور کسی کو ان پر مقدم نہیں رکھ سکتا۔(۱)

مرحوم طبرسیؒ سورۂ احزاب کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ جب حارثہ اپنے بیٹے سے مایوس ہوگیا تو اس نے قریش کے مجمع میں اعلان کیا: "لوگو! گواہ رہنا زید میرا بیٹا نہیں ہے۔"

رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا: "لوگو! گواہ رہنا زیدؓ میرا بیٹا ہے۔"

اس دن سے زیدؓ کو فرزند محمد کہہ کر پکارا جاتا تھا اور آنحضرتؐ کو زیدؓ اتنا محبوب تھا کہ اس کا نام زید الحِب مشہور ہوگیا۔

اسلامی برادری میں زیدؓ کا مقام اتنا بلند ہوا کہ رسول خداؐ نے انہیں حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کا بھائی بنایا۔

حضرت زیدؓ اسلام کے نامور جانثار اور بااستقامت سپاہی تھے۔ جنگ

۱۔ اسد الغابہ جلد ۲ ص ۲۲۵۔

موتہ میں لشکر کی سرداری انہیں عطا کی گئی تھی۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر روانہ کرتے وقت فرمایا تھا: "سالار لشکر زیدؓ ہوں گے، اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو پھر جعفر بن ابی طالبؓ لشکر کے سالار ہوں گے، اگر جعفر بن ابی طالبؓ بھی شہید ہو جائیں و عبداللہ بن رواحہؓ سالار ہوں گے۔"

اس جنگ میں یہ تینوں نامزد سپہ سالار شہید ہوگئے۔

قال الصادقؑ: ان النبیؐ حین جائه وفاة زید بن حارثة و جعفر بن ابی طالب دخل بیته فکثر بکائه علیهما جدا و یقول کانا یحدثانی و یونسانی فذهبا جمیعا.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جب اللہ کی طرف سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زید بن حارثہؓ اور جعفر بن ابی طالبؓ کی شہادت کی خبر ملی تو اپنے گھر گئے اور خوب روئے اور رو رو کر کہتے تھے کہ یہ دونوں میرے مونس اور ہم سخن تھے اب دونوں چلے گئے۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ جب رسول کریمؐ کو وحی کے ذریعے سے زیدؓ کی خبر شہادت ملی تو آپؐ زیدؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ زیدؓ کی یتیم بیٹی روتی ہوئی آئی، رسول خداؐ بھی بہت زیادہ روئے۔

کچھ صحابہ نے آپؐ سے کہا: "یارول اللہؐ! یہ گریہ کس لئے ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "ہذا شوق الحبیب الی حبیبہ" یعنی یہ بہتے ہوئے آنسو اور آہِ سوزاں ایک دوست کی دوسرے دوست سے محبت کی وجہ سے ہے۔(۱)

۱۔ سفینۃ البحار جلد ۱ ص ۵۷۵۔

وفادارِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جنگ احد میں لشکر اسلام کا بہت سا جانی نقصان ہوا۔ جب جنگ ختم ہوگئی تو مسلمان اپنے مقتولین اور زخمیوں کو تلاش کرنے لگے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی سعد بن ربیعؓ کی اطلاع مجھے دے گا؟"

ایک مجاہد نے کہا: "یارسول اللہؐ! میں میدان میں جاکر سعد بن ربیعؓ کو تلاش کرتا ہوں۔"

آپؐ نے فرمایا: "تجھے اس کی تلاش کے لئے ادھر ادھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں ہے، تو فلاں سمت میں جا تجھے وہاں سعدؓ شدید زخمی حالت میں ملے گا اسے اس جنگ میں بارہ نیزے لگے ہیں اسے میرا سلام پہنچانا۔"

وہ شخص کہتا ہے کہ اس سمت میں گیا اور آواز دے کر کہا: "سعدؓ! جواب دو۔"

سعدؓ شدید زخمی تھا جواب نہ دے سکا۔ میں نے پھر آواز دے کر کہا: "سعدؓ! جواب دو رسول خداؐ تجھے یاد کرتے ہیں۔"

سعدؓ میں رمقِ جان تھوڑی سی باقی تھی جیسے ہی اس نے رسول خداؐ کا نام سنا تو اپنی تمام تر قوت کو جمع کر کے کہا: "میں حاضر ہوں۔"

چنانچہ وہ مجاہد زخمی سعد کے پاس گیا اور سعد نے اس سے پوچھا: "کیا رسول خداؐ زندہ ہیں؟"

میں نے کہا: "جی ہاں! وہ زندہ سلامت ہیں۔"

(جنگ احد میں ابلیس نے مشہور کر دیا تھا کہ رسول خداؐ شہید ہوگئے

ہیں، اسی لئے اکثر زخمی مجاہدین یہی سمجھے ہوئے تھے کہ حضور واقعی شہید ہوچکے ہیں)

میں نے کہا: "رسول خداؐ نے مجھے تیرے پاس سلام دے کر بھیجا ہے اور انہوں نے تیرے متعلق بتایا کہ تجھے بارہ نیزے لگے ہیں۔"

سعد بن ربیعؓ نے حضور کریمؐ کی سلامتی کا سنا تو خوش ہو کر کہا: "الحمدللہ. واقعی مجھے بارہ نیزے لگے ہیں، تم میری طرف سے حضور اکرمؐ کو سلام پہنچانا اور انصار کو میرے سلام دینا اور انہیں کہنا کہ سعد کہہ رہا تھا کہ اگر تمہارے جیتے جی پیغمبر اسلامؐ کو کوئی گزند پہنچی تو تم خدا کو کوئی جواب نہیں دے سکوگے۔" یہ کہہ کر اس نے نحر شدہ اونٹ کی طرح سے لمبا سانس لیا اس کی روح پرواز کرگئی۔

میں پیغمبر خداؐ کے پاس واپس آیا اور سعدؓ کی تمام گفتگو نقل کی تو آپؐ نے فرمایا: "رحم اللّٰہ سعد انصرنا حیا و اوصی بنا میتا."

اللہ تعالیٰ سعدؓ پر رحم کرے، اس نے زندگی میں ہماری مدد کی اور مرتے وقت ہمارے متعلق وصیت کر کے گیا۔"(۱)

ربذہ کا ریگستان اور حضرت ابوذرؓ کا وقتِ آخر

ما اظلت الخضراء و لا اقلت الغبراء اصدق من ذی لھجۃ من ابی ذرؓ.

آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے اپنی پشت پر کسی ایسے انسان کو نہیں اٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔ (فرمان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

۱۔ حیاۃ القلوب جلد ۲ ص ۳۸۰۔ اسد الغابہ ص ۲۷۷۔

خلیفہ ثالث نے ابوذرؓ کو درشت ناقہ پر مدینہ سے جلاوطن کر کے صحرائے ربذہ بھیجا۔

وہاں ابوذرؓ ایک عرصے تک سرگرداں رہے۔ اس صحرا میں ان کا بیٹا ذر فوت ہوگیا۔ لخت جگر کو سپرد خاک کیا اور کہا: "بیٹا میں تیری قبر پر بیٹھ کر ضرور روتا مگر مجھے خود ایک طویل سفر درپیش ہے۔"

چند دن بعد ان کی زوجہ بھی اس صحرا میں وفات پاگئیں۔ ابوذرؓ نے اپنی بیوی کو دفن کیا، اب لق و دق صحرا میں ان کی ایک معصوم بچی اور وہ زندہ رہ گئے۔

ابوذرؓ کی بیٹی نے کہا: "ابا جان! تین دن سے میں بھوکی ہوں، بھوک کی وجہ سے میرے اعضاء جواب دے گئے ہیں اور میرے جسم میں ایک طرح کی کمزوری داخل ہوچکی ہے۔"

ابوذرؓ نے کچھ ریت جمع کر کے سر کے نیچے رکھی اور ریت کا سرہانہ بنایا اور اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے بچی اپنے والد کے قریب گئی تو دیکھا کہ ان کی آنکھوں کی پتلی پھر چکی تھی اور ان پر نزع کا عالم طاری تھا۔ بچی کہتی ہے: "میں یہ دیکھ کر رونے لگی اور میں نے کہا کہ ابا جان آپ کا آخری وقت آپہنچا ہے لیکن اس صحرا میں میں اکیلی ہوں، میں آپ کی تجہیز و تکفین کیسے کروں گی؟

میرے والد نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ پیاری بیٹی جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے چہرے پر میری عبا کا دامن ڈال دینا اور عراق کے راستے پر جا کر بیٹھ جانا، وہاں سے ایک قافلہ گزرے گا ان سے کہنا کہ صحابیٔ پیغمبرؐ ابوذرؓ اس دنیا سے رخصت ہوگیا ہے اس کی تجہیز و تکفین کرو۔ مجھے اس کی

خبر حبیب خداؐ نے غزوۂ تبوک سے واپسی پر دی تھی۔"

بچی روایت کرتی ہے کہ ربذہ کے چند افراد میرے والد کی عیادت کے لئے آئے اور کہا: "آپ کو کس چیز کا خوف ہے؟"

ابوذرؓ نے کہا: "مجھے اپنے گناہوں کا خوف ہے۔"

لوگوں نے کہا: "تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟"

ابوذرؓ نے کہا: "اللہ کی رحمت کی ضرورت ہے۔"

لوگوں نے کہا: "کیا تمہارے لئے کوئی طبیب لائیں؟"

ابوذرؓ نے کہا: "طبیب نے تو بیماری دی ہے۔"

بچی کہتی ہے کہ جب میرے والد کی نظر ملک الموت پر پڑی تو انہوں نے کہا: "میں اس دوست کو خوش آمدید کہتا ہوں جو انتہائی احتیاج کے وقت میرے پاس آیا ہے وہ شخص کبھی کامیاب نہ ہو تو تجھے دیکھ کر پشیمان ہوتا ہے۔

پروردگار! تو اپنی رحمت میں مجھے جلد جگہ عطا کر تو بہتر جانتا ہے کہ میں ہمیشہ سے تیری ملاقات کا آرزو مند رہا ہوں اور میں نے موت کو کبھی بھی ناپسند نہیں کیا تھا۔"

جب میرے والد کی وفات ہوگئی تو میں نے ان کے چہرے پر عبا ڈالی اور راستے پر جاکر بیٹھی، دور سے ایک قافلہ نظر آیا، جب قافلہ میرے قریب آیا تو میں نے کہا: "مسلمانو! رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ابوذرؓ دنیا سے رخصت ہوگیا ہے۔ میں اس کی بیٹی ہوں۔"

قافلہ رک گیا اور مجھ سے میرے والد کی لاش کے متعلق سوال کیا۔

میں انہیں والد کی میت پر لے کر آئی۔ جب قافلے والوں نے ابوذرؓ کی میت کو

دیکھا تو رونے لگے۔ بعد ازاں انہیں غسل و کفن دیا گیا اور مالک اشترؓ نے ان کا جنازہ پڑھا اور انہیں دفن کیا۔ مالک اشتر کے پاس ایک قیمتی حُلہ تھا جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی اس حُلہ کا ابوذرؓ کو کفن پہنایا گیا۔(۱)

چه خوش رسمی بنا کر دند بخاك و خون غلطیدن

خدا رحمت کند این عاشقان پاك طینت را

چند روایات

عن عبدالرحمن بن حجاج قال: ذكر عند ابی عبداللهؑ البلاء وما يخص الله عزوجل المؤمن، فقال سئل رول اللهؐ من اشد الناس بلاء؟

فقال النبييون ثم الامثل فالامثل و يبتلى المؤمن بعد على قدر ايمانه وحسن اعماله فمن صح ايمانه وحسن عمله اشتد بلاؤه ومن سخف ايمانه وضعف عمله قل بلاؤه.

عن ابی عبداللهؑ قال: ان الله عزوجل عبادا فى الارض من خالص عباده ماينزل من السماء تحفة الى الارض الاصرفها عنهم الى غيرهم ولا بلية الاصرفها اليهم.

"اصول کافی جلد ۲ ص ۲۵۶"

عبدالرحمٰن بن حجاج کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آزمائش و امتحان کا ذکر کیا گیا اور اس بات کا ذکر چھڑا کہ اللہ مؤمن کو کس طرح سے آزماتا ہے تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ

۱۔ حیاۃ القلوب جلد ۲ ص ۶۷۴۔ اسد الغابہ جلد ۲ ص ۳۰۱ با مختصر اختلاف۔

علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ دنیا میں سب سے زیادہ کس کی آزمائش ہوتی ہے؟

آپؐ نے فرمایا: "انبیاء کی سب سے زیادہ آزمائش ہوتی ہے۔ اس کے بعد اس کی آزمائش زیادہ ہوتی ہے جو درجہ میں ان کے قریب ہوتا ہے۔ پھر اس کی آزمائش ہوتی ہے جو ان سے تیسرے درجے پر ہوتا ہے۔ پھر مؤمن کی ایمان اور حسن اعمال کے مطابق آزمائش ہوتی ہے۔ جس کا ایمان صحیح ہو اور عمل نیک ہو تو اس کی آزمائش زیادہ ہوتی ہے اور جس کا ایمان کمزور اور عمل ضعیف ہو اس کی آزمائش کم ہوتی ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "زمین پر اللہ کے کچھ خالص بندے ایسے بھی رہتے ہیں کہ جب آسمان سے کوئی تحفہ نازل ہوتا ہے تو اللہ ان سے اسے پھیر دیتا ہے اور جب کوئی آزمائش نازل ہوتی ہے تو ان کی طرف چلی جاتی ہے۔"

عن ابی عبداللہؑ قال ینبغی للمؤمن ان یکون فیه ثمان خصال: وقورعند الهزاهز، صبور عندالبلاء، شکور عندالرخاء، قانع بما رزقه الله، بدنه منه فی تعب و الناس منه فی راحة ان العلم خلیل المؤمن والحلم و زیره و الصبر امیر جنوده و الرفق اخوه و اللین و الده.

"اصول کافی جلد ۲ ص ۲۳۱"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "مؤمن میں آٹھ صفات ہونی چاہئیں:

۱۔ فتنہ و آشوب کے وقت پر وقار ہو۔

۲۔ آزمائش کے وقت صابر ہو۔

۳۔ نعمت و فراخی کے وقت شاکر ہو۔

۴۔ خدا کے عطا کردہ رزق پر قانع ہو۔

۵۔ دشمنوں پر ستم نہ کرے۔

۶۔ دوستوں کی وجہ سے اپنے آپ کو گناہ سے آلودہ نہ کرے۔

۷۔ اپنے آپ کو زحمت میں ڈالے لیکن دوسروں کو آسودہ رکھے۔

۸۔ علم مؤمن کا دوست اور حلم اس کا وزیر اور صبر اس کا امیر لشکر اور نرمی و ملائمت اس کے لئے بمنزلہ والد ہوتا ہے۔

عن ابی جعفر علیه السلام قال: قال امیرالمؤمنینؑ شیعتنا المتباذلون فی ولا یتنا، المتحابون فی مودتنا، المتزاورون فی احیاء امرنا الذین ان غضبوا لم یظلموا وان رضوالم یسرفوا برکة علی من جاوروا سلم لمن خالطوا.

"اصول کافی جلد ۲ ص ۲۳۶"

امام باقر علیہ السلام نے حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "ہمارے شیعہ ہماری دوستی کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کرنے والے اور ہماری مودت کی بنیاد پر آپس میں مودت کرنے والے اور ہمارے فرمان کو زندہ رکھنے کے لئے ایک دوسرے کے پاس آنے جانے والے ہوتے ہیں، ہمارے شیعہ اگر غصہ میں آئیں تو وہ کسی پر ظلم نہیں کرتے اور اگر وہ راضی ہوں تو اسراف نہیں کرتے، ہمارے شیعہ اپنے ہمسایوں کے لئے باعث برکت ہوتے ہیں اور اپنے دوستوں سے ہم آہنگی رکھتے ہیں۔"

عن ابی جعفرؑ قال المؤمن اصلب من الجبل، الجبل یستقل منه والمؤمن

لا یستقل من دینه شیء.

عن ابی عبداللہؑ قال المؤمن حسن المعونة، خفیف المؤنة جیدالتدبیر لمعیشته، لا یلسع من حجر مرتین.

"الکافی جلد ۲ ص ۲۴۱"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "مؤمن پہاڑ سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے بعض اوقات پہاڑ ہل جاتا ہے لیکن مؤمن کو کوئی چیز اس کے دین سے نہیں ہلا سکتی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "مؤمن دوسروں سے تعاون کرنے والا اور دوسروں کو کم زحمت دینے والا اور معیشت میں اچھی تدبیر کرنے والا ہوتا ہے وہ کبھی ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔"

عن ناجیة قال قلت لابی عبداللہؑ ان المغیرة یقول: ان المؤمن لا یبتلی بالجذام ولابالبرص ولابکذا ولابکذا فقال ان کان لفافلا عن صاحب یسن انه کان مکنعا ثم رد اصابعه فقال کانی انظر الی تکنیعه اتاهم فانذرهم ثم عاد الیهم من الغد فقتلوه ثم قال: ان المؤمن یبتلی بکل بلیة ویموت بکل میتة الا انه لایقتل نفسه.

"اصول کافی جلد ۲ ص ۲۵۴"

ناجیہ نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ مغیرہ (مغیرہ بن سعید جس پر لعنت کی بہت سی روایات رجال کشی میں ہیں) کہتا ہے کہ مؤمن جذام اور برص اور فلاں فلاں مرض میں مبتلا نہیں ہوتا۔ آپؑ نے یہ سن کر فرمایا کہ وہ صاحب یسین سے غافل ہے۔

(سورۃ یسین میں ایک مؤمن کا ذکر ہے کہ اس کا نام حبیب بن اسرائیل تھا اور قرآن کی آیت "رو جاء من اقصا المدینة رجل یسعی" میں اس کا ذکر کیا گیا

ہے) صاحب یسین کا ہاتھ شل تھا وہ اپنے لنجے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہتا تھا: "یاقوم اتبعوا المرسلین" یعنی میری قوم انبیاء کی پیروی کرو۔ میں اس وقت گویا اس کے شل ہاتھ کو دیکھ رہا ہوں، صاحب یسین نے کفار کو عذاب خدا سے ڈرایا لیکن اسے دو دن بعد شہید کر دیا گیا۔

مؤمن ہر قسم کی آزمائش میں مبتلا ہو سکتا ہے اور ہر طرح کی موت مر سکتا ہے، البتہ مؤمن خودکشی نہیں کرتا۔

باب ہشتم

امید و خوف

قال یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمة الله (القرآن)

"اے رسولؐ کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جان پر زیادتی کی ہے تم لوگ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔"

افأمنوا مکر الله فلا یأمن مکر الله الاالقوم الخاسرون ..... (القرآن)

"کیا یہ خدا کے داؤ سے مطمئن ہو چکے ہیں جبکہ خدا کے داؤ سے صرف گھاٹا اٹھانے والے ہی نڈر ہو بیٹھتے ہیں۔"

سلمان فارسیؓ کو کس چیز کا ڈر تھا؟

حضرت سلمان فارسیؓ کو جب مدائن کا گورنر مقرر کیا گیا تو وہ تقرری نامہ لے کر گدھے پر سوار ہو کر مدائن کی جانب روانہ ہوئے۔ مدائن کے لوگوں کو بھی پتا چل گیا کہ ایک نیا حاکم جس کا نام سلمان فارسیؓ ہے آرہا ہے۔ شہر کے لوگ روزانہ مدائن سے باہر نئے حاکم کے استقبال کے لئے جمع ہوتے تھے لیکن حاکم کے پہنچنے میں تاخیر ہوتی رہی۔

ایک دن جبکہ اہل شہر مایوس ہو کر واپس جانے والے ہی تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص گدھے پر سوار ہو کر آرہا ہے۔ وہ اسے آتا دیکھ کر رک گئے اور جب وہ پہنچ گیا تو اہل شہر کو اس نے سلام کیا۔ شہر والوں نے اس سے پوچھا: "راستے میں امیر مدائن کو تم نے کہاں دیکھا تھا؟"

سلمان نے کہا: "اس کا کیا نام ہے؟"

اہل شہر نے کہا: "اس کا نام سلمان فارسیؓ ہے اور وہ پیغمبر خداؐ کا صحابی ہے۔"

حضرت سلمانؓ نے کہا: "امیر کو تو میں نہیں جانتا البتہ سلمان فارسی میں ہوں۔"

سب لوگ ان کے احترام کے لئے گھوڑوں سے اترے اور ان کی خدمت میں گھوڑا پیش کیا گیا۔

سلمانؓ نے کہا: "میرے لئے یہی گدھا بہتر ہے۔"

آپؓ کو دارالامارہ لایا گیا تو آپؓ نے فرمایا: "میں حاکم و امیر نہیں ہوں اسی لئے میں اس میں نہیں رہوں گا۔"

پھر آپؓ نے ایک دکان کرائے پر حاصل کی اور اسے اپنا دفتر بنالیا، اسی دکان پر بیٹھ کر آپؓ مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے اور احکام جاری کیا کرتے تھے۔ آپؓ کے دور گورنری کا کل سرمایہ ایک کھال، ایک آفتابہ اور ایک عصا پر مشتمل تھا۔

ایک مرتبہ مدائن میں سیلاب آگیا۔ لوگ سامان نکال کر محفوظ مقامات پر منتقل کرنے لگے اور ان پر سخت پریشانی کا عالم طاری تھا۔ اتنے میں حضرت

سلمان فارسیؓ اپنے دفتر سے اس حالت میں برآمد ہوئے کہ انہوں نے کھال کو اپنے کندھے پر ڈالا ہوا تھا اور ایک ہاتھ میں آفتابہ اور دوسرے میں عصا تھا اور پریشان حال لوگوں کو دیکھ کر فرمایا: "دنیا میں اس طرح سے رہو کہ تمہیں کسی چیز کے لئے پریشان نہ ہونا پڑے اور یاد رکھو سبک بار افراد پل صراط سے بھی اسی طرح جلدی سے گزر جائیں گے۔"(۱)

ورام بن ابی فراس تحریر کرتے ہیں کہ سلمانؓ بیمار ہوئے۔ سعد ان کی عیادت کے لئے گیا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے سلمانؓ سے مزاج پرسی کی تو وہ رونے لگے۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا: "میں دنیا کے حرص پر نہیں روتا، میں اس لئے روتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم اتنا ہی متاع دنیا اپنے ساتھ رکھیں جتنا کہ ایک مسافر ایک منزل تک پہنچنے کے لئے زاد راہ اپنے پاس رکھتا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ میں نے اس مقدار سے تجاوز نہ کیا ہو۔"

سعد کہتا ہے کہ میں نے سلمان کے کمرے میں نگاہ ڈالی تو ایک آفتابہ اور ایک کاسہ اور ایک طشت کے سوا مجھے کچھ نظر نہ آیا۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کس چیز سے خوفزدہ تھے؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو آپؑ رونے لگے۔

حاضرین نے عرض کی: "آپؑ کیوں روتے ہیں، آپؑ جوانان جنت

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۱۸۔

کے سردار ہیں اور آپؑ کے حق میں پیغمبر اسلامؐ نے بہت سی احادیث ارشاد فرمائی ہیں۔ آپؑ نے بیس حج پاپیادہ کئے اور تین مرتبہ اپنے پورے گھر کو اللہ کے نام پر لٹایا۔ اس کے باوجود آپؑ پریشان کیوں ہیں؟"

آپؑ نے فرمایا: "**ابکی لهول المطلع و فراق الاحبة**" یعنی میں مطلع کے خوف اور احباب کی جدائی پر رو رہا ہوں۔"

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں تحریر کرتے ہیں کہ "مطلع" سے مراد قیامت کی حاضری ہے۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی پیادہ روی کا ایک واقعہ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر پاپیادہ مدینہ واپس آرہے تھے۔ آپؑ کے قدم مبارک پر ورم آگیا۔

ساتھیوں نے عرض کی: "آقا! آپؑ سوار ہو جائیں تو قدموں کی ورم اتر جائے گی اور آپؑ کو آسودگی حاصل ہوگی۔"

آپؑ نے فرمایا: "میں سوار نہیں ہونا چاہتا، اس منزل پر ایک سیاہ رنگت والا شخص ہمیں ملے گا اس کے پاس ایک مخصوص قسم کا تیل ہوگا، اس تیل کی مالش سے ورم اتر جائے گی۔"

ایک غلام نے عرض کی: "اگلی منزل پر کچھ دکانیں ہیں جہاں یہ تیل فروخت ہوتا ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "ہاں تیری بات درست ہے۔"

ابھی تھوڑا سا ہی چلے تھے کہ سیاہ رنگت کا ایک شخص نمودار ہوا، آپؑ نے ایک غلام سے فرمایا: "وہ سامنے دیکھو سیاہ رنگت والا شخص آرہا ہے، جاؤ اس سے تیل خریدو اور تیل کی خریداری کے لئے اس سے رعایت طلب نہ کرنا۔"

مولا کا غلام اس شخص کے پاس گیا اور اس سے تیل خریدنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

اس نے پوچھا: "تم تیل کس کے لئے خریدنا چاہتے ہو؟"

اس نے جواب دیا: "میں امام حسن بن علی علیہما السلام کے لئے خریدنا چاہتا ہوں۔"

اس شخص نے کہا: "پھر مجھے اپنے آقا کی خدمت میں لے چل۔"

جب وہ آپؑ کی خدمت میں آیا تو اس نے عرض کی: "مولا! میں آپؑ کا محب اور غلام ہوں میں آپؑ سے تیل کی رقم نہیں لوں گا، البتہ عرض یہ ہے کہ جب میں کچھ دیر قبل اپنے گھر سے نکلا تھا تو میری بیوی کو دردزہ لگا ہوا تھا، آپؑ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا بیٹا دے جو آپؑ کا محب ہو۔"

امام حسن مجتبیٰؑ نے فرمایا: "واپس گھر جاؤ اللہ نے تمہیں بیٹا دیا ہے۔"

وہ شخص یہ خوشخبری سنتے ہی تیزی سے گھر گیا۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے پاؤں پر تیل کی مالش کی تھوڑی دیر بعد پاؤں کی ورم ختم ہوگئی اور کچھ دیر بعد وہ شخص مسکراتا ہوا آیا اور امام علیہ السلام کو دعائیں دینے لگا کہ اللہ نے آپؑ کی دعا قبول فرمائی اور مجھے کامل الخلقت بیٹا عطا فرمایا۔(۱)

۱۔ بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۹۲ روایت اسود ۹۰۔

حارثہؒ غمگین کیوں رہتے تھے؟

اسحاق بن عمار روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز صبح کے بعد ایک جوان کو دیکھا جس کی آنکھیں مسلسل شب بیداری کی وجہ سے سرخ تھیں اور اس کا سر کبھی دائیں کبھی بائیں حرکت کرتا اور اس کا چہرہ زرد تھا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "**کیف اصبحت یاحارثه؟**" حارثہ! تو نے کیسے صبح کی؟"

اس نے کہا: "**اصبحت موقنا یارسول اللّٰہ**" یارسول اللہؐ! میں نے حالت یقین میں صبح کی۔"

رسول خداؐ نے حارثہ کا جواب سن کر تعجب کیا اور فرمایا: "ہر یقین کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور تمہارے یقین کی کیا حقیقت ہے؟"

اس نے عرض کی: "یقین نے رات کی نیند مجھ سے چھین لی ہے اور مجھے شب بیداری پر آمادہ کیا ہے اور یقین نے ہی سخت گرم دنوں میں مجھ سے روزے رکھائے اور یقین نے مجھے دنیا و مافیہا سے بے تعلق کردیا ہے اور یقین کی بدولت میں اس مقام پر پہنچ چکا ہوں کہ میری نظر میں قیامت کا دن مجسم ہو کر ہر وقت سامنے رہتا ہے اور میں ہر وقت اپنی آنکھوں سے قیامت کو بپا دیکھتا ہوں کہ لوگ حساب کے لئے آمادہ ہیں اور میں ان کے درمیان اپنے آپ کو موجود پاتا ہوں۔ مجھے جنتی لوگ جنت کی نعمات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں اور وہ جنت کی تکیہ گاہوں پر تکیہ لگائے نظر آتے ہیں اور اہل دوزخ کو جہنم کے شعلوں میں فریاد کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ یارسول اللہؐ! دوزخ کے

شعلوں کی مہیب آوازیں ہر وقت مجھے سنائی دیتی ہیں۔"

فقال رسول اللہؐ لاصحابہ: "ھذا نور اللہ قلبہ بالایمان."

حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا: "اللہ نے اس کے دل کو نور ایمان سے منور فرمایا ہے۔"

پھر آپؐ نے جوان کو خطاب کر کے فرمایا: "اس حال پر اپنے آپ کو ثابت رکھو۔"

جوان نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! آپ میرے لئے شہادت کی دعا فرمائیں۔"

آپؐ نے اس کے لئے شہادت کی دعا فرمائی، آپؐ کی دعا قبول ہوئی، چند دنوں بعد ایک جنگ میں حارثہ نو افراد کے بعد شہید ہوا۔

جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

خوف خدا گناہوں سے بچاتا ہے

ابوحمزہ ثمالی نے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ہمراہ کشتی پر سوار ہوا، کشتی سمندر میں سفر کر رہی تھی کہ سخت آندھی آئی اور کشتی تختہ تختہ ہوگئی، کشتی پر سوار تمام مسافر سمندری لہروں میں ڈوب گئے بس ایک وہی عورت ایک تختہ پر سوار ہوگئی اور ہوا نے اسے ایک جزیرے پر لا کر ڈال دیا۔

وہ عورت تختہ سے اتر کر جزیرے میں آئی۔ اس جزیرے میں ایک

بحری قزاق بھی رہائش پذیر تھا۔

ایک دن قزاق جزیرے کی سیر کرتا ہوا اتفاقاً اس طرف آنکلا جہاں اکیلی عورت نے اپنی جھونپڑی بنائی ہوئی تھی۔ اس نے اکیلی عورت کو دیکھا تو اس کی نیت خراب ہوگئی اور اس نے عورت کو غیر شرعی کام کے لئے آمادہ کرنا چاہا تو عورت نے انکار کردیا۔ قزاق نے جبراً اس کی عصمت دری کرنی چاہی تو اس نے دیکھا کہ عورت بے چاری تھر تھر کانپ رہی ہے اور اس کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو چکا ہے۔

قزاق نے عورت سے پوچھا: "آخر تو اتنا خوفزدہ کیوں ہو رہی ہے؟"

عورت نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا: "مجھے اللہ کا خوف کھائے جاتا ہے اور خدا کی قسم میں نے آج تک غیر شرعی فعل انجام نہیں دیا۔"

عورت کی حالت نے اس بحری قزاق پر گہرا اثر ڈالا اور اس نے عورت سے معافی طلب کی اور کہا: "میری نالائقی کہ آج تک میں نے خوف خدا کو مدنظر نہیں رکھا۔" بعدازاں اس قزاق نے صدق دل سے توبہ کی اور تمام برائیاں چھوڑ دیں۔

ایک مرتبہ یہی جوان کہیں جارہا تھا۔ اتفاق سے ایک راہب بھی اس کا ہم سفر ہوا، دوپہر کا وقت تھا، گرمی بہت زیادہ تھی، بادسموم چل رہی تھی، راہب نے جوان سے کہا: "بھائی آپ دعا مانگیں اللہ تعالیٰ بادل بھیجے تاکہ ہم اس کے سائے میں یہ سفر طے کر سکیں اور اس گرمی سے نجات ملے۔"

جوان نے شرمندگی سے سر جھکا کر کہا: "میں ایک بدکار انسان ہوں، خدا کے نزدیک میری کوئی نیکی نہیں ہے، لہذا آپ دعا مانگیں۔"

راہب نے کہا: "بہتر ہے میں دعا مانگتا ہوں اور تم آمین کہو۔"

راہب نے دست دعا بلند کئے اور جوان نے آمین کہی۔ دعا نے فوراً اپنا اثر دکھایا، بادل کا ایک ٹکڑا ان کے سر پر سایہ فگن ہوگیا، کچھ دیر تک دونوں ساتھ چلتے رہے، پھر ایک دوراہے پر ان کے راستے جدا ہوئے، جوان ایک راستے پر چلا اور راہب دوسرے راستے پر ہولیا۔ بادل کا ٹکڑا جوان کے سر پر سایہ فگن ہوگیا اور راہب کے سر پر دھوپ چمکنے لگی۔

راہب نے جوان سے کہا: "اصل میں اللہ تعالیٰ نے تیری دعا قبول فرمائی تھی جبکہ میری دعا رد کردی گئی، تم نے ایسا کونسا نیک کام کیا ہے جس کی وجہ سے اللہ نے تمہاری دعا قبول فرمائی؟"

جوان نے اپنی تمام داستان من و عن بیان کی۔

راہب نے اس کی اس کی داستان سن کر کہا: "تیرے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہوا اسی لئے اللہ نے تجھے توبہ کی توفیق عنایت کی، اللہ نے تیرے پچھلے گناہ معاف کئے ہیں، آئندہ محتاط رہنا۔(۱)

امام کی نصیحت کا انداز

اسحاق بن عمار ایک دولت مند شخص تھا۔ اس نے غریب شیعہ مؤمنین کو در سے دور رکھنے کے لئے ایک غلام کو اپنے دروازے پر کھڑا کردیا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ جو بھی ضرورت مند یہاں آئے اسے واپس لوٹا دے۔

ایک مرتبہ یہ شخص فریضہء حج کی ادائیگی کے لئے مکہ گیا اور امام

۱۔ اصول کافی جلد ۲ ص ۷۰۔

جعفر صادق علیہ السلام بھی حج کے لئے مکہ آئے ہوئے تھے، وہ شخص زیارت امام کے لئے آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امام علیہ السلام کو سلام کیا۔

امام علیہ السلام نے بڑی تنگ دلی سے اس کے سلام کا جواب دیا۔

اسحاق بن عمار نے کہا: "میں محسوس کرتا ہوں کہ آپؑ مجھ سے کبیدۂ خاطر ہیں، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "اس لئے کہ تو مؤمنین سے کبیدۂ خاطر رہتا ہے۔"

اسحاق نے کہا: "مولا! خدا کی قسم میں ان کے حق اور ان کے اعتقاد کی حقیقت کو بخوبی جانتا ہوں لیکن میں ڈرتا ہوں کہ میری سخاوت کی شہرت ہو جائے اور لوگ میرے دروازے پر ہجوم نہ بنالیں۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "کیا تجھے علم نہیں کہ جب دو مؤمن ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک سو رحمتیں نازل کرتا ہے اور اس سو میں سے ننانوے رحمتیں اس کے حصے میں آتی ہیں جس کے ہاتھ میں زیادہ اخلاص ہوتا ہے۔

جب دو مؤمن فرط محبت کی وجہ سے ایک دوسرے کو بوسہ دیتے ہیں تو اس وقت ایک منادی ندا دے کر کہتا ہے کہ اللہ نے تمہارے گناہ معاف کردیئے۔

اور جب مؤمن ایک دوسرے سے درد دل بیان کرنے لگتے ہیں تو اس وقت کراماً کاتبین ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ انہیں علیحدگی کا ماحول فراہم کرو اور ان سے کچھ دیر کے لئے ہٹ جاؤ، خدا کو یہ پسند نہیں ہے کہ ہم ان کے

راز و نیاز میں شریک ہوں۔"

جب امام علیہ السلام نے یہ بات بیان فرمائی تو اسحاق بن عمار نے تعجب سے کہا: "مولا! بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ کراماً کاتبین ان کی گفتگو کو حیطہ تحریر میں نہ لائیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق بیان کیا ہے کہ "ما یلفظ من قول الالدیه رقیب عتید" یعنی انسان جو بھی گفتگو کرتا ہے تو رقیب و عتید نامی دو فرشتے اس کی گفتگو کو محفوظ کر لیتے ہیں۔"

امام عالی مقام علیہ السلام نے یہ سن کر کچھ دیر تک سر جھکائے رکھا جب انہوں نے سر اٹھایا تو آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری تھی پھر فرمایا: "اسحاق! اگر کراماً کاتبین ان کی باتوں کو نہ سنیں اور نہ لکھیں تو حاضر و غائب کو جاننے والا خدا تو سنتا ہے اور جانتا ہے۔

اسحاق! خدا سے ڈر اور یہ سمجھ کہ تو گویا اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر تمہیں شک ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے یا نہیں تو پھر کافر ہو جائے گا اور خدا کے سامنے گناہ کرتے ہوئے انسان کو شرم آنی چاہئے اور اسے پست ترین دیکھنے والا نہیں سمجھنا چاہئے۔ تعالی اللہ عن ذلك علوا كبيرا۔ (۱)

جس نے عذاب آخرت پر آتش دنیا کو ترجیح دی

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دن امیر المؤمنین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے آپؑ سے عرض کی: "آقا! میں نے ایک لڑکے سے بد فعلی کی ہے آپؑ مجھے

۱۔ مجالس المؤمنین قاضی نور اللہ شوستری جلد ۱ ص ۳۸۱۔

پاک کریں۔"

آپؑ نے فرمایا: "واپس چلا جا ممکن ہے تو یہ الفاظ اختلال مزاج اور بد حواسی کی وجہ سے کہہ رہا ہو۔"

وہ شخص واپس چلا گیا۔ دوسرے دن وہ پھر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "مولا! مجھے اس گناہ سے پاک کریں۔"

آپؑ نے اسے دوبارہ واپس کر دیا۔

وہ شخص تیرے دن آیا اور وہی عرض کی، آپؑ نے پھر اسے واپس کیا۔

آخر کار وہ شخص چوتھے دن پھر آیا اور آپؑ سے پاک کرنے کی درخواست کی۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایاء "پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھ جیسے گناہگاروں کے لئے تین قسم کی سزائیں بیان فرمائیں ہیں ان میں سے تو ایک کا اپنے لئے انتخاب کر۔"

اس شخص نے عرض کی: "مولا! آپؑ وہ سزائیں بتلائیں، پھر میں ان میں سے ایک سزا کا انتخاب کروں گا۔"

آپؑ نے فرمایا: "وہ سزائیں یہ ہیں: (۱) تیری گردن پر تلوار کا وار کیا جائے وہ جہاں تک چلی جائے ٹھیک ہے۔ (۲) تیرے ہاتھ پاؤں باندھ کر پہاڑ کی چوٹی سے گرایا جائے۔ (۳) آگ جلا کر تجھے اس میں جلادیا جائے۔"

اس شخص نے عرض کی: "امیر المؤمنینؑ! ان تینوں سزاؤں میں سے کونسی سزا زیادہ سخت ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "آگ میں جلنا سب سے زیادہ سخت ہے۔"

اس شخص نے کہا: "پھر میں آگ میں جلنے کو باقی دو سزاؤں پر ترجیح

دیتا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "پھر لکڑیاں جمع کر کے لاؤ۔"

اس شخص نے فوراً لکڑیاں لا کر حاضر کر دیں۔

پھر جوان نے دو رکعت نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہو کر جوان نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور رو رو کر کہا: "پروردگار! تو بہتر جانتا ہے کہ مجھ سے کیسا گناہ سرزد ہوا ہے، میں تیرے پیغمبرؐ کے ابن عم کی خدمت میں آیا اور پاک کرنے کی درخواست کی، انہوں نے تین سزاؤں میں سے ایک کے انتخاب کا حکم دیا۔ پروردگار! میں نے اپنے لئے سخت ترین سزا کا انتخاب کیا ہے۔ خدایا! میں درخواست کرتا ہوں کہ تو اسے میرے گناہ کی مغفرت کا ذریعہ بنا اور قیامت کے دن آتش دوزخ میں مجھے نہ جلانا۔"

جوان اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کی آنکھوں سے سیلاب اشک رواں تھا۔

پھر وہ اس گڑھے میں جا کر بیٹھ گیا جو اس کے لئے بنایا گیا تھا اور اس کے چاروں اطراف میں آگ لگا دی گئی۔ آج کے شعلے لمبی لمبی زبانیں نکالے اس کی جانب رواں تھے اور جوان رو رو کر خدا سے اپنے گناہ کی معافی طلب کر رہا تھا۔

منظر انتہائی جاں سوز تھا، ہر شخص اس کے گناہوں کی معافی کے لئے دعا مانگ رہا تھا: "فبکی امیرالمؤمنین علیه السلام و بکی اصحابه جمیعاً فقال له قم یا هذا فقد الکبیت ملائکة السماء و ملائکة الارض خان الله قدتاب علیك فقم ولا تعاودن شیئاً مما قد فعلت."

یہ رقت آمیز منظر دیکھ کر مولائے کائنات اور ان کے تمام اصحاب رونے لگے، مولائے کائنات نے فرمایا: "بندۂ خدا! اب اٹھ تو نے آسمان و زمین

کے ملائکہ کو رلا دیا، اللہ نے تیری توبہ قبول کر لی ہے، اب اس گڑھے سے اٹھ جا اور دوبارہ یہ غلطی کبھی نہ کرنا۔"(۱)

حضرت علیؑ کی راتیں کیسے گزرتی تھیں؟

حبہ عرنی کہتے ہیں کہ ایک رات میں اور نوف بن فضالہ بکالی امیرالمؤمنین علیہ السلام کے مکان کے آگے سوئے ہوئے تھے۔

رات کا ایک حصہ گزرا تو ہم نے دیکھا کہ امیرالمؤمنینؑ اپنے بیت الشرف سے برآمد ہوئے اور آپ حیران و پریشان شخص کی طرح سراسیمہ ہو کر "ان فی خلق السمٰوٰت والارض" کی تلاوت کر رہے تھے۔

مجھے خطاب کر کے آپؑ نے فرمایا: "حبہ! سو رہے ہو یا بیدار ہو؟"

میں نے عرض کی: "مولا! میں بیدار ہوں، آپؑ کا یہ حال ہے ہم کہاں جائیں اور کیا کریں؟"

اس وقت میں نے آپؑ کی جانب نظر کی تو آپؑ کی آنکھوں سے آنسوؤں سے سیلاب جاری تھا اور فرمایا: "یاحبة ! ان لله موقفا ولنابین یدیه موقفا لا یخفی علیه شیء من اعمالنا، یا حبة ان الله اقرب الی والیك من حبل الورید، یا حبة لا یحجبنی ولا ایاك عن الله شیء.

حبہ! اللہ نے حساب کے لئے ایک دن مقرر کیا ہے اور ہم نے اس دن اس کے حضور پیش ہونا ہے، ہمارا کوئی بھی عمل اس سے مخفی نہیں رہتا۔ حبہ سنو! خداوند تعالیٰ تیری اور میری رگ جان سے بھی زیادہ ہمارے قریب

۱۔ فروع کافی جلد ۷ ص ۲۰۷۔

ہے۔ حبہ یاد رکھو! کوئی چیز مجھے اور تجھے اللہ کی نظر سے چھپا نہیں سکتی۔"

بعدازاں آپؑ نے نوف کی طرف رخ کر کے فرمایا: "نوف! سوئے ہوئے ہو یا بیدار ہو؟"

نوف نے کہا: "مولا! میں جاگ رہا ہوں اور آج رات خوف خدا میں مجھے زیادہ رونا آرہا ہے۔"

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: "یانوف ! بکائك فی هذه اللیلة مخافة الله قرت عیناك غدابین یدی الله عزوجل. یا نوف ! انه لیس من قطرة قطرت من عین رجل من خشیة الله الاطفأت بحارا من النیران انه لیس من رجل اعظم منزلة عندالله تعالیٰ من رجل بکی من خشیة الله واحب فی الله رابغض فی الله.

نوف! اگر اس رات تو خوف خدا میں زیادہ رویا تو یہی رونا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور میں تیری آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بن جائے گا۔ نوف! جب بھی کسی شخص کی آنکھ سے خوف خدا میں آنسوؤں کا ایک قطرہ ٹپکتا ہے تو وہ قطرہ آگ کے سمندروں کو بجھا دیتا ہے۔ اللہ کے نزدیک اس شخص سے بڑھ کر اور کسی کی قدرو منزلت نہیں ہے جو خوف خدا میں رویا اور خدا کے واسطے کسی سے محبت رکھی اور خدا کے واسطے کسی سے بغض رکھا، جو شخص خدا کی وجہ سے کسی سے محبت رکھتا ہے تو وہ خدا کی محبت پر کسی کو مقدم نہیں کرتا اور جو شخص ایسا کام کرتا ہے جس میں خدا کی ناراضگی ہو تو اس کام میں اسے بھلائی حاصل نہ ہوگی۔"

پھر آپؑ نے ان دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا: "اس وقت تم نے

حقائق ایمان کی خصوصیت پر عمل کیا ہے، میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرتے رہا کرو۔"

پھر آپؑ اٹھ کر چل دیئے اور یہ کہہ رہے تھے: "لیت شعری فی غفلاتی امعرض انت عنی ام ناظرالی ولیت شعری فی طول منامی وقلة شکری فی نعمك علی ما حالی.

ہائے کاش مجھے علم ہو سکتا کہ میری غفلتوں کے وقت تو نے مجھ سے منہ پھیر لیا یا میری طرف دیکھ رہا ہے۔ کاش مجھے میری طویل نیند اور نعمات پر کم شکرگزاری کے متعلق معلوم ہو سکتا کہ تیرے ہاں میرا کیا حال ہے؟"

حبہ کہتے ہیں کہ امیرالمؤمنینؑ پوری رات اسی طرح سے سوزو گداز اور رازو نیاز میں مصروف رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔(۱)

نوف بکالی کی دوسری روایت

نوف بن فضالہ بکالی کہتے ہیں کہ میں نے ایک شب امیرالمؤمنین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ فرش خواب سے اٹھے، ایک نظر ستاروں پر ڈالی، پھر فرمایا: "اے نوف! سوتے ہو یا جاگ رہے ہو؟"

میں نے کہا: "یاامیرالمؤمنینؑ جاگ رہا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "اے نوف! خوشا نصیب ان کے جنہوں نے زہد اختیار کیا اور ہمہ تن آخرت کی طرف متوجہ رہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے زمین کو فرش، مٹی کو بستر اور پانی کو شربت خوش گوار قرار دیا، قرآن کو سینے

۱۔ الکنی جلد ۲ ص ۸۲۔

سے لگایا اور دعا کو سپر بنایا، پھر حضرت مسیح کی طرح دامن جھاڑ کر دنیا سے الگ تھلگ ہو گئے۔

اے نوف! داؤد علیہ السلام رات کے ایسے ہی حصے میں اٹھے اور فرمایا: "یہ وہ گھڑی ہے کہ جس میں بندہ جو بھی دعا مانگے مستجاب ہو گی، سوا اس شخص کے جو سرکاری ٹیکس وصول کرنے والا یا لوگوں کی برائیاں کرنے والا یا (کسی ظالم حکومت کی) پولیس میں ہو یا سارنگی ڈھول تاشہ بجانے والا ہو۔"(۱)

آخرت کی تیاری کر کے جائیں

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب امیر المؤمنین علیہ السلام کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد کی وفات ہوئی تو حضرت علیؑ روتے ہوئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

رسول خداؐ نے پوچھا: "علیؑ کیا ہوا؟"

حضرت علیؑ نے عرض کی: "میری ماں دنیا سے رخصت ہو گئیں۔"

یہ سن کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وہ صرف تمہاری ماں نہیں تھیں وہ میری بھی ماں تھیں۔

آپؐ رو رو کر کہنے لگے: "امی جان! امی جان۔"

پھر آپؐ نے اپنا پیراہن اور ردا علیؑ کو دے کر فرمایا: "جاؤ ماں کو غسل دلاؤ اور کفن میں میرے یہ کپڑے پہناؤ۔"

جب جنازہ تیار ہوا تو آپؐ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور آپؐ نے

۱۔ نہج البلاغہ ج ۴ ص ۱۰۴۔

جنازہ میں وہ دعائیں پڑھیں جو آپؐ نے نہ تو اس سے پہلے اور نہ ہی اس کے بعد کسی کے جنازے میں پڑھی تھیں۔

چچی کو قبر میں داخل کرنے سے پہلے آپؐ خود قبر میں اترے اور کچھ دیر قبر میں لیٹے رہے، پھر آپؐ قبر سے باہر آئے تو انہیں قبر میں دفن کیا گیا۔

جب مخدومہ دفن ہو گئیں تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر بیٹھ کر چچی کو آواز دے کر کہا: "فاطمہ! بتاؤ جو تیرے رب نے تجھے سے وعدہ کیا تھا وہ درست تھا؟"

قبر سے بی بی کی آواز بلند ہوئی اور کہا: "بے شک درست تھا، خدا آپؐ کو اس کی بہترین جزا عطا کرے۔"

پھر آپؐ کافی دیر تک اپنی چچی اماں کی قبر پر بیٹھ کر مناجات میں مصروف رہے۔

جب آپؐ قبرستان سے باہر آئے تو صحابہ نے عرض کی: "یا رسول اللہؐ! آج آپؐ نے اپنی چچی اماں کے جنازے کو جو اعزاز بخشا آج تک وہ کسی کو نہیں بخشا۔"

آپؐ نے فرمایا: "جی ہاں! میں نے اپنے چچی اماں کے کفن کے لئے اپنا قمیص اور ردا اس لئے دی کہ میں نے ایک دن اپنی چچی کے سامنے قیامت کے دن محشور ہونے کا ذکر کیا تھا تو وہ بہت متاثر ہوئی تھیں اور کہا تھا کہ افسوس میرا کیا ہوگا؟ اس لئے میں نے انہیں اپنے لباس کا کفن دیا ہے اور خدا سے درخواست کی ہے کہ یہ کفن قبر میں پرانا نہ ہو اور میری چچی اسی کفن میں قیامت کے دن محشور ہوں اور اسی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائیں۔

میں اپنی چچی اماں کی قبر میں اس لئے جا کر لیٹا کہ ایک مرتبہ میں نے انہیں بتایا تھا کہ جب میت قبر میں داخل ہوتی ہے تو دو فرشتے آکر اس سے سوال و جواب کرتے ہیں، یہ سن کر میری چچی اماں نے کہا تھا کہ میں اس دن کے لئے اپنے خدا سے پناہ مانگتی ہوں۔

اسی لئے میں خود ان کی قبر میں جا کر لیٹا اور لیٹ کر میں نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ میری چچی کی قبر میں جنت کا دریچہ کھول دے اور جب جنت کا دریچہ کھل گیا تو پھر میں قبر سے باہر آیا اور بعد ازاں چچی اماں کو قبر میں اتارا۔(۱)

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد ۱ صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں:

"پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ بنت اسد کی قبر میں لیٹے تھے اور اپنے لباس کا انہیں کفن دیا تھا۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم نے آپؐ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا تھا: "ابوطالب کے بعد تمام لوگوں میں سے میری چچی میری زیادہ خیر خواہ تھیں، میں نے ان کے کفن کے لئے اپنا لباس اس لئے دیا کہ اس کی برکت سے وہ جنتی لباس پہنیں اور میں ان کی قبر میں خود اس لئے لیٹا تاکہ وہ فشار قبر سے محفوظ رہیں۔"

ابوبصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب رقیہ دختر رسول مقبولؐ کی وفات ہوئی تو رسول خداؐ نے ان کی قبر پر کھڑے ہو کر آسمان کی جانب ہاتھ بلند کئے اور روتے رہے۔

۱۔ بحار الانوار جلد ۶ ص ۲۳۶۔

صحابہ کرام نے آپؐ سے پوچھا: "آپؐ ہاتھ آسمان کی جانب بلند کر کے کیوں روئے؟"

فقال انی سألت ربی ان یھب لی رقیة من ضغطة القبر.

آپؐ نے فرمایا: "میں نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ میری بیٹی رقیہ کو فشار قبر سے محفوظ رکھے۔"(۱)

خوف خدا کی انتہا

جب قرآن مجید کی اس آیت کو جبرئیلؑ لے کر نازل ہوئے کہ: "وان جهنم لموعدهم اجمعين لها سبعة ابواب لكل باب منهم جزء مقسوم.

اور بے شک دوزخ ان سب کی وعدہ گاہ ہے جس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لئے ایک تقسیم شدہ حصہ ہے۔"

جناب رسول خداؐ یہ آیت سن کر رونے لگے اور آپؐ کو روتا دیکھ کر صحابہ نے بھی رونا شروع کیا، کسی کو حضور اکرمؐ سے پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کچھ صحابہ نے سوچا کہ جناب زہرا سلام اللہ علیہا رسول خداؐ کو سب سے پیاری ہیں اور رسول خداؐ کی نظر جب بھی اپنی بیٹی پر پڑتی ہے تو آپؐ مسرور ہو جاتے ہیں۔ یہ سوچ کر ایک صحابی کو روانہ کیا گیا کہ سیدۂ عالمیان کے ذریعے گریۂ رسولؐ کا سبب پوچھا جائے۔

۱۔ بحار الانوار جلد ۹ ص ۲۱۷۔

عرض مترجم: رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض علماء انہیں حضرت خدیجہ کی بیٹیاں اور رسول کریمؐ کی ربیبہ کہتے ہیں اور بعض علماء انہیں ہالہ کی دختر بتاتے ہیں۔ اس کیلئے برصغیر کے محقق شیعہ علماء کی کتابوں کی جانب رجوع فرمائیں۔

صحابی حضرت سیدہؑ کے در اطہر پر آیا اور دیکھا کہ سیدہ چکی پیس رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں: "ما عنداللّٰه خیر و ابقی" یعنی جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔"

صحابی نے سلام کیا اور نزول وحی اور گریہء پیغمبرؐ کا حال سیدہ کو سنایا۔

حضرت سیدہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور آپؑ نے اپنی کہنہ چادر زیب سر فرمائی۔

سلمان فارسی نے سیدہ سلام اللہ علیہا کو اس عالم میں آتے دیکھا تو بے ساختہ رو دیئے اور اپنے آپ سے کہنے لگے: "قیصر و کسریٰ کی بیٹیاں زربفت و دیبا کے لباس پہنیں اور بنت پیغمبرؐ کے لئے ایک بوسیدہ ردا ہو جس پر بارہ مقامات پر برگ خرما کے پیوند لگے ہوئے ہیں۔"

حضرت زہراؑ خدمت پیغمبر اکرمؐ میں آئیں اور عرض کی: "اباجان! سلمان میرے لباس کو دیکھ کر تعجب کرتا ہے حالانکہ پانچ سال سے ہمارے سونے کے لئے ایک بھیڑ کی کھال کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ دن کے وقت ہمارا اونٹ اس پر گھاس کھاتا ہے اور رات کے وقت ہم اسے بچھا لیتے ہیں اور ہمارا سرہانہ چمڑے کا ہے جس میں روئی کی جگہ لیف خرما بھری ہوئی ہے۔"

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سلمان! میری بیٹی ان لوگوں میں سے ہے جو نیکی اور بندگی میں سبقت کرتے ہیں۔"

حضرت سیدہ نے عرض کی: "باباجان! آپؐ کو کس چیز نے غمگین کیا ہے اور آپؐ کیوں رو رہے ہیں؟"

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "پیاری بیٹی! ابھی جبرئیلؑ یہ آیت لے کر آئے اور میں یہ آیت سن کر غمگین ہو گیا، پھر آپؐ نے

وہ آیت حضرت سیدہ کو سنائی۔"

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے یہ آیت سنی تو اتنی مضطرب ہوئیں کہ کھڑی نہ رہ سکیں اور زمین پر گریں اور فرمایا: "وہ کتنا بدنصیب ہے جو داخل دوزخ ہو۔"

سلمان نے کہا: "کاش میں گوسفند ہوتا اور لوگ مجھے ذبح کر کے کھا لیتے اور میری کھال کو پھاڑ ڈالتے اور میں نے دوزخ کا نام اپنے کانوں سے نہ سنا ہوتا۔"

ابوذرؓ نے کہا: "کاش کہ میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا اور جہنم کا نام نہ سنتا۔"

مقدادؓ نے کہا: "کاش میں پرندہ ہوتا اور بیابان میں زندگی بسر کرتا اور میرا حساب و کتاب نہ ہوتا اور میں نے دوزخ کا نام نہ سنا ہوتا۔"

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "کاش! میں پیدا نہ ہوتا اور دوزخ کا نام نہ سنا ہوتا۔

پھر آپؑ نے رو رو کر کہا: "وابعد سفراہ واقلہ تزاداہ فی سفرالقیامة یذهبون فی النار ویخلفون مرضی لایعاد سقیمهم وجرحی لایداوی جریحهم واسری لایفك اسرهم من النار یاکلون ومنها یشربون وبین اطباقها یتقلبون ..... الخ

ہائے سفر طویل ہے اور زاد راہ کم ہے، گناہگار جہنم میں جائیں گے اور وہاں بیمار ہوں گے تو ان کی بیمار پرسی نہیں کی جائے گی اور وہ ایسے زخمی ہوں گے جن کا مداوا نہیں کیا جائے گا اور ایسے قیدی ہوں گے جن کی قید رہا نہیں

ہو گی، ان کی غذا آگ ہو گی اور آگ جیسا کھولتا ہوا پانی پیئیں گے اور آگ کے طبقات میں الٹتے پلٹتے رہیں گے۔(۱)

خدا کی رحمت ملاحظہ کریں

علامہ طبرسیؒ احتجاج میں تحریر کرتے ہیں کہ ابو جہل مشرکین مکہ کا ایک نمائندہ وفد لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ سے کہا: "آپؐ کہا کرتے ہیں کہ قوم موسیٰؑ نے اللہ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا تو ان پر تجلی گری تھی اور وہ جل کر ہلاک ہوئے تھے، اگر آپؐ بالفرض موسیٰؑ کی طرح سچے نبی ہیں تو آپؐ بھی اللہ سے درخواست کریں کہ وہ ہم پر قوم موسیٰؑ کی طرح تجلیاں گرائے، موسیٰؑ کی قوم موسیٰؑ پر ایمان لاچکی تھی جبکہ ہم آپؐ پر ایمان بھی تو نہیں لائے، اسی لئے ہم پر بدرجہ اولیٰ تجلیاں گرنی چاہئیں۔"

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ابو جہل کیا تو نے داستان ابراہیمؑ کبھی نہیں سنی؟

حضرت ابراہیمؑ کے لئے زمین و آسمان کے حجاب ہٹا دیئے گئے اور انہیں آسمان پر لے جایا گیا تو انہوں نے ایک مرد و عورت کو غیر شرعی فعل سرانجام دیتے ہوئے ملاحظہ کیا۔ آپؑ نے انہیں بددعا دی وہ اسی وقت ہلاک ہو گئے۔

پھر ابراہیمؑ نے ایک اور مقام پر یہی منظر دیکھا تو انہیں بددعا دی وہ بھی فوراً ہلاک ہو گئے۔

۱۔ بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۲۶۔

پھر آپؑ نے تیسرے جوڑے کو غیر شرعی فعل کرتے ہوئے دیکھا تو آپؑ نے انہیں بھی بددعا کی وہ جوڑا بھی فوراً ہلاک ہو گیا۔

آپؑ نے چوتھے جوڑے کو بدکاری کرتے ہوئے دیکھا بددعا دینے کا ارادہ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی ندا آئی: "اے ابراہیمؑ! میری کتنی مخلوق کو مارو گے؟ میرے بندوں کو اپنی بددعا سے بچا، میں غفورالرحیم اور جبار و حلیم ہوں، میں تو اپنی مخلوق کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا رہتا ہوں مگر میں انہیں فوراً تباہ و برباد نہیں کرتا۔

اپنی زبان کو بددعا دینے سے دور رکھو، میں نے تمہیں تبلیغ دین کے لئے مبعوث کیا ہے تو نہ تم میری مملکت میں میرے شریک ہو اور نہ ہی مجھ پر تمہارا حکم چلتا ہے۔

میرے بندے تین حال سے خالی نہیں:

(۱) وہ گناہ کرتے ہیں اور میں انہیں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا اگر وہ توبہ کرلیں تو میں ان کے گناہ معاف کر دیتا ہوں اور ان کی پردہ پوشی بھی کرتا ہوں۔

(۲) بعض نافرمانوں کو میں اس لئے مہلت دیتا ہوں کہ ان کی صلب میں سے کسی مؤمن نے پیدا ہونا ہوتا ہے جب تک ان کی صلب سے نکل کر مؤمن زمین پر قدم نہ رکھے میں انہیں سزا نہیں دیتا، جب مؤمن پیدا ہو جائیں تو بعد میں انہیں مہلت نہیں دیتا۔ اگر یہ دو اسباب (توبہ و مؤمن اولاد) نہ ہوتے تو میرا عذاب تیری بددعا سے زیادہ سخت ہوتا۔

(۳) بعض لوگوں کو میں اس لئے مہلت دیتا ہوں کہ وہ کھل کر گناہ کر لیں اور جب میں انہیں گناہوں کی وجہ سے پکڑتا ہوں تو انہیں مجھ سے نجات دلانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

اس لئے ابراہیمؑ میرے بندوں کا حساب مجھ سے ہی مربوط رہنے دو، میں علیم و حکیم ہوں، تم میری قضاو قدر میں مداخلت نہ کرو۔"

پھر پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: "ابو جہل خدا نے اس وقت تجھے مہلت دی ہوئی ہے، تیری پشت سے عکرمہ پیدا ہوگا جو مسلمانوں کے لئے کچھ کارآمد ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اب تک تجھ پر اللہ کا عذاب نازل ہو چکا ہوتا اور قریش کے باقی افراد کو اللہ اس لئے مہلت دے رہا ہے کہ عنقریب یہ اسلام قبول کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کے موجودہ کفر کی وجہ سے انہیں مستقبل کی سعادت سے محروم نہیں رکھنا چاہتا، اگر ایسا نہ ہوتا تو تم سب پر کبھی کا عذاب آچکا ہوتا۔(۱)

رحمت خداوندی کی وسعت

سلیمان بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی: "الامن تاب و امن و عمل صالحاً فاولئك يبدل الله سيأتهم حسنات. یعنی سوائے اس کے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کرے تو اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔"

امام علیہ السلام نے یہ آیت سن کر فرمایا: "یہ آیت تمہارے لئے

۱۔ احتجاج طبرسی ص ۱۸۔

ہے۔ قیامت کے دن بندۂ مؤمن کو خداوند عالم کے حضور پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی ایک ایک غلطی سنائے گا کہ تو نے فلاں دن فلاں وقت یہ غلطی کی تھی اور فلاں وقت یہ غلطی کی تھی۔

وہ تسلیم کرے گا کہ بے شک مجھ سے یہ غلطیاں سرزد ہوئی تھیں۔

اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "اے میرے بندے! میں نے اس دنیا میں تیری پردہ پوشی کی تھی اور آج تیرے گناہ معاف کرتا ہوں۔"

پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ اس کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کردو۔ اس کی برائیاں نیکیوں میں بدل جائیں گی۔ لوگ اس کے نامہء اعمال کو دیکھیں گے تو اس میں کوئی برائی انہیں نظر نہیں آئے گی اور وہ تعجب سے کہیں گے کہ اس کے نامہء اعمال کو دیکھو جس میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ چنانچہ **"فاولئك يبدل الله سيأتهم حسنات"** کا مفہوم یہی ہے۔(۱)

چند روایات

عن الهيثم بن و اقد قال: سمعت اباعبداللهؑ يقول: من خاف الله اخاف الله منه كل شيء و من لم يخف الله اخافه الله من كل شيء.

عن ابی عبدالله قال قلت له قوم يعملون بالمعاصی ويقولون نرجو فلا يزالون كذلك حتى يأتيهم الموت فقال هؤلآء قوم يترجحون فی الامانی كذبوا ليسوا براجين ان من رجا شيأ طلبه و من خاف من شيء هرب منه.

"اصول کافی ج ۲ ص ۶۸"

۱۔ بحار الانوار جلد ۷ ص ۲۸۸۔

ہیثم بن داؤد کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا جو خدا سے ڈرے خدا ہر چیز کو اس سے ڈراتا ہے اور جو خدا سے نہ ڈرے تو اللہ اسے ہر چیز سے ڈراتا ہے۔

ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو گناہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خدا کی رحمت کی امید ہے۔ وہ پوری زندگی اسی طرح سے گناہ کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں موت آجاتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: "ان کی آرزوں نے انہیں راہ راست سے منحرف کیا ہوا ہے، یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں، یہ خدا کی رحمت کے امیدوار نہیں ہیں کیونکہ جو کسی چیز کی امید کرتا ہے تو اسے طلب کرتا ہے اور جو کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بھاگتا ہے۔"

قال ابو عبداللّٰہؑ: ان من العبادة شدة الخوف من اللّٰہ عزوجل یقول اللّٰہ "انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلمآء" وقال جل ثناؤہ "فلا تخشوا الناس واخشون" وقال تبارك و تعالیٰ من یتق اللّٰہ یجعل له مخرجا و یرزقه من حیث لا یحتسب" قال ابوعبداللّٰہؑ ان حب الشرف و الذکر لایکونان فی قلب الخائف الراهب.

"اصول کافی ج ۲ ص ۶۹"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "خداوند عالم کا سخت خوف رکھنا عبادت کا اہم حصہ ہے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اہل علم ہی اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے ڈرتے ہیں۔" اور پروردگار عالم نے فرمایا: "لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے

ڈرو۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جو اللہ سے ڈرے تو اللہ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا راستہ بنادے گا اور اسے وہاں سے رزق دے گا جس کا اسے گمان تک نہ ہوگا۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "ریاست و شہرت کی طلب خدا کا خوف رکھنے والے پارسا شخص کے دل میں جمع نہیں ہوتیں۔"

عن ابی عبداللّٰہؑ فی قول اللّٰہ عزوجل "ولمن خاف مقام ربه جنتان" قال من علم ان اللّٰہ یراہ ویسمع مایقول ویعلم مایعمله من خیر اوشر فیحجزہ ذلك عن القبیح من الاعمال، فذلك الذی خاف مقام ربه ونهی النفس عن الهوی.

عن ابی عبداللّٰہ ایضا قال: المؤمن بین مخافتین ذنب قدمضی لایدری ماضع اللّٰہ فیه و عمر قد بقی؛ لا یدری مایکتب فیه من المهالك فهو لا یصبح الاخائفا ولا یصلحه الاالخوف.

"اصول کافی ج ۲ ص ۷۰، ۷۱"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے "ولمن خاف مقام ربہ جنتان" کی آیت مجیدہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: "جس شخص کو یہ علم ہو کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور اس کی ہر بات سن رہا ہے اور جو کچھ وہ نیکی اور برائی کرتا ہے اسے خدا جانتا ہے، تو وہ شخص برے اعمال سے رک جائے تو یہ شخص ان لوگوں میں شامل ہے جنہوں نے مقام خدا کا خوف کیا اور خواہشات سے نفس کو روکا۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "مؤمن ہمیشہ دو قسم کے خوف میں مبتلا رہتا ہے، وہ گناہ جو سرزد ہو چکا ہے جس کے متعلق اسے کوئی علم نہیں کہ خدا

نے اس کے متعلق کیا کیا اور باقی رہنے والی عمر کے متعلق اسے ہمیشہ یہ خوف طاری رہتا ہے کہ خدا جانے آئندہ زندگی میں اس سے کیا کچھ سرزد ہو جائے اسی لئے وہ مستقبل کے خوف میں مبتلا رہتا ہے اسی وجہ سے وہ صبح کرتا ہے تو خوف زدہ ہو کر کرتا ہے اور اس کی اصلاح بھی اسی خوف سے ہی ممکن ہے۔"

قال رجل لرسول اللهؐ قول الله تعالیٰ والذین یؤتون ماآتوا وقلوبھم وجلة انھم الی ربھم راجعون یعنی بذلك الرجل الذی یزنی ویسرق ویشرب الخمر وھو خائف قال ولکن الرجل الذی یصلی ویصوم و یتصدق وھو مع ذلك یخاف ان لا یقبل منه.

"ارشاد القلوب ص ۱۴۳"

ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: "اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں تو ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں کہ انہیں اللہ کے حضور رجوع کرنا ہے۔ تو کیا اس آیت سے ایسے افراد مراد ہیں جو زنا اور چوری اور شراب نوشی کریں تو انہیں خدا کا خوف طاری رہتا ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "نہیں! اس سے وہ شخص مقصود ہے جو نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور صدقہ دے اور اس کے ساتھ اسے یہ خوف ہو کہ اس کا یہ عمل قبول بھی ہوتا ہے یا نہیں؟"

عن ابی عبداللهؑ قال کان ابیؑ یقول انه لیس من عبد مؤمن الاوفی قلبه نوران نور خیفة و نور رجاء لو وزن ھذا لم یزد علی ھذا ولو وزن ھذا لم یزد علی ھذا.

"اصول کافی ج ۲ ص ۷۱"

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "میرے والد کہا کرتے تھے کہ ہر مؤمن کے دل میں دو نور ہوتے ہیں، خوف کا نور اور امید کا نور۔ اگر اس کا اس کے ساتھ وزن کیا جائے تو دونوں برابر ہوں گے ان میں سے کوئی بھی دوسرے زیادہ نہ ہوگا۔"

باب نہم

توبہ و استغفار

وھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ و یعفوا عن السیأت. (القرآن)

"اور وہ وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور
برائیوں کو معاف کرتا ہے۔"

ویا قوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یرسل السماء
علیکم مدرارا(القرآن)

"اور اے میری قوم! اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کے
حضور توبہ کرو اللہ تم پر موسلادھار بارش برسائے گا۔"

شیطان اور توبہ

وہب سے منقول ہے کہ ایک دن شیطان حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سامنے ظاہر ہوا اور کہنے لگا: "میں آپؑ کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔"

حضرت یحییٰؑ نے فرمایا: "مجھے تیری نصیحت کی کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ مجھے لوگوں کی حالت اور ان کے طبقات کے متعلق بتا۔"

شیطان نے کہا: "ہماری نظر میں بنی آدم کی تین اقسام ہیں:

۱۔ ایک گروہ آپؑ کی طرح معصوم ہے۔ ہم ان سے مایوس ہیں اور ہمیں علم ہے کہ وہ ہمارے کسی بھی بچھائے ہوئے جال میں نہیں پھنسیں گے ہمیں ان کے لئے تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔ ایک گروہ آپؑ کے بالکل متضاد ہے۔ اس گروہ کی حیثیت ہماری نظر میں وہی ہے جو گیند کی بچہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ ہم انہیں گیند کی طرح جہاں چاہیں لڑھکادیں۔ انہوں نے ہمارے سامنے کبھی مزاحمت نہیں کی۔

۳۔ تیسرا طبقہ ہمارے لئے ان مذکورہ ہر دو طبقوں سے زیادہ تھکا دینے والا ہے۔ اس طبقہ میں سے ہم ایک شخص پر نظر رکھتے ہیں۔ بڑی مشکل سے وہ ہمارے دام میں پھنستا ہے اور ایک دو قدم ہمارے ساتھ چلتا ہے پھر فوراً اس پر خوف خدا طاری ہو جاتا ہے اور وہ توبہ و استغفار میں لگ جاتا ہے اور یوں ہماری تمام محنت اکارت ہو جاتی ہے۔ ہم اسے دوسری مرتبہ اپنے جال میں پھنساتے ہیں مگر وہ ہمارے تصرف میں آنے کے بعد پھر توبہ و استغفار کرنے لگ جاتا ہے۔ درحقیقت یہ طبقہ ہمارے لئے سردردی کا موجب ہے۔ اس گروہ سے ہم نہ تو مایوس ہیں اور نہ ہی پرامید ہیں۔ اس طبقہ نے ہماری تکلیف کو دو چند کر رکھا ہے۔(۱)

۱۔ خزائن نراقی ص ۳۶۸۔

توبہ سے خدا کتنا خوش ہوتا ہے؟

پوچھا گیا کہ مؤمن کی توبہ سے اللہ کتنا خوش ہوتا ہے؟

جواب دیا گیا کہ ایک شخص قافلے کے ہمراہ کہیں جارہا تھا کہ اس کا اونٹ گم ہوگیا۔ وہ شخص اونٹ کو تلاش کرنے لگا۔

تلاش کرتے کرتے رات ہوگئی اور اس شخص کی طرف سے مایوس ہو کر قافلہ آگے چلا گیا اور اس شخص کو اونٹ نہ ملا۔

آخرکار وہ شخص بصد حسرت قافلہ کے پڑاؤ پر آیا۔

یہاں آکر دیکھا تو قافلہ جاچکا تھا۔ اس کے پاس خورد و نوش کا بھی کوئی سامان نہ تھا۔ وہ سر جھکا کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ آج رات میں صحرائی جانوروں کی غذا بن جاؤں گا۔

اتنے میں ایک شخص اس کے اونٹ کی مہار پکڑے اس کے پاس آیا اور کہا: "اٹھو سوار ہو جاؤ اور میں تمہیں قافلہ تک پہنچا آتا ہوں۔"

تو وہ شخص کتنا خوش ہوگا؟

بتایا گیا کہ اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوگی۔

آپ نے فرمایا: "جب کوئی مؤمن توبہ کرتا ہے تو اللہ کو اس شخص سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔"(۱)

۱۔ انوار النعمانیہ ص۸۸۔

بشر حافی کی توبہ

ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بغداد شہر سے گزر رہے تھے کہ ان کا گزر بشر کے گھر سے ہوا، بشر کے گھر سے گانے بجانے کی آوازیں آرہی تھیں، معلوم ہوتا تھا کہ گھر میں موسیقی زور و شور سے جاری ہے۔

اسی اثناء میں بشر کی ایک کنیز کوڑا کرکٹ ڈالنے کے لئے گھر سے باہر آئی۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس کنیز سے دریافت فرمایا: "یہ کس کا گھر ہے؟"

کنیز نے کہا: "گھر کے مالک کا نام بشر ہے۔"

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے دریافت فرمایا: "گھر کا مالک آزاد ہے یا غلام ہے؟"

کنیز نے کہا: "میرا آقا آزاد ہے۔"

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: "واقعی تو نے درست کہا ہے، اگر وہ کسی کا غلام ہوتا تو اسے اپنے آقا کا خوف ہوتا۔"

کنیز واپس آئی، بشر شراب کی محفل سجائے بیٹھا تھا، اس نے کنیز سے پوچھا: "تم نے اتنی دیر کیوں لگائی؟"

کنیز نے جواب دیا: "میں باہر گئی تو ایک نورانی شکل و صورت والا بزرگ یہاں سے گزر رہا تھا اس نے مجھ سے پوچھا کہ اس گھر کا مالک بندہ ہے یا آزاد ہے؟"

میں نے انہیں بتایا کہ آزاد ہے۔

انہوں نے کہا: "واقعی اگر وہ کسی کا بندہ ہوتا تو آداب زندگی بجالاتا اور اسے اپنے آقا کا خوف ہوتا۔"

یہ الفاظ سن کر بشر سرتاپا کانپ گیا اور برہنہ پا گھر سے نکلا اور اس بزرگوار کی تلاش شروع کی، جلد ہی اس کی ملاقات امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ہوگئی اور عرض کی: "آقا! واقعی میں اب تک آزاد تھا لیکن اب غلام بننا چاہتا ہوں۔"

پھر اس نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ہاتھ پر توبہ کی اور پوری زندگی زہد و تقویٰ میں بسر کردی۔

بشر نے برہنہ پا امام عالی مقام کے ہاتھ پر توبہ کی تھی، اسی لئے اس نے پوری زندگی کبھی جوتا نہ پہنا اور پوری زندگی برہنہ پا رہ کر بسر کردی، اسی وجہ سے اس کا لقب "حافی" مشہور ہوگیا، لوگ جب بھی اس کا نام لیتے تو اسے بشر حافی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

عربی زبان میں "حافی" پابرہنہ شخص کو کہا جاتا ہے۔(۱)

ڈاکو سے ولی

فضیل بن عیاض ایک مشہور ڈاکو تھا، اس نے اپنا ایک گروہ تشکیل دیا ہوا تھا۔ قافلوں کو لوٹنا اس کا محبوب مشغلہ تھا اور اس نے اپنی زندگی کا ایک حصہ ڈاکہ زنی میں صرف کیا تھا۔ لوگ اس کا نام سن کر کانپ اٹھتے تھے اور ہمیشہ اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ فضیل نے ایک

۱۔ روضات الجنات ص ۲۳۲۔

عورت سے بھی دوستی کی ہوئی تھی۔

ایک مرتبہ وہ اپنی محبوبہ سے ملنے کے لئے گیا اور وہ اس کے مکان کی دیوار پر چڑھا، دیوار پھاندنا چاہتا تھا کہ اس کے کانوں میں ایک قاری قرآن کی صدا آئی اور قاری نے یہ آیت پڑھی: "**الم یأن للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ**. کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا، جب ان کے دل اللہ کی یاد کے لئے خشوع پیدا کریں؟"

آیت نے فضیل پر اثر مرتب کیا اور اس کا رواں رواں کانپ گیا اور اسے آیت مجیدہ کے الفاظ اپنے دل میں اترتے ہوئے محسوس ہوئے اور اسے یوں لگا جیسے اللہ تعالیٰ اس آیت کے ذریعے براہ راست اس سے خطاب کر رہا ہے۔

فوراً دیوار سے نیچے اترا اور گردن جھکا کر کہا: "یارب ان" پروردگار! وقت آگیا ہے۔"

غسل کیا مسجد میں آیا، خدا کے حضور توبہ کی اور رو رو کر گناہوں کی معافی طلب کی اور آئندہ کے لئے توفیق ایزدی کی درخواست کی۔ پھر مسجد سے نکل کر ایک ویرانہ میں گیا۔ اتفاق سے وہاں چند افراد بیٹھے تھے اور آپس میں کہہ رہے تھے: "ہم فضیل کے شر سے کیسے نجات پائیں گے؟ اگر ہم آگے چلے تو یقیناً وہ بدبخت ہمیں لوٹ لے گا۔"

قافلہ والوں کی یہ گفتگو سن کر فضیل نے اپنے آپ سے کہا: "میں کتنا بدبخت اور بدنصیب ہوں کہ اللہ کی مخلوق کو ہر وقت میرے شر سے بچنے کی فکر ہے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور کارواں والوں کے پاس جاکر کہا: "بھائی آپ مطمئن

ہو کر سفر کریں، آپ کو فضیل سے کوئی شکوہ نہیں ہو گا، میں فضیل ہوں اور میں نے توبہ کرلی ہے آئندہ کسی کو مجھ سے شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔(۱)

حقیقی توبہ کا ایک نمونہ

جنگ تبوک درپیش ہوئی۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو جنگ کی ترغیب دی۔ آخرالامر حضور کریمؐ اپنے ساتھ لشکر لے کر چلے گئے۔ اکثر منافق مختلف حیلوں بہانوں سے مدینہ میں رہ گئے۔ تین افراد جو کہ منافق نہ تھے وہ بھی لشکر اسلام میں جانے سے رہ گئے۔ ان میں سے ایک کا نام کعب بن مالک تھا۔

کعب کہتا ہے کہ میرے پاس جنگ تبوک میں شرکت نہ کرنے کا کوئی شرعی عذر نہیں تھا، ان دنوں سفر کرنے کی مجھ میں جتنی طاقت تھی اس سے پہلے کبھی حاصل نہ تھی، میرے پاس سواری بھی تھی اور سفر خرچ بھی تھا اور گھر میں متعلقین بھی ہر طرح خیریت سے تھے۔

حضور اکرمؐ روانہ ہوئے تو میں روزانہ اپنے آپ سے کہتا تھا کہ میں کل یہاں سے روانگی اختیار کروں گا، غرضیکہ آج اور کل کرتے کرتے کافی وقت گزر گیا اور یوں اس سستی کی وجہ سے میں رہ گیا۔ میری ملاقات ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع سے ہوئی وہ بھی میری طرح سے پیچھے رہ گئے تھے۔ ہم تینوں جنگ میں شرکت نہ کرنے پر شرمندہ اور پریشان تھے۔

ایک دن ہم نے سنا کہ رسول مقبولؐ اپنی فوج کے ساتھ مدینہ

ا۔ روضات الجنات لفظ فضیل

تشریف لا رہے ہیں، ہم حضور اکرمؐ کے استقبال کے لئے گئے اور ہماری طرح سے جو منافق پیچھے رہ گئے تھے وہ بھی استقبال پیغمبرؐ کے لئے جمع ہوئے۔

رسول کریمؐ نے ہر ایک سے پیچھے رہنے کی وجہ دریافت کی تو منافقین نے خوب حیلے بہانے بیان کئے، جب میری باری آئی تو آپؐ نے مجھ سے شرکت نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو میں نے کہا: "یارسول اللہؐ! اگر کوئی اور مجھ سے اس طرح کا سوال کرتا تو میں بھی یقیناً حیلے بہانے بناتا لیکن آپؐ اللہ کے رسول ہیں میں آپؐ کے سامنے ہرگز جھوٹ نہیں بولوں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے پاس لشکر میں شرکت نہ کرنے کا کوئی بھی شرعی عذر موجود نہیں تھا، میں روانگی کے لئے جملہ وسائل سے مالامال تھا، پھر بھی میں آج اور کل کرتا رہا اور یوں اس سعادت سے محروم رہ گیا اور میرے دو ساتھیوں ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع نے بھی یہی جواب دیا۔"

رسول کریمؐ نے ہم سے بات نہ کی، پھر ہم نے باقی لشکر والوں کو سلام کیا تو انہوں نے بھی ہمیں سلام کا جواب نہ دیا۔

ہمارے خاندان والوں کو رسول مقبولؐ کے اس طرز عمل کا علم ہوا تو انہوں نے بھی ہم سے قطع تعلق کرلیا اور ہم سے بولنا چھوڑ دیا۔

ہمارے لئے ایک عجیب صورتحال پیدا ہوگئی، ہم مسجد میں جاتے تو کوئی بھی شخص ہم سے گفتگو نہ کرتا اور ہماری باتوں کا جواب نہ دیتا۔

ہماری بیویاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: "یارسول اللہؐ! ہم نے سنا ہے کہ آپؐ نے ہمارے خاوندوں سے قطع تعلق کرلیا ہے، اب ہمارے لئے آپؐ کا کیا حکم ہے کیا ہم

ان سے جدا ہو جائیں؟"

حضور اکرمؐ نے فرمایا: "تم ان سے کنارہ کشی نہ کرو البتہ ان سے جنسی تعلقات قائم نہ رکھو۔"

یہ حالات دیکھ کر کعب نے اپنے دوستوں سے کہا: "ہم سے پورے مدینہ میں کوئی گفتگو نہیں کرتا، ہماری بیویاں تک ہم سے روٹھ چکی ہیں، ہمارے رشتہ دار ہم سے بولنے کے روادار نہیں رہے، اندریں حالات ہمارا گھروں میں رہنا بے فائدہ ہے، شہر سے باہر بیابان میں نکل جائیں اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور جب تک اللہ ہمیں معاف نہ کرے واپس اپنے گھروں کو نہ لوٹیں۔

پھر ہم مدینہ کے باہر ایک پہاڑ پر چلے گئے اور دن رات رو رو کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہے مگر رحمت الٰہی جنبش میں نہ آئی اور ہمیں اپنے دامن عفو میں نہ لیا۔

جب اس عالم میں کئی دن گزر گئے تو میں نے اپنے باقی دو ساتھیوں سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ اب ہم آپس میں بھی بولنا بند کردیں اور علیحدہ علیحدہ ہو کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔

پھر یہ تینوں دوست ایک دوسرے سے جدا ہوگئے اور علیحدہ علیحدہ سمتوں میں جاکر بیٹھ گئے۔

تین دن اسی حالت میں گزر گئے۔ چوتھی رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زوجہ ام سلمہ کے گھر میں تھے کہ نصف شب کے وقت یہ آیت آپؐ پر نازل ہوئی: "لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین و الانصار

الذین اتبعوہ فی ساعہ العسرہ من بعد ماکاد یزیغ قلوب فریق منھم ثم تاب علیھم انہ بھم رؤف رحیم و علی الثلاثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت و ضاقت علیھم انفسھم و ظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ ثم تاب علیھم یتوبوا ان اللہ ھوالتواب الرحیم.

بے شک اللہ نے نبی کی طرف رجوع کیا اور ان مہاجرین و انصار کی توبہ قبول کی جنہوں نے مشکل وقت میں ان کی اتباع کی جبکہ ایک فریق کا دل ٹیڑھا ہونے کے قریب پہنچ چکا تھا، بے شک اللہ ان کے لئے مہربان اور رحم کرنے والا ہے اور ان کے علاوہ اللہ نے ان تین افراد کی توبہ بھی قبول کی جو پیچھے رہ گئے تھے۔ یہاں تک جب ان پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی اور غم و اندوہ کی وجہ سے وہ تنگ دل ہوگئے اور انہیں یقین ہوگیا کہ خدا کے علاوہ خدا سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں مل سکتی، پھر ان کی توبہ قبول کی تاکہ اور مؤمن توبہ کریں، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"(۱)

توبہ کا ایک اور نمونہ

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میرا ایک ہمسایہ تھا جو کہ سلاطین کا مقرب تھا اور اس نے حرام کمائی سے کافی دولت جمع کی ہوئی تھی۔ اس کے پاس چند خوش آواز کنیزیں تھیں اور ہر وقت اس کے گھر میں محفل موسیقی جمی رہتی تھی اور دسترخوان پر شراب و کباب سجا رہتا تھا۔

میں اس کی ان محافل سے بہت تنگ ہوتا تھا اور میں نے اسے کئی بار نصیحت کی

۱۔ تفسیر البرہان ج ۲ ص ۱۳۲، مجمع البیان۔

لیکن وہ میری نصیحت پر عمل پیرا نہ ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ میں نے زیادہ اصرار کیا تو اس نے کہا: "تو بخوبی جانتا ہے کہ میں اپنے حرص و ہوا کا قیدی ہوں اور میں ابلیس کے ہاتھوں اسیر ہوں، لیکن تو ابلیسی پھندے سے آزاد ہے میرے متعلق اپنے امام کو جاکر کہو ممکن ہے تمہارے ذریعے سے میں اپنے نفس کی غلامی سے آزاد ہو جاؤں۔"

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہمسائے کی بات کو ذہن میں رکھا، کچھ عرصے بعد میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے ہمسائے کی داستان انہیں سنائی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اب جب تو واپس کوفہ جائے تو لوگ تجھے ملنے کے لئے آئیں اور اگر تیرا ہمسایہ بھی تجھے ملنے آئے تو اس سے کہنا کہ جعفر بن محمد کہتے تھے کہ اگر تو غلط کام چھوڑ دے تو میں تیری جنت کا ضامن ہوں۔"

میں کوفہ واپس آیا، دوست و احباب مجھے ملنے کے لئے آئے، ان میں میرا ہمسایہ بھی شامل تھا، میں نے اپنے ہمسائے سے کہا کہ میں نے تجھ سے ایک ضروری بات کرنی ہے، وہ بیٹھا رہا۔ جب خلوت میسر آئی تو میں نے اسے کہا: "حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے تیرے لئے میری زبانی پیغام بھیجا ہے کہ اگر تو غلط کام چھوڑ دے تو میں تیری جنت کا ضامن ہوں۔"

یہ سن کر وہ رونے لگا اور مجھ سے کہا: "تجھے خدا کی قسم! کیا امام جعفر صادق علیہ السلام نے تجھے یہ پیغام دیا ہے؟"

میں نے کہا: "جی ہاں۔"

اس نے کہا: "میرے لئے یہی بہت ہے۔"

پھر اس نے اپنے تمام غلط کاموں سے توبہ کرلی۔ چند دن بعد مجھے اس کا پیغام ملا کہ آکر مل جاؤ۔ میں اسے ملنے گیا تو وہ بے چارہ دروازہ کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا۔

میں نے کہا: "بندۂ خدا تم سامنے کیوں نہیں آتے؟"

اس نے جواب دیا: "ابوبصیر! میں کیسے تمہارے سامنے آؤں؟ تمام لوٹی ہوئی دولت میں نے واپس کردی، اب میرے پاس پہننے کے کپڑے تک نہیں ہیں، اسی شرمندگی کی وجہ سے میں تمہارے سامنے نہیں آسکتا۔"

میں وہاں سے واپس آیا اور اس کو لباس فراہم کیا اور اس کے لئے قوت لایموت کا انتظام کیا۔

پھر چند دن بعد اس کا پیغام ملا کہ میں بیمار ہوں، ایک دفعہ ملنے کے لئے چلے آؤ۔ میں نے اس کی عیادت کی اور روزانہ اس کی عیادت کے لئے جاتا تھا اور میں نے اپنے طور پر اس کا کافی علاج معالجہ کرایا لیکن وہ صحت یاب نہ ہوسکا۔ آخرکار اس کی زندگی کے لمحات ختم ہونے کو آئے تو وہ بے ہوش ہوگیا۔ کچھ دیر بعد اسے ہوش آیا تو اس نے نحیف آواز میں مجھ سے کہا: "ابوبصیر! تیرے مولا نے اپنا وعدہ پورا کردیا۔" پھر اس نے ہچکی لی اور انتقال کر گیا۔

میں اسی سال حج کے لئے مکہ گیا تو وہاں امامؑ سے ملاقات ہوئی تو آپؑ نے فرمایا: "ابوبصیر! ہم نے تیرے ہمسائے سے کیا ہوا وعدہ پورا کردیا۔"(۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۱۱ ص ۱۴۶۔ اس داستان جیسی ایک اور داستان "ظالموں سے تعاون" کے باب میں گزر چکی ہے۔ واضح رہے کہ دونوں داستانیں الگ الگ ہیں۔ ایک داستان ابوبصیر سے مروی ہے جبکہ دوسری داستان علی بن ابی حمزہ سے مروی ہے۔ انہیں ایک داستان تصور نہ فرمائیں۔

مخفی توبہ بہتر ہے یا اعلانیہ؟

امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کوفہ میں سریر آرائے سلطنت تھے کہ ایک شخص آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "میں نے زنا کیا ہے آپؑ مجھے پاک کریں۔"

آپؑ نے فرمایا: "کون سے قبیلے سے تمہارا تعلق ہے؟"

اس نے عرض کی: "مزنیہ قبیلہ سے۔"

آپؑ نے فرمایا: "قرآن پڑھ سکتے ہو؟"

اس نے عرض کی: "جی ہاں! پھر اس نے چند آیات پڑھ کر سنائیں۔"

آپؑ نے پوچھا: "تم جنون اور ذہنی عارضہ میں مبتلا تو نہیں ہو؟"

اس نے عرض کی: "ہرگز نہیں! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں بقائمی ہوش و حواس کہہ رہا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "آج چلے جاؤ ہم تمہارے حال کی تحقیق کریں گے۔"

وہ شخص اس وقت چلا گیا، دوسرے دن پھر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پاک کرنے کا تقاضا کیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "شادی شدہ ہو؟"

اس نے عرض کی: "جی ہاں! میں شادی شدہ ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "جب تو نے اس فعل حرام کا ارتکاب کیا تو اس وقت تمہاری بیوی گھر میں موجود تھی؟"

اس نے عرض کی: "جی ہاں! میری بیوی موجود تھی۔"

آپؑ نے فرمایا: "آج بھی تم چلے جاؤ ہم تمہارے لئے مزید تحقیق

کریں گے۔"

آپؑ نے لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اس کے تمام جاننے والوں نے کہا کہ یہ شخص عاقل اور صحیح الدماغ ہے۔

وہ شخص تیسرے دن پھر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ سے پاک کرنے کا تقاضا کیا۔

آپؑ نے فرمایا: "آج پھر واپس چلے جاؤ ہم لوگوں سے تمہارے متعلق پوچھیں گے۔"

چوتھے دن وہ شخص پھر آپؑ کے حضور حاضر ہوا اور آپؑ سے پاک کرنے کی درخواست کی۔

آپؑ نے قنبر سے فرمایا: "تم اس کا خیال رکھو۔"

پھر حضرت علیؑ کے چہرۂ انور پر ناراضگی کے آثار طاری ہوئے اور فرمایا: "**مااقبح بالرجل منکم ان یأتی بعض هذه الفواحش فیفضح نفسه علی رؤوس الملا افلا تاب فی بیته فواللّٰه لتوبته فیما بینه و بین اللّٰه افضل من اقامتی علیه الحد.**

انسان کے لئے یہ بات کتنی شرمناک ہے کہ وہ اس طرح کی برائی کر کے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے رسوا کرے، کیا یہ شخص اپنے گھر میں توبہ نہیں کر سکتا تھا خدا کی قسم اس کے اس گناہ کی توبہ جو اس کے اور اللہ کے درمیان ہے میری طرف سے حد شرعی جاری کرنے سے بہتر ہے۔"

بعدازاں آپؑ حد شرعی جاری کرنے کے لئے بیابان کی طرف آئے اور اعلان کیا: "لوگو! آؤ مل کر اس شخص پر حد جاری کریں اور لوگو! حد جاری

کرنے کیلئے اس طرح سے آؤ کہ تمہارے منہ چادر سے چھپے ہونے چاہئیں۔"

حد شرعی کا تقاضا کرنے والے نے آپ سے درخواست کی کہ اسے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ نماز کے بعد اسے اس گڑھے میں کھڑا کیا گیا جو اس کے لئے کھودا گیا تھا اس کا چہرہ مولائے کائنات کی جانب تھا۔ لوگ جمع ہو کر وہاں آگئے، انہوں نے اپنے چہروں کو چادر سے چھپایا ہوا تھا۔

مولائے کائنات نے ارشاد فرمایا: "لوگو! یہ خدائی حق ہے تم میں سے جو شخص خود اس حد شرعی کا حقدرا ہو وہ واپس چلا جائے اور اسے سنگسار نہ کرے کیونکہ حد شرعی کا مستحق کسی کو سزا دینے کا حقدار نہیں ہے۔"

حضرت علی علیہ السلام کا یہ اعلان سن کر سب لوگ واپس چلے گئے۔

امیرالمؤمنین علیہ السلام کے پاس صرف امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کھڑے رہ گئے۔ امیرالمؤمنین علیہ السلام نے ایک پتھر اٹھا کر تین مرتبہ تکبیر کہی پھر وہ پتھر اسے مارا اسی طرح سے آپؑ نے تین پتھر مارے۔

بعدازاں امام حسن اور امام حسین علیہما السلام نے بھی اسی انداز سے پتھر مارے انہی ضربات کی وجہ سے وہ شخص مر گیا۔

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے اسے گڑھے سے باہر نکالا اور اس کی قبر تیار کرائی اس کی نماز جنازہ آپؑ نے پڑھی اور اسے دفن کردیا۔

کسی نے آپؑ سے پوچھا: "کیا آپؑ اسے غسل نہیں دیں گے؟"

آپؑ نے فرمایا: "**قد اغتسل بما هو طاهر الى يوم القيامة لقد صبر على امر عظيم.** اس نے ایسی چیز سے غسل کیا کہ وہ قیامت تک پاک رہے گا اس نے انتہائی دشوار امر پر صبر کیا۔"

استغفار کی شرائط و حدود

ایک کہنے والے نے آپ کے سامنے استغفراللہ کہا۔

آپ نے اس سے فرمایا: "تمہاری ماں تمہارا سوگ منائے، کچھ معلوم بھی ہے کہ استغفار کیا ہے؟ استغفار بلند منزلت لوگوں کا مقام ہے اور یہ ایسا لفظ ہے جو چھ باتوں پر حاوی ہے۔ جو یہ ہیں:

(۱) جو ہو چکا اس پر نادم ہو۔

(۲) ہمیشہ کے لئے اس کے مرتکب نہ ہونے کا تہیا کرنا۔

(۳) مخلوق کے حقوق ادا کرنا۔ یہاں تک کہ اللہ کے حضور میں اس حالت میں پہنچو کہ تمہارا دامن پاک و صاف اور تم پر کوئی مواخذہ نہ ہو۔

(۴) جو فرائض تم پر عائد ہوئے تھے اور تم نے انہیں ضائع کردیا تھا، انہیں اب پورے طور پر بجالاؤ۔

(۵) جو گوشت (اکل) حرام سے نشوونما پاتا رہا ہے اس کو غم و اندوہ سے پگھلاؤ۔ یہاں تک کہ کھال کو ہڈیوں سے ملا دو کہ پھر سے ان دونوں کے درمیان نیا گوشت پیدا ہو۔

(۶) اپنے جسم کو اطاعت کے رنج سے آشنا کرو، جس طرح اسے گناہ کی شیرینی سے لذت اندوز کیا ہے تو اب کہو:

"استغفراللّٰه."(۱)

۱۔ نہج البلاغہ ج ۴ ص ۴۱۷۔

توبہ کا یہ انداز بھی ملاحظہ فرمائیں

جنگ خندق ختم ہوئی۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ ظہر کے وقت جبرئیل امین نازل ہوئے اور آپؐ کو بنی قریظہ سے جنگ کرنے کا حکم پہنچایا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً جسم پر ہتھیار سجائے اور اعلان کیا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ پڑھیں گے۔ مسلمانوں نے ہتھیار اٹھائے اور بنی قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا۔(۱)

محاصرہ نے طول کھینچا اور یہودی تنگ ہوگئے تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ اپنے صحابی ابو لبابہ کو ہمارے پاس بھیجیں ہم اس سے صلاح مشورہ کریں گے۔

ابو لبابہ بنی قریظہ کے حلیف رہ چکے تھے۔ رسول کریمؐ نے ابو لبابہ سے فرمایا: "تم اپنے حلیفوں کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

ابو لبابہ بنی قریظہ کے قلعے میں آئے، بنی قریظہ کی عورتوں اور بچوں کی جیسے ہی نظر اپنے ایک حلیف پر پڑی تو وہ شدت غم سے رونے لگے۔ ابو لبابہ اس رقت انگیز منظر سے دل ہی دل میں متاثر ہوئے۔

بنی قریظہ کے افراد نے کہا: "ابو لبابہ! تم بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کیا

۱۔ بنی قریظہ یہودی تھے اور مدینہ سے چار کلومیٹر کے فاصلے پر آباد تھے۔ انہوں نے حضور اکرمؐ سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ ان کے دشمن کی مدد نہیں کریں گے لیکن انہوں نے جنگ خندق کے موقع پر کھل کر مسلمانوں کی مخالفت کی اور کفار کا ساتھ دیا تھا۔ جنگ خندق کے خاتمہ پر آپؐ نے انہیں عہد شکنی کی سزا دی تھی۔

ہم غیر مشروط طور پر آپ کو محمدؐ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں اور وہ ہمارے لئے جو فیصلہ چاہیں کریں یا ہمیں کوئی اور طریقہ سوچنا چاہئے؟"

ابو لبابہ نے کہا: "میرا مشورہ یہی ہے کہ تم مزاحمت ختم کر کے اپنے آپ کو غیر مشروط طور پر محمدؐ کے حوالے کردو۔"

یہ الفاظ کہتے وقت ابو لبابہ نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا۔ اشارے سے انہیں یہ سمجھانا مقصود تھا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تم قتل ہو جاؤ گے۔

ابو لبابہ اشارہ تو کر بیٹھے لیکن وہ اپنے اس طرز عمل پر سخت پشیمان ہوئے اور انہوں نے اپنے آپ سے کہا کہ میں نے خدا و رسول سے خیانت کی ہے۔ پھر ابو لبابہ قلعے سے باہر آئے اور ضمیر کی ملامت کی وجہ سے رسول کریمؐ کے سامنے جاتے ہوئے انہیں حیا آئی، وہ قلعے سے نکل کر سیدھے مسجد میں چلے گئے اور انہوں نے اپنی گردن میں رسی باندھ کر مسجد کے ایک ستون کے ساتھ رسی کا دوسرا سرا باندھا وہ ستون "ستوانہ توبہ" کہلاتا تھا۔ ابو لبابہ نے دل میں اپنے آپ سے یہ عہد کرلیا کہ میں اپنے آپ کو اس قید سے اس وقت تک نہیں نکالوں گا جب تک اللہ میری توبہ قبول نہیں کرے گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو لبابہ کا شدت سے انتظار تھا۔ آخر کار رسول مقبولؐ نے فرمایا: "ابو لبابہ ابھی تک کیوں واپس نہیں آیا؟"

ایک صحابی نے عرض کی: "اس نے اپنے آپ کو ستون توبہ کے ساتھ باندھا ہوا ہے۔"

آپؐ نے فرمایا: "اگر ابو لبابہ ہمارے پاس چلا آتا اور اپنے گناہ کی مغفرت کے لئے درخواست کرتا تو ہم اللہ سے اس کا گناہ معاف کرا دیتے لیکن

اب اس نے براہ راست اللہ تعالیٰ سے رابطہ کیا ہے اب اللہ تعالیٰ جو مناسب ہوگا اس کے لئے فیصلہ فرمائے گا۔"

ابولبابہ نے کئی روز تک اپنے آپ کو رسی سے باندھے رکھا، وہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور افطار کے وقت انتہائی قلیل غذا کھاتے، قضائے حاجت کے علاوہ مسجد سے باہر نہ جاتے۔

ایک شب جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے تو اللہ تعالیٰ نے ابولبابہ کی توبہ قبول کرنے کی آیت نازل فرمائی اور جبرئیل امینؑ یہ آیت لے آئے:

"**واخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملا صالحا وآخر سيأعسى الله ان يتوب عليهم ان الله غفور رحيم**. اور کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، انہوں نے نیک اور بد عمل مخلوط کر دیئے تو اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زوجہ ام سلمہؓ سے فرمایا: "اللہ نے ابولبابہ کی توبہ قبول کرلی ہے۔"

ام سلمہؓ نے عرض کی: "اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اسے خوش خبری سناؤں؟"

آپؐ نے اجازت دی، حضرت ام سلمہؓ نے حجرے سے سر نکال کر اسے خوش خبری سنائی۔(۱) ابولبابہ نے اللہ کی حمد و ثناء کی۔ چند مسلمان آگے بڑھے تاکہ اسے رسی سے آزاد کریں۔ ابولبابہ نے سب کو سختی کے ساتھ منع

۱۔ مؤرخ طبری لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ نزول حجاب سے قبل کا ہے۔

کیا اور کہا: "جب تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنے ہاتھوں سے آزاد نہیں کریں گے اس وقت تک میں اس قید میں رہوں گا۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اسے اپنے ہاتھوں سے آزاد کیا اور فرمایا: "اللہ نے تیری توبہ قبول کی اور آج تو گناہوں سے اسی طرح سے پاک ہے جیسا کہ پیدائش کے دن پاک تھا۔"

ابولبابہ نے عرض کی: "آقا! میں شکران نعمت کے طور پر تمام مال صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔"

رسول خداؐ نے اجازت نہ دی۔ ابولبابہ نے نصف ترکہ صدقہ کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت نہ دی۔ ابولبابہ نے تہائی جائیداد صدقہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے اجازت دے دی اور اس آیت میں اسی قبولیت صدقہ کا ذکر کیا گیا ہے: "**خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزكيهم بها وصل عليهم ان صلاتك سكن لهم والله سميع عليم الم يعلموا ان الله هوينبل التوبة عن عباده ويأخذ الصدقات وان الله هوالتواب الرحيم.**

ان کے مال سے صدقہ لیں انہیں اس کے ذریعے سے پاک صاف کریں اور ان کے لئے دعا فرمائیں، بے شک تمہاری دعاان کے لئے باعث تسکین ہے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے، کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور صدقات کو منظور کرتا ہے اور بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"(۱)

۱۔ تفسیر برہان ج ۲ ص ۱۵۴۔

آج کے لوگوں سے موازنہ کریں

ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں ایک دن امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آپؑ کی خدمت میں عرض کی:
"فرزند رسولؐ! میرے والدین آپؑ پر قربان ہوں، میرا ایک ہمسایہ ہے جس کے پاس خوش نوا کنیزیں ہیں اور وہ ان سے گانا سنتا ہے اور جب میں قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا جاتا ہوں تو وہاں ان کی آواز مجھے صاف سنائی دیتی ہے، میں وہاں کافی دیر تک بیٹھ کر ان کے گانے سنتا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "ایسا نہ کیا کرو۔"

اس نے عرض کی: "آقا! میں تو قضائے حاجت کے لئے وہاں جاتا ہوں، گانا سننے کی نیت سے نہیں جاتا، مگر وہاں ان کی آواز سنائی دیتی ہے تو کچھ دیر کے لئے میں بھی لطف اندوز ہو جاتا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا کہ کیا تو نے قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نہیں سنی:
"ان السمع و البصر و الفؤاد کل اولئک کان عنہ مسؤلا" بے شک کان اور آنکھ اور دل سے سوال کیا جائے گا۔"

یہ آیت سن کر اس نے کہا: "خدا کی قسم آج مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا میں نے یہ آیت اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ سنی، میں آئندہ اس عمل کو کبھی نہیں دہراؤں گا اور سابقہ گناہوں کی اللہ سے معافی چاہتا ہوں۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جاؤ توبہ کی نیت سے غسل کرو اور جاکر حسب خواہش نماز پڑھو اور اس سے اپنے گناہ کی معافی طلب کرو، تم غلط کام غلط افراد کے لئے رہنے دو، تمہارے لئے یہ کام زیبا نہیں ہے۔(۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۶ ص ۳۴۔

توبہ کے لئے تاخیر نہ کریں

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤمن نیک کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس نیت کی وجہ سے اس کے نامہء اعمال میں ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور جب وہ نیک کام کرلیتا ہے تو اس کے نامہء اعمال میں دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور جب گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے نامہء اعمال میں برائی نہیں لکھی جاتی اور جب وہ گناہ کرتا ہے تو پورے سات گھنٹوں تک اسے مہلت دی جاتی ہے۔ دائیں طرف والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف والا فرشتہ برائیاں لکھتا ہے۔ گناہ کے بعد دائیں طرف والا بائیں طرف والے فرشتے سے کہتا ہے کہ ابھی اس کی اس برائی کو اس کے نامہء اعمال میں مت لکھو، ممکن ہے کہ یہ کوئی ایسا نیک کام کرے جو برائی کو ختم کردے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **"ان الحسنات یذھبن السیأت"** بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کردیتی ہیں۔"

اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ استغفار کرے۔ اگر ان سات گھنٹوں کے اندر مؤمن یہ کہہ دے: **"استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب و الشھادۃ العزیز الحکیم الغفور الرحیم ذالجلال والاکرام۔"**

تو اس کا گناہ نامہء اعمال میں نہیں لکھا جاتا۔ اگر سات گھنٹوں میں انسان کوئی نیک عمل بجانہ لائے اور نہ ہی استغفار کرے تو نیکیاں لکھنے والا فرشتہ برائیاں لکھنے والے فرشتے سے کہتا ہے: **"اکتب علی الشقی المحروم.** اب اس بدبخت اور محروم شخص کے نامہء اعمال میں گناہ لکھ دو۔"(۱)

۱۔ وسائل جہاد نفس ص ۵۲۴۔

کب ایمان لایا اور توبہ کی؟

امام محمد باقر علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور وہ آپؐ کی شفقت سے مانوس ہوگیا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسے کبھی آنے سے منع نہیں کیا اور کبھی وہ چھوٹے کام بھی کر دیتا تھا اور کبھی حضور اکرمؐ کوئی خط لکھ کر اسے دیا کرتے تھے کہ اپنے فلاں رشتہ دار تک یہ خط پہنچاؤ۔

پھر ایسا اتفاق ہوا کہ وہ بچہ کئی دن تک آپؐ کی خدمت میں شرفیاب نہ ہوا۔ آپؐ نے اس کے متعلق دریافت کیا تو پتا چلا کہ وہ بیمار ہے اور مرنے ہی والا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند اصحاب کو ساتھ لے کر اس کی عیادت کرنے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کو یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ آپؐ جس سے بات کرنا چاہتے تھے تو وہ جواب دیتا تھا اگرچہ اس پر سکرات بھی کیوں نہ طاری ہو۔

آپؐ نے اس کا نام لے کر پکارا تو بچے نے آنکھیں کھولیں اور عرض کی: "لبیک یا ابا لقاسم۔"

آپؐ نے فرمایا: "کلمہء شہادت زبان پر جاری کرو، خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دو۔"

بچے نے اپنے باپ کی طرف نظر کی اور خاموش ہوگیا، معلوم ہوتا تھا کہ بچہ باپ سے ڈر گیا تھا یا باپ کی موجودگی میں اسے کلمہ پڑھتے شرم محسوس

ہوتی تھی۔

آپؐ نے دوبارہ بچے سے فرمایا: "کلمہ شہادتین پڑھو۔"

اس مرتبہ بھی بچے نے باپ کی طرف دیکھا اور زبان سے کچھ نہ کہا۔

آپؐ نے تیسری مرتبہ پھر بچے سے فرمایا: "کلمہء شہادتین پڑھ۔"

بچے نے اس بار بھی اپنے باپ کی جانب نظر کی۔

آپؐ نے فرمایا: "اگر تو چاہتا ہے تو کلمہ پڑھ لے ورنہ منہ بند رکھ۔"

بچے نے فوراً کہا: "اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد الرسول الله. میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔"

کلمہ طیبہ بچے کی زبان پر جاری ہوا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے باپ سے فرمایا: "اب یہ بچہ ہمارا ہے، تمہارا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔"

آپؐ نے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ اسے غسل و کفن دیں، صحابہ نے اس بچے کو غسل و کفن دیا اور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور نماز جنازہ کے بعد آپؐ نے فرمایا: "اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری وجہ سے ایک انسان کی رہنمائی فرمائی اور اسے آتش دوزخ میں جانے سے بچا لیا۔"(۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۶ ص ۲۷۔

ہر گناہ کے بعد توبہ کریں

سلام بن مستنیر روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ حمران بن اعین بھی آگئے۔ انہوں نے آپؑ سے بہت سے مسائل دریافت کئے۔

جب حمران روانہ ہونے لگے تو انہوں نے کہا: "مولا! میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر دراز عطا فرمائے اور ہمیں آپ سے مستفید ہونے کی توفیق عنایت فرمائے میں چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے اپنی قلبی کیفیت عرض کروں۔

جب ہم آپؑ کی خدمت میں آتے ہیں تو آپؑ کی گفتگو سن کر ہمارے دل منور ہو جاتے ہیں اور ہم دنیا کو یکسر فراموش کر دیتے ہیں اور مال دنیا کی ہماری نظر میں کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی اور جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر جاتے ہیں تو تاجروں سے ملتے ہیں اور دوسرے افراد سے ملاقات ہوتی ہے تو ہمارے دل میں دوبارہ دنیا کی محبت بیدار ہو جاتی ہے اور ہمارے دل کی وہ پہلے کیفیت باقی نہیں رہتی۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "یہی تو قلب ہے (لفظ قلب "دل" تقلب سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی زیروزبر ہونا ہے) کبھی سخت ہوتا ہے اور کبھی نرم ہوتا ہے۔"

پھر آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ اصحاب رسولؐ رضوان اللہ علیہم نے رسول خداؐ سے عرض کی تھی: "یارسول اللہؐ! ہمیں اپنے متعلق منافق ہونے کا اندیشہ ہے۔"

آپؐ نے پوچھا: "وہ کیوں؟"

تو انہوں نے کہا: "یارسول اللہؐ! جب ہم آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو آپؐ ہمیں آخرت کا شوق دلاتے ہیں اور ہم فکر آخرت میں اتنا ڈوب جاتے ہیں کہ ہم دنیا سے بے رغبت ہو جاتے ہیں اور ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم اپنی ان آنکھوں سے جنت و جہنم کا مشاہدہ کر رہے ہیں، مگر ہماری یہ حالت صرف اس وقت تک رہتی ہے جب تک ہم آپؐ کی خدمت میں موجود رہتے ہیں اور جب ہم آپؐ کے پاس سے اٹھ کر گھر جاتے ہیں، اپنی اولاد سے ملتے ہیں اور اپنے گھریلو ضروریات میں مصروف ہوتے ہیں تو ہماری سابقہ کیفیت باقی نہیں رہتی، اسی لئے ہمیں اپنے متعلق نفاق کا اندیشہ ہے کہ ہم منافق تو نہیں بن گئے؟"

آپؐ نے فرمایا: "ہرگز نہیں دل کی کیفیت شیطانی وسوسوں کی وجہ سے بدل جاتی ہے۔ ابلیس تمہیں آخرت سے منحرف کر کے دنیا کی جانب مائل کرنا چاہتا ہے۔ خدا کی قسم اگر تم اپنی سابقہ کیفیت پر برقرار رہتے تو ملائکہ تم سے مصافحہ کرتے اور تم بے خوف ہو کر پانی کی لہروں پر چلا کرتے۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "لولا انکم تذنبون فتسغفرون اللّٰہ لخلق اللّٰہ خلقا حتی یذنبوا ثم یستغفرو اللّٰہ فیغفرلھم ان المؤمن تواب. اگر دنیا میں گناہ کرنے، اللہ سے استغفار کرنے والے نہ ہوتے تو اللہ ایسی مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کر کے استغفار کرتی اور اللہ انہیں معاف کرتا، بے شک مؤمن توبہ کرنے والا ہوتا ہے۔

مؤمن ہمیشہ امتحان و آزمائش میں رہتا ہے۔ گناہ کرتا ہے تو توبہ کرلیتا

ہے پھر اگر گناہ کرتا ہے تو پھر توبہ کرتا ہے۔

کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی: "ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین" بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

حضور اکرمؐ نے مزید فرمایا: "استغفروا ربکم ثم تولوا الیه. اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور اس کے حضور توبہ کرو۔"(۱)

ولایت امیر کی گواہی کس عالمؑ میں دی

معاویہ بن وہب کہتے ہیں کہ میں مکہ کی طرف سفر کر رہا تھا۔ اس سفر میں ایک بوڑھا عابد ہمارے ساتھ تھا لیکن وہ ہمارے مذہب کا پیروکار نہیں تھا۔ وہ سفر میں بھی قصر کرنے کی بجائے نماز پوری پڑھتا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا ایک نوجوان بھتیجا بھی تھا اور وہ ہمارا ہم مذہب تھا۔

راستے میں بوڑھا شخص بیمار ہوا اور ہمیں اس کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی، میں نے اس کے بھتیجے سے کہا کہ اپنے چچا کو ولایت علیؑ کی طرف مائل کرو تاکہ اس کا خاتمہ بالخیر ہو جائے۔

نوجوان چچا کے پاس بیٹھا اور کہا: "چچاجان! یہ ایک حقیقت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اکثر افراد صحیح نظریات پر قائم نہیں رہے تھے اور انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی پیروی سے روگردانی کی جبکہ علیؑ کی اتباع دراصل رسول خداؐ کی اتباع ہے۔"

۱۔ اصول کافی ج ۲ ص ۴۲۳، ۴۲۴۔

بوڑھے شخص نے آہ کی آواز سینے سے نکالی اور کہا: "میں اس وقت اسی عقیدہ کو قبول کرتا ہوں اور اسی مذہب کو اختیار کرتا ہوں۔"

یہ الفاظ کہنے کے بعد اس کی روح اس کے جسم سے نکل گئی۔

ہم مکہ آئے اور امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، علی بن سری نے بوڑھے شخص کی روئیداد امام جعفر صادقؑ کو سنائی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "وہ جنتی ہے۔"

علی بن سری نے کہا: "مولا! اس نے تو مرنے کے وقت ولایت علیؑ کا عقیدہ اختیار کیا بھلا اسے اس کا ایمان کیا فائدہ دے گا؟"

آپؑ نے فرمایا: "تم اس سے اور کیا چاہتے ہو؟ خدا کی قسم وہ جنت میں داخل ہو چکا ہے۔"(۱)

ہر گناہ کی علیحدہ توبہ ہے

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "پچھلے زمانے میں ایک شخص رہتا تھا اس نے حلال طریقے سے دنیا تلاش کی مگر ناکام رہا اس کے ہاتھ دنیا نہ آئی۔ اس نے حرام طریقوں سے دنیا طلب کی پھر بھی ناکام رہا اس کے ہاتھ دنیا نہ لگی۔

ایک مرتبہ ابلیس مجسم ہو کر اس کے سامنے آگیا اور کہا: "تم نے حلال اور حرام طریقوں سے دنیا حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ اگر تم میرے کہنے پر عمل کرو تو تمہارے پاس دنیا کی کوئی کمی نہیں رہے گی اور بہت سے افراد تمہاری پیروی کرنا اپنے لئے باعث سعادت بھی سمجھیں گے۔

اصول کافی ج ۲ ص ۴۴۱۔

اس شخص نے کہا: "میں تیری بات پر ضرور عمل کروں گا۔"

ابلیس نے اسے مشورہ دیا: "تو ایک نیا دین و مذہب ایجاد کرلے اور لوگوں کو اس کی دعوت دے۔" اس نے ابلیس کے کہنے پر عمل کیا، آہستہ آہستہ لوگ اس کے پیروکار بننے لگے اور اس کے پاس دولت کے ڈھیر جمع ہوگئے۔

پھر کچھ عرصے کے بعد اس نے سوچا کہ میں نے بہت غلط کام کیا، میں نے لوگوں کو گمراہ کیا، اب میرے لئے توبہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ میں اپنے پیروکاروں کے سامنے اپنے جھوٹ کا اقرار کرلوں تاکہ وہ غلط نظریات سے بچ جائیں اور اللہ مجھے معاف فرما دے۔ چنانچہ اس نے اپنے پیروکاروں کا ایک اجتماع بلا کر اعلان کیا کہ میں نے اب تک تمہیں گمراہ کیا تھا اور میں جو کچھ بیان کرتا تھا وہ سب باطل اور جھوٹ تھا۔

انہوں نے کہا: "تو اب جھوٹ بولتا ہے اور تو اپنے دین میں شک کر کے گمراہ ہوگیا۔" یہ کہہ کر اس کے پیروکار وہاں سے چل دیئے۔

اس شخص نے اپنے آپ کو طوق و زنجیر سے قید کرلیا اور ارادہ کیا کہ جب تک اللہ میری توبہ قبول نہ کریگا میں یہ طوق و زنجیر جدا نہیں کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے نبی کو وحی فرمائی کہ تم اس شخص سے کہہ دو کہ خدا فرماتا ہے: "مجھے اپنی عزت کی قسم اگر تو اتنی گریہ و زاری کرے کہ تیرے وجود کا بند بند جدا ہوجائے تو بھی میں تیری دعا قبول نہ کرونگا اور نہ تیری توبہ منظور کرونگا جب تک تو ان لوگوں کو زندہ نہ کرے جنہیں تو نے گمراہ کیا تھا اور وہ اسی میں مرگئے تھے۔(۱)

۱۔ بحارالانوار ج ۲ ص ۲۷۷۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "جو اپنی موت سے ایک سال پہلے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۔"

پھر فرمایا: "سال بہت بڑا عرصہ ہے، جو اپنی موت سے ایک ماہ قبل توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۔"

پھر فرمایا: "مہینہ بہت بڑا ہے، جو اپنی موت سے ایک جمعہ قبل توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۔"

پھر فرمایا: "جمعہ بھی بڑا ہے، جو اپنی موت سے ایک دن قبل توبہ کرے اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔"

پھر فرمایا: "ایک دن بھی بہت بڑا ہے، جو ملک الموت کو دیکھنے سے پہلے توبہ کرے تو بھی اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔"

"کافی ج ۲ ص ۴۴۰"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "جب سانس یہاں تک آجائے اور آپ نے اپنے حلق کی جانب اشارہ کیا تو اس وقت عالم کی توبہ قبول نہیں ہوتی اور جاہل کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔"

محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: "محمد بن مسلم! جب مؤمن توبہ کرلے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسے چاہئے کہ توبہ و استغفار کے بعد نیک عمل بجالائے اور اس حقیقت کی طرف متوجہ رہو خدا کی قسم قبولیت توبہ کا امتیاز اہل ایمان کیلئے مخصوص ہے۔"

میں نے کہا: "آقا! اگر توبہ کے بعد پھر گناہ کرے اور دوبارہ توبہ کرے؟"
آپؑ نے فرمایا: "محمد بن مسلم! تو کیا سمجھتا ہے کہ مؤمن اپنے گناہ پر پشیمان ہو اور اللہ کے حضور توبہ و استغفار کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول نہیں کرتا؟"
میں نے عرض کی: "ایک شخص بار بار گناہ کرتا ہے اور بار بار توبہ کرتا ہے۔"
آپؑ نے فرمایا: "مؤمن جتنی بار بھی توبہ و استغفار کرے گا اللہ اتنی بار اس کی مغفرت کرے گا، بے شک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ وہ توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے مؤمن کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرنا۔"
"اصول کافی ج ۲ ص ۲۷۷"

معاویہ بن وہب کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا جب بندہ توبہ نصوح کرتا ہے تو اللہ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے۔
میں نے عرض کی: "اللہ اس کی پردہ پوشی کیسے کرتا ہے؟"
تو امام عالی مقام نے فرمایا: "فرشتوں نے جو اس کے گناہ لکھے ہوتے ہیں اللہ وہ گناہ فرشتوں کو فراموش کرا دیتا ہے اور اس کے اعضاء و جوارح کو حکم دیتا ہے کہ تم اس کے گناہوں کو مخفی رکھو اور زمین کو اللہ تعالیٰ وحی کر کے حکم دیتا ہے کہ یہ تیری پشت پر جو گناہ کرتا تھا تو انہیں مخفی رکھ اور توبہ کرنے والا مؤمن جب اللہ کے سامنے حاضر ہوگا تو اس کے خلاف کوئی چیز گواہی نہ دے گی۔"
"اصول کافی ج ۲ ص ۴۲۱"